بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ

HISTORY OF CHURCH IN ARABIA

BY

Allama Sultan Muhammad Paul

عربستان میں مسیحیت

مولفہ

مولانا پادری سلطان محمد صاحب پال

پروفیسر فورمن کرسچین کالج لاہور

1945

التماس

جس محنت اور جانفشانی سے میں نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے اس کو میں جانتا ہوں اور میرا دل - اس کتاب کی تدوین میں ، میں نے ایک سودس (۱۱۰) عربی کتابوں سے اور ۷۰ لاطینی اور انگریزی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ قرآن شریف اور اس کی ضیغم تفسیریں اور احادیث اور ان کی ضیغم جلدیں ان کے علاوہ ہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف مسیحیوں کے لئے از بس مفید ہے۔ جن کو عربستان کی کلیسیاؤں کے کوائف سے کیف حاصل ہوسکتا ہے ۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی کچھ کم فائدہ بخش نہیں۔جہاں مسیحی اس بات سے لطف اندوز ہونگے کہ مسیحیت نے کس طرح عربستان کے طول وعرض پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہاں مسلمان اس امر سے شادمان ہونگے کہ اگرچہ عربستان کی کلیسیائیں مٹادی گئیں۔ لیکن آج تک مسیحیت کے نمایاں اثرات اسلام کی رگ وریشہ میں سائر ودائر ہیں۔ اگر ان اثرات کو اسلام سے علیٰحدہ کرلیا جائے ۔ تو یقیناً اسلام ایک لاشئہ بے جان ہو کر رہیگا۔

جن جن لاطینی اور انگریزی کتابوں کے اقتباسات متن میں آگئے ہیں ان کی مکمل فہرست اسماء مصنفین اس کتاب کے آخر میں اضافہ کردی گئی ہے۔ عربی کتابوں کی فہرست اس لئے نہیں دی گئی کہ ان کتابوں میں ہرایک کا نام معہ صفحات کے مکمل صورت میں کتاب کے متن میں موجود ہے۔ اور اس قدر مشہور ومعروف ہیں جن کا علیٰحدہ فہرست کی مطلق ضرورت نہیں۔

سلطان

فہرست مضامین

عربستان کی حدود اربعہ اور آبادی

عربستان اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے ایک ایسی محفوظ جگہ پر واقع ہے ۔ جس کے ریگستانی میدانوں اور بے آب و گیاہ صحراؤں کی وجہ سے ہمیشہ فاتح اقوام کی دست برد سے محفوظ و مامون رہا ہے۔

جزیرہ عرب مربع مستطیل ہے اور ایشیا کے گوشہ جنوب مغربی میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں بحرِ احمر وصحرائے تیہ تا نہر سویز واقع ہے۔ اور مشرق میں خلیج فارس اور بحر ہندو عمان اس کے جنوب میں اور دریائے فرات اور صحرا کا وہ سلسلہ جو دریائے فرات اور شمال کے درمیا واقع ہے۔ اس کے شمال میں واقع ہے۔

اسکی مساحت ۱۱۰۰۰۰۰ گیاہ رلاکھ میل مربع یا ۳۱۵۶۵۵۸ اکتیس لاکھ چھپن ہزار پانسو اٹھاون کیلو میٹر مربع یا ۱۲۶۰۰۰ ایک لاکھ چھبیس ہزار فرسخ مربع ہے۔

اس کی آبادی ساٹھ لاکھ ستر لاکھ کی ہے۔

آج کل اس کو آٹھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱)۔ **الحجاز**۔ بحر احمر کے ساحل پر طور سینا کی جنوب مشرق میں واقع ہے چونکہ یہ تہامہ اور نجد کے درمیان بطور حد فاصل کے واقع ہے۔ اس لئے اسکو حجاز کہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حجاز میں داخل ہے۔

(۲) **یمن** ۔ یہ حجاز کے جنوب میں واقع ہے ۔ اس کے شمال میں بلاد عیر واقع ہیں۔ اس میں فجا حدیدہ اور عدن بن کی تجارت کے لئے مشہور ہیں۔ مدینہ ، سبا اور صنعا بھی یمن ہی میں واقع ہیں۔ اس لئے اس کو یمن کہتے ہیں کہ کعبہ کی جانب یمین (راست) پرواقع ہے۔

(۳) **حضرموت** ۔یمن کے مشرق اور بحر ہند کے ساحل پر واقع ہے ۔ یہاں سے عود جو ایک نہایت ہی خوشبودار شے برآمد ہوتی ہے۔

(۴) **مہرہ**۔ حضرموت کی جانبِ مشرق واقع ہے۔

(۵) **عمان** ۔ جانبِ شمال سے خلیج فارس سے اور جانب مشرق اور جنوب سے ۔ بحر ہند سے متصل ہے۔ اس کی آبادی بہت کم ہے ۔ جزائر بحرین اس کو خلیج فارس سے ملاتے ہیں۔ اور اس کے

(۶)۔ **حساء** ۔ کنارے کنارے سے نہر فرات تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کے باشندے موتی نکالا کرتے ہیں۔

(۷) **نجد** ۔ یہ جزیرہ عرب کے وسط میں حجاز حساء اور صحاری شام اور یمامہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے شمال میں شام اور مشرق میں عراق اور مغرب میں حجاز اور جنوب میں یمامہ واقع ہیں ۔ یہ قطعہ بلاد عرب میں بہترین قطعہ ہے۔ چونکہ یہ بلندی پر واقع ہے ۔ اس لئے اس کو نجد کہتے ہیں نجد کے گھوڑے جس کو الکحیل کہتے ہیں۔ تمام دنیا میں مشہور ہیں اور قرن شیطان کی برآمد کی پیشینگوئی بھی یہی سے ہے۔

(۸) **اقلیم احقاف**۔ یہ بلادِ عرب کی پست زمین میں واقع ہے اور بلادِ عمان کی جنوب غربی میں ، قدیم زمانہ میں جبابرہ یہیں رہتے تھے جن کو بنو عار کہتے تھے۔ ایک شدید آندھی کی وجہ سے یہ قوم ہلاک ہو گئی۔

زمانہ قدیم میں عرب کو چھ حصوں میں تقسیم کرتے تھے۔

الحاز، یمن، نجد، تہامہ، الاساء، یمامہ۔

یمامہ ۔یمن اور نجار کے درمیان اس طرح واقع ہے کہ اس کے مشرق میں الاحساء اور مغرب میں الحاز واقع ہیں۔ اس کے شہروں میں یمامہ اور ہجر مشہور تھا۔ یمامہ کو عروض بھی کہتے تھے۔ کیونکہ نجد و یمن کے درمیان حائل تھا۔

تہامہ - یہ جنوب میں یمن اور شمال میں حجاز کے درمیان واقع ہے۔ اس کو حجاز میں شمار کرتے ہیں۔

الاحساء - خلیج عمان کے ساحل پر بصرہ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دوسرا نام بحرین ہے۔ اس کے شہروں میں الاحساء اور قطیحت مشہور ہیں۔

مسیحیت کے فیوض عربستان میں

حصہ اول

عرب کے مذاہب مسیحیت سے پہلے

عرب جاہلیت کی تاریخی امور میں سے کسی امر پر بحث کرنا اس قدر مشکل اور پیچیدہ نہیں جس قدر کہ عرب کے مذاہب پر بحث کرنا مشکل ہے۔ عربستان کے احوال اور واقعات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے زیادہ تر مسلمان مورخین کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اہل اسلام کی جتنی تالیفات زمانہ کی دستبرد سے بچ کر ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر ان سب کا استفادہ کیا جائے۔ تو ادیانِ عرب کے متعلق جس قدر مواد ہمیں مل جائیں گے۔ ان کا مجموعہ چند سطروں سے زیادہ نہ ہوگا۔ ابنِ کلبی نے عربستان کے اصنام (بتوں) کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی جو ضائع ہوچکی ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے اس کا ایک بڑا حصہ معجم البلدان یاقوت اور دیگر لغات کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اسی طرح صاحب کشف ظنون(۵: ۴۴) امام جاحظ کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے۔ جو عربستان کے بتوں کے متعلق تھی لیکن یہ کتاب بھی مفقود ہے۔ مشہور مستشرق کرامل اور علامہ وہلوسن نے اس کتاب کے چند اقتباسات کا حوالہ کو مل سکے حوالہ تو دیا ہے لیکن ان سے ایک محقق کی تشفی نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ان منقولات میں اس قدر تناقص اوراختلاف ہے کہ صحیح واقعہ اور غلط واقعہ میں امتیاز کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ شاید ان سب سے زیادہ اور مفصل بیان اصنام عرب کے متعلق شہرستانی نے اپنی کتاب الملل والنحل میں اور یاقوت نے اپنی کتاب میں کیا ہے جس کی عبارت از قرار ذیل ہے۔

"وکانت ادیان العرب مختلفہ بالمحاورات لاھد المللد وانتقال الی البدان والانتجاعات فکانت قریش وعامتہ ولد معدبن

عدنان على بعض دين ابراہیم یجھون للسیات ویقمون المناسکہ
ویقریون الضیف ویعظمون الاشہر الحرم وینکرون الفواحش
والتقاطع التظالم ویعا قبون على الجرائم فلمہ یذالواعلى ذالکہ
ماکانوالاۃ وکان آخر من قام بولایۃ البیلت الحرام من ولد معد
ثعلبۃ بن ایاد بن نزار بن معد فلما خرجت یا ودیعت خزاعۃ
حجابۃ اللیت فغیر ا مکان علیہ الا مرفی المناسک حتى کا
نویقیضون من عرفات قبل الغروب ومن جمع بعدان تظلم الشمس
وخرج عمر دین لحی رسام لحی ربیعۃ بن حارثہ بن عمر وبن عامر
الى ارض الشام وبھام قوم من العالقۃ یعبدو الاصنام فقال لھم
ماھذہ الاوثان التی اراکمہ تعبدون قالوا. ھذہ اصنام نعبد
ہانستنصر ھا فلستصر ونستسقی لبھا فنسقی فقال الاتعطونی منھا
صنما فاسیر بہ الى ارض العرب عندبیت اللہ الذی تعذالیہ العرب
فاعطورہ صنما یقال لہ ھبل فقدم با مکتہ فوضعہ عنداالکعبہ فکان
الطائف اناطاف بدایا فقبلہ وختم بہ نصبواعلى الصفا صنما یقال لہ
مجاور الریح على المروہ صنما یقال لہ معصم الطیر فکانت العرب
انا جھت البیت فرات تلکہ الاصنام سلت قریشاً وخزاعۃ فیقولون
نعبد ھنا لتقر بنا الى اللہ زلفی ، فلما رات العربہ ذالک اتخات اصنا
ماً فجعلت کل قبیلۃ لھا صنماً یصلون لہ تقربا الى اللہ فیما
یقولون فکان کلب بن ویرۃ واحیاً قضا عۃ ود منصوباً بدومۃ
الجبذکہ بجرش وکا لمحیر وھمدان نسر منصوباً بصنعار وکان
لکنانۃ سراع وکان لفطفان العزى وکان لھند(یمن) وجیلۃ وخشعم
ذوالحلصۃ وکان لطی الفلس منصوباً بالحبس وکان لربیعۃ وایا ء
ذوالکعبات بسدا دامن ارض العراق . وکان لثفیف ارکات منصوباً
بالطائف وکان للاوس والخرزج مناۃ . منصوباً بفدکہ مما یلی ساحل
البحر ، وکان فدت ،صنمہ یقال لہ سعد وکان اقوم من عذرۃ صنمہ
یقال لہ شمس وکان لکازد صنمہ یقال لہ . رئام.

یعنی مختلف قوموں کی مجاورت میں رہنے اور تلاش معاش کے لئے مختلف بلاد میں جانے کی وجہ سے عرب مختلف مذاہب کے پیرو ہوگئے تھے۔ قریش اور معد بن عدنان کی اولاد عموماً مذہب ابراہیمی کی بعض باتوں کو مانتی تھی۔ یہ لوگ حج بھی کرتے تھے اور اس کی رسومات کو بھی بجالاتے تھے۔ مہمان نواز تھے اور متبرک مہینوں کا احترام بھی کیا کرتے تھے۔ بُری باتوں اور کشت وخون اور ظلم کرنے سے انکار کرتے تھے۔ اور مجرموں کو سزا دیا کرتے تھے۔ جب تک یہ لوگ متولی رہے۔ اس وقت تک اسی حالت پر قائم رہے۔ ان میں سے سب سے آخری شخص جو معد کی اولاد میں سے خانہ خدا کا متولی ہوا۔ وہ ثعلبہ بن ایاد بن نزار بن سعد تھا ایاد کے اخراج کے بعد تولیت بن خزاعہ کے ہاتھ آگئی تو انہوں نے مناسک حج میں تبدیلیاں کیں۔ یہ لوگ غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے اترتے تھے اور مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد۔ جب عمر بن لحی ملک شام کے سفر کو روانہ ہوئے۔ اس وقت ملک شام میں عمالقہ رہتے تھے جو کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ عمر بن لحی نے ان لوگوں سے پوچھا۔ کہ ان بتوں کی پرستش کی کیاوجہ ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم ان بتوں کی اس لئے پرستش کرتےہیں کہ جب ہم ان سے فتح مندی چاہتےہیں تو فتح مند ہوجاتےہیں اور جب ان سے بارش کی درخواست کرتےہیں توسیراب ہوجاتےہیں۔ تب عمرو نے ان سے کہا کیا تم ان میں سے ایک بت مجھ کو نہ دوگے؟ جس کو میں عربستان لے جاؤں اور اس کو بیت اللہ کے قریب نصب کردوں۔ جس کی زیارت کے لئے کُل عرب آتےہیں۔ پس انہوں نے اس کو ایک بتُ دیا جس کا نام

ہئبل تھا- اس کومکہ لے آیا اور خانہ کعبہ کے نزدیک نصب کیا-مکہ میں یہ سب سے پہلا تھا جو نصب کیا گیا تھا- اس کے بعد اساف اور نائلہ کعبہ کے کونوں میں اس طرح رکھ دئے گئے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے والا شخص اساف سے طواف کرنا شروع کرتا تھا اور بوسہ دے کر اسی پر طواف ختم کرتا تھا- صفا پر ایک بت نصب کردیا گیا تھا- جس کا نام "مطعم الطیر" تھا- جب عرب کے لوگ حج کرنے آئے تو ان بتوں کو دیکھ کر قریش اور خزاعہ کے لوگوں سے پوچھنے لگے توانہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ " ہم ان کی پرستش کرتے ہیں تاکہ ان کے وسیلے سے خدا کی قربت حاصل کریں" جب عربوں نے یہ سنا تو ہرایک نے اپنے قبیلے کے لئے ایک بت بنایا- جس کی وہ پرستش کرلیا کرتے تھے- پس بنی کلب اور بنی قضاعہ کی خاص معبود وزتھا- جس کو انہوں نے دومتہ الجندل میں جرش میں رکھا تھا- اور صنعاء میں نسر تھا- جس کی پرستش حمیر ا اور ہمدان والے کرتے تھے- بنی کنانتہ کا معبود سواع تھا اور غطفان کا معبود عزیٰ تھا- اور ہند (یمن) وبجیلہ و خشعم کا معبود ذوالخصلت تھا اورملی کا معبود فلس تھا جو حبس میں نصب کیا گیا تھا- ربعیہ اوسایاو کا معبود عراق میں ذوالکعبات تھا اور ثقیف کا معبود لات تھا جو طائف میں رکھا ہوا تھا اور ادس اور خزارج کا معبود منات تھا جو فدک میں ساحل بحریہ نصب تھا- ودس کا ایک خاص بت تھا- جس کا نام سعد تھا- قوم عذرہ کا ایک خاص بُت تھا- جس کا نام شمس تھا- اورازد کا ایک بت تھا جس کا نام رئام تھا" (ج لاص ۲۹۴-۲۹۶ مطبوعہ لندن)

علامہ شہرستانی لکھتاہے:

فیعبد ون الاصنام التی ھی الوسائل وڈا سواغا یغوث و یعوق ونسلی اوکان ود لکلب وھوبددمتہ الجندکہ ورسواع لھزیل رکا یحرجون الیہ ویخرون لہ ویغوث لمذحج ولقبائل من الیمن ویعوق لھمدن ونسری الدی الکلاع بارض حمیر واما الا فکانت لثقیف بالطاف را لعذی تقریش وجیع بنی کناتۃ وقوم من بنی سلیمہ ومناۃ الاو الخررج رغسا وھبل اعظم آمنا مھا عندھم وکان علی ظھر الکعبۃ واساف ونا ئلہ علی الصفا والمروۃ وضعھا عمر وبن لحی وکان یذبح علیھا تجاء الکعبۃ وزعموا الھما کانا من جرھم اساف بن عمرز ونائلۃ بن سھل فضجدافی الکعبۃ فمسخا حجرین ویتل لایل کانا صنمیں جاء لھما عمر وبن لحی فوصغھما علی الصفا وکان لبنی ملکان من کنانۃ صنم یقال لہ سعد .

ترجمہ- پس عرب ود، سواع، یغوث، لیعوق اور نسر کی اپنے وسائل سمجھ کر پرستش کرتے تھے اور اس لئے قربانی کرتے تھے- ود بنی کلب کا بُت تھا- رومتہ الجندل میں اور سواع ہزیل کا بُت تھا- جس کا حج کرتے تھے اور اس کے لئے قربانی کرتے تھے- یغوث ندحج اور یمن کے بعض قبیلے کا بُت تھا- اور یعبوق ہمدان کا بُت تھا اور نسرذی الکلاع کا بُت تھا حمیر میں اور املات یثقیف کا بُت تھا- طائف میں اور عزیٰ قریش اور تمام بنی کنانہ اور بنی سلیم کی قوم کا بت تھا اور منات اوس- خزرج اور عسان کا بُت تھا- اور ہئبل ان کے تمام بتوں سے بہت بڑا بُت تھا جو کعبہ کی چھت پر نصب تھا اور اساف ونائلہ صفا اور مروہ پر نصب تھے- جن کو عمر بن لحی نے نصب کیا تھا- اور ان پر قربانی ذبح کی جاتی تھی- بعضوں کا خیال ہے کہ بنی جرہم کے دو شخص تھے- جن کا نام اساف بن عمر ونائلہ بن سہل تھا- انہوں نے کعبہ میں گناہ کیا تھا- جس کی وجہ سے ----- بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ یہ دو بُت تھے جن کو عمر بن لحی نے صفا میں رکھ دیا تھا- کنانہ کے بنی ملکان کا ایک اور بت تھا- جس کو سعد کہتے تھے-"

(الملل والنحل لابن خرم صفحہ ۱۰۹ وصفحہ ۱۱۰ برحاشیہ جزوچہارم)

اگر ہم ان اصنام مذکورہ بالا کے ساتھ ان اصنام کو بھی شامل کریں جن کا ذکر بعض دیگر تاریخوں اور شروع اور معاجم میں وارد ہے- مثلاً رضا، مناف، علبد، سعیرا اور قصیہ تو ان کی تعداد قریباً تیس تک پہنچ جائیگی- لیکن اگر ان میں سے ہر ایک کی صفات، خواص اور ان کی جائے

اشاعت اور عبادت اور طریق پرستش سے بحث کی جائے تو کتابوں میں باہم اس قدر اختلاف اور تناقص ہے کہ ان میں سے ایک پر بھی بمشکل اعتماد کیا جاسکیگا۔ حالانکہ ان میں سے بہت سے اصنام ایسے ہیں جن کی پرستش جزیرہ عرب میں نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ قوم نوح کے اصنام مثلاً سورہ نوح ۲۳ میں لکھا ہے

کہ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا

ترجمہ: اور جنہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود کو اور سواع کو اور یغوث اور یعوق کو اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ

"هذه الاصنام الخمسه كانت اكبر اصنا مهم ثمه انها انتقلت عن قوم نوح الى العرب فكان ود لكلب وسواع لهمدان ويغوث لمذحج ويعوق المرادونسر لحير ولذالكه سمت العرب بعبد ودعبد يغوث

یعنی یہ پانچ بُت قوم نوح کے بڑے بتوں میں سے تھے جو قوم نوح سے عرب میں پہنچ گئے۔ بنی کلب کا بُت ود اور ہمدان کے لوگوں کا سواع اور ندحج کا یغوث اور رمراء کا یعوق اور حمیرا کا نسر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب عبدو اور عبود یغوث نام رکھتے تھے۔

لیکن جب ہم ابن اسحاق اور ابن ہشام کے اس بیان کو پڑھتے ہیں۔ کہ خانہ کعبہ کے اندر سال کے دنوں کی تعداد پر ۳۶۰ بُت تھے تو ہمیں بے حد حیرت ہوتی ہے۔ یورپ کے متشرقین نے بے حد کوشش کی کہ ابن اسحاق اور ابن ہشام کی تعداد کو کسی نہ کسی طرح سے پوری کردیں۔ چنانچہ انہیں نے گزشتہ زمانے کے مشہور اشخاص کے اسماء کی تفتیش کی جن کے نام کے ساتھ لفظ عبد آیا ہے۔ مثلاً عبدالاسد، عبد تیم، عبدالحامث، عبدلدار عبد عمر د، عبدالملک اور عبدالمطلب اور عبدودا و عبد یغوث وغیر ذالک کہ اس قسم کے ناموں میں مضاف المیہ کسی نہ کسی بُت یا دیوتا کا نام ہے۔

نام جن کے اول میں لفظ امرء ہے۔ مثلاً امرئ القیس وامری الات اور نیز وہ نام جن کے آخر میں لفظ "ایل" ہے مثلاً شراحیل و خیلیل و شمیل دقسمیں کسی نہ کی بت یا دیوتا پر دلالت کرتے ہیں۔

بالفرض اگر یہ خیال صحیح بھی ہو تب بھی ہم ان کے خواص اور طرز پرستش اور ان کے اکمنہ اور ازمنہ سے ہمچو اول ناواقف ہیں یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تبین کب اور کیونکر اور کہاں پیدا ہوئے۔ اور کس طرح ان کی پرستش ہوتی تھی اور ان کے مناسک کیا تھے۔

مورخین اسلام کی روایات میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کو عقلِ سلیم صحیح تسلیم نہیں کرسکتی ہے۔ مثلاً ان کا یہ بیان کہ سب سے اول جس شخص نے ملک شام سے بُت لا کر کعبہ کے قریب نصب کیا تھا وہ عمرو بن لحی بنی خزاعہ کا سردار تھا۔ ہمارے پاس کثرت کے ساتھ ایسے شواہد موجود ہیں جن سے اس بیان کی تردید ہوتی ہے۔ جن کو ہم آئیندہ ذکر کرینگے۔

نیز بہت سے ایسی اور باتیں ہیں جن کے قبول کرنے میں بے حد احتیاط کی ضرورت ہے۔ کیونکہ عرب کے مورخین نے اپنی تاریخی روایات ک بعد از اسلام ایک طویل زمانہ کے بعد لکھا ہے جو زبانی روایت کے لحاظ سے ان کی اصلی صورت بُت کچھ مسخ ہو گئی ہے۔

عرب ایک مدت مدید سے اصنام پرستی اور شرک پروری کے عادی تھے۔ عرب جیسی جاہل قوم کو فطرت کی گونا گوں طاقتیں اور آسمان نے نورانی اور عظیم الشان سیارے اور ستارے نہایت آسانی سے اپنی پرستش اور تعظیم کی طرف مائل کرسکتے تھے۔ اسکے علاوہ عرب کے لوگ جزیرہ عرب میں داخل ہونے سے قبل کلدانی اقوام کے مجاورت میں رہ کر ان سے نجوم پرستی سیکھ چکے تھے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اہلِ یمن صائبی مذہب کے پیرو تھے۔ جو کواکب اور سیارات سبع کی پرستش کرتے تھے۔ علاقہ شہرستانی اپنی کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں کہ امابیوت الاصنام التی کاتت للعرب والھند فھی البیوت السبعة المعروفته المبینة .لی السبع الکواکب " یعنی عرب او ریمن کے بُت خانے وہ سات بُت خانے تھے جن کو انہوں نے سبع سیارے کے نام پر بنایا تھا" (صفحہ ۱۰۳ برحاشیہ الملل والنحل ابن خرم)

سرسید مرحوم لکھتے ہیں کہ " باشندگان عرب کی ایک تعداد کثیر بُت پرست تھی۔ مگر وہاں ایک قوم فرقہ موسوم" یہ صائبی بھی تھا جو توابت اور سیاروں کی پرستش کرتا تھا انہوں نے بے شمار ہیاکل یعنی ستاروں کی پرستش کے معبد تمام ملک میں تعمیر کئے تھے اور ان کو ان مقدس ستاروں کی پرستش کے واسطے مخصوص کیا تھا۔ اس وجہ سے یہ یثرب کے لوگ علی العموم یا عتقاد رکھتے تھے کہ اجرام فلکی انسان کی قسمت پر فرداً فرداً اور نیز یہ ہیئت مجموعی نیک یا بد اثر رکھتے ہیں۔ در باقی مخلوقات پر بھی موثر ہیں اور بالخصوص ان کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ مینہ کر برسانا یا امساک باراں کا ہونا انہی اجرام فلکی کی نیک یا بد ناثیر یہ بالکل منحصر ہے"(خطبات احمدیہ صفحہ ۱۳۰)۔

آفتاب کی پرستش ۔ آفتاب کی پرستش جزیرہ عرب کی تمام اطراف میں رائج تھی۔ مختلف اطراف ہیں مختلف ناموں سے اس کی پرستش ہوتی تھی۔ چونکہ آفتاب اپنے خاندان میں سب سے بڑاہے۔ اس لئے اس کی پرستش بھی باقی سیاروں کی پرستش پر فوقیت رکھتی تھی۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضور مسیح کی پیدائش سے سات سوسال قبل تک اس کی پرستش نہایت تزوک واحتشام کے ساتھ رائج تھی۔ بابل کے کبتوں میں تغتفلار کا ایک کتبہ ملاہے۔ جس کا ذکر کنندہ ہے **A Layard Inscription p.12**

ہیرودتس اسی تاریخ کی (ک ۳ ف ۸) میں اس کی تصریح کرتاہے۔ کہ عرب اور تال کی پرستش کرتے تھے۔ یہ لفظ اور (روشنی) اور تعال (تال) سے مرکب ہے جس کے معنی نور متعال یا نور اعلیٰ ہیں جس سے مراد آفتاب ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ہیرودتس لفظ اور تال کے بعد لکھتا ہے کہ " اور تال ویونیسیوس یا نجوس ہے" جو یونانیوں کے نزدیک آفتاب دیوتاہے ۔ اسی طرح استرابون**(Strabin xvi,74)** اور مورخ اریان **(Arrien vii,20)** اس کی تائید کرتے ہیں۔ ان کی طرح اوریجانوس بھی تیسری صدی عیسوی میں کلوس کے رد میں لکھتاہے کہ نبطی لوگ آفتاب کی خاص طور پر پرستش کیا کرتے تھے۔ **Origenes Contra Calsum v.37** او ران کے پائے تخت سلع (حجر) **(Petra)** میں آفتاب کی تعظیم کے لئے بہت بڑامعبد بناہوا تھا۔

مولوی سید سلیمان صاحب اپنی کتاب ارض القرآن میں لکھتے ہیں ۔ کہ حمزہ اصفہانی المتوفی ۳۷۰ھ نے ایک حمیری کتبہ کا ذکر کیا ہے ۔ جس کی عبارت یہ تھی بنام خدا شمر یرعش (شاہ حمیر) نے آفتاب دیبی کے لئے یہ بنایا"(صفحہ ۳۵)۔

یہی مصنف اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ :

"جنوبی عرب (یمن وحضرموت) اور شمالی عرب (وادی قری احوراں دیار بہ شام) میں قدیم عربی حکومتوں کے نوکر تھے۔ قصور شناہی " معابد دینی اور عام مقابر کی مہندمہ عمارتیں اب تک باقی ہیں۔ جنوبی عرب میں حضرموت میں اس قسم کی عمارتیں ہیں جن میں سے عدن کے پاس ایک انگریز سیاح نے " حسن غراب" کا نشان دیا ہے۔ شمال عرب میں تدمر کے کھنڈر ہیں۔ جن میں نازک وبلند ستون اب تک ایستادہ ہیں۔ معبد شمس کا نشان باقی ہے (صفحہ ۵۱)۔

آفتاب کا دوسرا معبودانہ نام ذوالشریٰ تھا جس کے معنی صاحب روشنی یا خدائے منیر کے ہیں ۔ ان کتبوں میں جو عیون موسیٰ اور مدائن صالح اور طور سیناسے دستیاب ہوئے ہیں یہ

نام کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ اسٹرابون کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ذوالشریٰ آفتاب تھا۔چنانچہ وہ لکھتاہے کہ نبطی آفتاب کی پرستش کرتے تھے اور سالانہ بتاریخ ۲۵ ک اس کی عید ہوتی تھی۔

سرسید مرحوم صائبی فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

مگر جو برائی کہ آہستہ آہستہ ان کے مذہب میں پھیل گئی تھی وہ یہ تھی۔ کہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے تھے۔ انہوں نے سات ہیاکل یعنی معبد سبع سیاروں کے لئے بنائے تھے۔ اور جس ستارے کا جو معبد تھا اسی معبد میں اس ستارہ کی پرستش کرتے تھے۔ حران کے معبد میں سب لوگ بہ نیت حج جمع ہوا کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی بھی بڑی تعظیم[1] کرتے تھے۔ ان کا سب سے بڑا مذہبی تیوہار اس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب بُرج حمل میں جو موسم بہار کا اول بُرج ہے داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے تہوار اس وقت ہوتے تھے جبکہ پانچ سیارے یعنی زحل ،مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد بعض بُرجوں میں یکے بعد دیگر داخل ہوا کرتے تھے۔

(خطبات احمدیہ صفحہ ۱۳۰)

کلیسموس صوری اس قدر اور اضافہ کرتا ہے کہ نبطی کالے پتھر ذوالشریٰ (آفتاب) کاایک مکعب بت بناتے تھے۔ جس کی بلندی چارفٹ اور عرض دو فٹ کا ہوتا تھا **Maximus,enyt u 38** اور ناموں کے ساتھ بھی آفتاب بہت مشہور تھا۔ مثلاً دوالشارق ، المحرق ، الذریح وغیر ذالک، لوگ تبر کا " آفتاب کی غلامی میں اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے۔ مثلاًعبدالشمس، عبد المحرق، عبدالشارق وغیرہ۔

چاند کی پرستش ۔ نبی کنانۃ **Bergman** اور حمیری اور صائبی اور ستاروں کے ساتھ چاند کی بھی پرستش کرتے تھے۔

[1] کیونکہ خانہ کعبہ کو زحل کامعبد سمجھتے تھے

اللات کی پرستش ۔ عرب کے مشہور ترین معبودوں میں سے اللات تھا جس کا ذکر قدیم یونانیوں اور رومیوں اور عربوں کی تواریخ میں ملتا ہے(معجم البلدان لیاقوت ۴: ۳۳۶، ۳۳۷) یہ ایک سفید پتھر کا ٹکڑا تھا جس کی شکل مربع تھی ، ثقیف طائف میں اسکی پرستش کرتے تھے۔ اس کے لئے ایک خاص معبد بنا ہوا تھا۔ جس کا طواف کرتے تھے اور حج ادا کرتے تھے۔ اور اس کے لئے خاص خادم یا کاہن مقرر تھے۔ لیکن زمانہ حاضرہ کے مورخین کا علی لعموم یہ خیال ہے کہ اللات زہر ہے ۔ چنانچہ ہیرودتس اپنی تاریخ میں ک اف ۱۳۱) لکھتاہے کہ عرب آسمانی زہرہ کی پرستش کرتے تھے۔ جس کو وہ الیتاکہتے ہیں " اور اسی کتاب کی ایک دوسری جگہ میں (ک ۳ ف ۳) اس کا صحیح تلفظ بتلاتاہے ۔ کہ االات اس کی پرستش طائف کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ جیسے عرب کے مورخین خیال کرتے ہیں بلکہ جزیرہ عرب کے اکثر اطراف میں اسکی پرستش ہوتی تھی کیونکہ اب چند ایسے کتبے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ بلاد نبط حجر میں اور صلخد میں اور بصری میں اس کی پرستش ہوتی تھی۔ جہاں اس کی ہیکل بنی ہوئی تھی۔ حتیٰ حوران کی اطراف اور تدمر میں بھی اس کی پرستش ہوتی تھی۔ ان اطراف میں اس کے ایسے القاب تھے جن سے اس کی عظمت اور عزت ظاہر ہوتی تھی ۔ مثلاً اللات العظمیٰ اور ام الاالہ خداؤں کی ماں) جس جگہ میں اس کی پرستش ہوتی تھی۔ اس کو اسی جگہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ لات صلخذا اورلات حبرانً وغیرہ۔

اللات کی پرستش کی کثرت اور اس کی شہرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس نام سے سینکڑوں نام مرکب ہوگئے۔ مثلاً ہبلات ، اور " تیم اللات" اور گرید اللات وغیر ذالک"۔

چنانچہ زہرہ شام کوآفتاب کے غروب کے بعد اور صبح کوآفتاب کے طلوع سے قبل ظاہر ہوتاہے۔لہذا پرستاران زہرہ نے اسی اوقاتِ طلوع کے اعتبار سے اس کے دونام رکھے ہیں۔ جب یہ شام کوطلوع ہوتا ہے تو اس کو عترکہتے ہیں جو ستار یاعشتر یاعترعتا کے مساوی

ہے۔ اور جب یہ صبح کو طلوع ہوتا ہے تو اس کو العزیٰ کہتے ہیں جس کے معنی خدائے بلند مقام کے ہیں اور اس کو کوب الحسن بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسحاق انطاکی نے جو چھٹی صدی کے اوائل کا مورخ ہے بالتصریح لکھتا ہے کہ کوکب الحسن زہرہ ہی ہے (میامر اسحاق انطا) ص ۱ : ۲۴۷)
علامہ شیخو نے اسحاق انطا کی، کی اصلی عبارت کو بھی نقل کیا ہے جو سریانی حروف میں ہے۔ (النصرا داد بہا بین عرب الجاہلیت از قسم اول صفحہ ۱۴۲) میں اس کی عربی کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

زہرہ کے لئے عرب لوگ قربانیاں گذارنتے تھے۔ تاکہ وہ ان کی عورتوں کو خوبصورتی مل جائے۔ لیکن باوجود اس کے ان کی عورتیں اور عورتوں کی طرح بعض خوبصورت ہیں اور بعض بدصورت۔ جب سے عرب کی عورتیں آفتاب صداقت یعنی حضور مسیح کی پرستار بن گئی ہیں۔ تب سے انہوں نے زہرہ کی باطل پرستش کو ترک کردیا ہے۔ اور مرد عورت دونوں آفتاب صداقت کے آگے خضوع اور خشوع کے ساتھ اپنے سروں کو خم کرتے ہیں۔ وہ عورتیں جنہوں نے زہرہ کے معبد میں پرورش پائی تھی۔ اب وہ ہمارے ساتھ المسیح کی پرستاری میں شریک ہیں۔"

پروکوپیوس جو کہ چھٹی صدی کا مورخ ہے لکھتا ہے کہ جب غسان کے بادشاہ حارث کا بیٹا منذر شاہ حیرہ کے ہاتھ گرفتار ہوا تو اس کو زہرہ کے لئے بطور قربانی کے ذبح کیا گیا۔
بزرگ نیلوس جو کہ قسطنطنیہ کے اشراف میں سے ایک شریف تھا اپنے لڑکے کا واقعہ لکھتا ہے کہ جب عرب اور بادیہ نشینوں نے اس کو گرفتار کیا تو اس کو اپنے خدا العزیٰ کے لئے جو زہرہ ہے اور بوقت صبح طلوع ہوتا ہے قربانی کے طور پر ذبح کرنا چاہا۔ لیکن نیند ان پر ایسی غالب آگئی کہ میرا لڑکا ان کے ہاتھ سے بچ نکلا۔ یہ ۴۱۰ء کا واقعہ ہے۔ سریان کی تواریخ میں مذکور ہے کہ حیرہ کے ایک بادشاہ نے کئی مسیحی کنواری لڑکیوں کو الغریٰ پر ذبح کیا۔

عرب کے لوگ کثرت کے ساتھ عزیٰ کی غلامی پر اپنے نام رکھتے تھے۔ اور عبدالعزیٰ کہلاتے تھے۔ علامہ دولو لکھتے ہیں کہ منات بھی عزیٰ کا نام تھا۔ عزیٰ کی سطوت ظاہر کرنے کے لئے اس کو منات کہتے تھے۔

(العرب فی الشام قبل الاسلام صفحہ ۲۲۱)

لیکن مورخ یاقوت لکھتا ہے کہ یہ ایک بُت تھا جس کو عمرو بن لحی نے لاکر نصب کیا تھا۔ (۴: ۶۵۲) اور ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ اللات منات سے ماخوذ ہے (۴: ۳۳۷) ابن کلبی سے بیان کرتا ہے کہ منات پتھر کا ایک ٹکڑا تھا۔ (۴: ۶۵۲) یہ تمام بیانات العزیٰ اور للات پر صادق آتے ہیں۔ جس طرح کہ لوگ اپنا نام عبدالعزیٰ رکھتے تھے۔ اسی طرح عبدمنات بھی رکھتے تھے۔ منات کی پرستش قوم ہذیل میں خصوصیت کے ساتھ جاری تھی جو کہ مکہ آس پاس اور مدینہ میں رہتی تھی۔ ازو اور غسان کے قبیلے بھی عیسائی ہونے سے پہلے اس کی پرستش کرتے تھے (یاقوت ۴ : ۶۵۲)۔

زہرہ کے ناموں سے ایک نام " کبر" بھی تھا **(Pocock)** اسی کو مورخ قدرینوس "کبر" کہتا ہے (تاریخ نیقیا)۔

عرب جاہلیت بتوں کی زناشوئی کے قائل تھے۔ مثلاً آفتاب کا شوہر ان کے نزدیک بعل تھا۔ جس کی پرستش جزیرہ نمائے سینا میں بھی ہوتی تھی۔ اور اکثر اسے اس آفتاب بھی مراد لیتے تھے۔ العزیٰ کا شوہر عزیز تھا جن کا ذکر ان کتبوں میں کثرت کے ساتھ آیا ہے۔ جو الرہا اور حوران سے برآمد ہوئے ہیں اور اللات کا شوہر اللاہ تھا۔ اس کا ذکر بھی برآمدہ کتبوں میں آیا ہے۔

اسی طرح عرب جاہلیت زحل، شعریٰ، وبران، جوزا، جبار، اور ثریا کی بھی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ ان ناموں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جو عرب رکھتے تھے۔ مثلاً عبدالجبار، عبدالثریا، عبدنجم وغیرہ۔

علامہ شبلی مرحوم سیرت النبی میں لکھتے ہیں کہ :

قبیلہ حمیر جویمن میں رہتا تھا آفتاب پرست تھا۔ کنانہ چاند کو پوجتے تھے قبیلہ بنی تمیم وبران کی عبادت کرتا تھا۔ اسی طرح قیس صغریٰ کی، قبیلہ اسد عطارد کی اور لخم وجذام مشتری کی پرستش کرتے تھے۔(سیرۃ النبی حصہ اول مجلد اول صفحہ ۱۱۴)۔

حیوان پرستی ۔ اس کے علاوہ عرب میں حیوان پرستی اور نبات پرستی بھی رائج تھی۔ ان حیوانات میں سے جن کو عرب پوجتے تھے۔ ایک نسر (گدھ) تھا جس کا ذکر سورہ نوح میں ودا اور سواع اور یعوث کے ساتھ ہوا ہے۔ آرامی بھی اس کی پرستش کرتے تھے۔ دوسرا عوف تھا جو ایک شکاری پرندہ کا نام ہے۔ نیز شیر کے ناموں میں سے بھی ایک نام عوف ہے۔ عرب کے لوگ اس کے ساتھ بھی نام رکھتے تھے ۔ مثلاً عبد عوف ، بعض مورخین کا خیال ہے کہ جس کے ساتھ جس حیوان کا نام بطور علم کے مستعل ہے یہ اس کی بات دلیل ہے کہ وہ قبیلہ اس حیوان کو پوجتا تھا۔ مثلاً اسد (شیر) غز (چیتا) کلب (کتا)۔

عرب کے مذہبی مقامات

عرب کے اصنام اور معبودوں کے ذکر کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ کہ سابقہ اختصار کے ساتھ ہم ان مقاموں کا بھی ذکر یں جہاں وہ اپنی مذہبی رسومات بجالاتے تھے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

عرب کے خانہ بدوش (مدوی) قبیلوں کے لئے یہ غیر ممکن تھا کہ وہ ادائے عبادت کے لئے یا مذہبی رسومات کے اجرا کے لئے کوئی خاص جگہ معین کرتے ۔ بلکہ اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ کیونکہ ان کے مذہبی فرائض اور وضائف نہایت بے تکلف اور بہت ہی سادے ہوتے تھے۔ جہاں کہیں وہ قیام کرتے تھے وہیں وہ نہایت سہولت کے ساتھ اپنی عبادت اسی طرح ادا کرتے تھے کہ اجرام سماوی کی طرف نہایت خشوع ، وحضوع کے ساتھ نظر اٹھا کر دیکھتے تھے اور اپنے خداؤں کو یاد کرتے تھے ۔ اور کبھی کبھی اپنی عبادتوں کو سجدہ کرنے اور دعا کرنے سے تقویت پہنچاتے تھے۔ اور جب کسی کے لڑکا پیدا ہوتا تھا یا کوئی مرتا تھا یا کسی کی شادی ہوجاتی تھی تب وہ نذرو نیاز بھی دیا کرتے تھے ۔ موالید طبیعہ کی پرستش ۔ زجرا[1] لطیر۔ سانح اور بارح سے تفادل وتشاؤم۔ ان کی بدوی طبیعت کا عین موافق اور پسندیدہ دستور العمل تھا۔ باپ اپنے خاندان میں اور شیخ اپنے قبیلہ میں کاہن کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے اور مذہبی مشاعر انہی کی زیر نگرانی ادا ہوتے تھے۔

لیکن مسکن گزیں اور خاص کروہ اقوام جو تمدن میں ترقی کرچکی تھی۔ مثلاً حمیری و نبطی اور دولت حیرہ کندہ اور غسان ۔ اس قسم کی سیدھی سادی عبادتوں اور رسموں پر اکتفا نہیں کرتی تھیں ۔ بلکہ وہ نہایت تزک واحتشام کے ساتھ عبادت کرتے تھے یا توایک خاص جگہ عبادت کے لئے مخصوص کرتے تھے ۔ جس کو بیش قیمت پردوں اور زر نگار کپڑوں اور کمیاب کھالوں سے آراستہ کرتے تھے ۔ گویا کہ بنی اسرائیل کے عہد کے خیمہ کی نقل اتارتے تھے۔ یا ایک نہایت عالیشان عمارت میں جو اسی مقصد کے لئے بنوائی جاتی تھی عبادت کرتے تھے۔ ان عبادت گاہوں میں بعض نہایت خوبصورت اور لائق دید ہوتی تھیں۔ مثلاً غمدان اور نبط کی بعض ہیاکل جن کے آثار اب تک دیکھنے والوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔

مشہور یونانی مورخ دیودورس (Diad 111 45) سائح اقریطشی اعاثر شیدس سے نقل کرتا ہے ۔ کہ اس نے (مسیح سے دوسال قبل) عرب کے جزیرہ میں سمندر کے سواحل میں تین ہیکلوں کی زیارت کی ہے۔ اکثر ان ہیکلوں کو مسجد کہتے تھے۔ مسلمانوں کا یہ خیال کہ مسجد ہمارا ایجاد ہے غلط ہے۔ کیونکہ ان جدید کتبوں پر جو حال میں نبط سے برآمد ہوئے ہیں کثرت کے ساتھ لفظ مسجد کندہ ہے۔

---

[1] چڑیوں کو اڑا کر دیکھتے تھے ۔ اگر وہ دہنی طرف سے نکل جاتی تھی تو اس کو نیک شگونی سمجھ کر سانح کہتے تھے اور اگر بائیں طرف سے نکل جاتی تھی تو اس کو بد شگونی سمجھ کر بارح کہتے تھے ۔ (منہ)

عرب کے ایک اور قسم کے عبادتخانے بھی تھے جن کو وہ " کعبات[1] کہتے تھے۔ لفظ کعبات کا ان مکانوں پر اطلاق ہوتا تھا۔ جن کی شکل مکعب بنی ہوئی ہوتی تھی۔ اور اس قسم کے مکانوں میں عرب خصوصیت کےساتھ اپنے بتوں کی پرستش کرتے تھے ۔جزیرہ عرب کے شمال میں بنی آیاد کا ایک معبد تھا۔ جس کا نام ذوالکعبات تھا۔ اسی طرح نجران میں ایک معبد تھا۔ جس کا نام کعبہ نجران تھا اور یمن میں ایک معبد تھا۔ جس کا نام کعبہ یمانیہ تھا۔ جس میں بنی فثعم اپنے بت ذوالحلصہ کی اور بتوں کے ساتھ پرستش کرتے تھے۔ لیکن ان تمام کعبات میں سے حجاز کا کعبہ جومکہ میں ہے نہایت مشہور تھا۔ جس شخص نے سب سے اول اس کا ذکر تاریخ کے اوراق میں کیاہے ۔ وہ دیودورس یونانی ہے جو مسیح سے سو سال قبل کا مورخ تھا ۔ چنانچہ وہ لکھتاہے کہ عرب کی ان اطراف میں جو بحر قلزم کی متصل ہیں ایک ہیکل ہے جس کی تعظیم کلُ عرب کرتے ہیں"(ک ۳ ص ۲۱۱) کعبوں کی کثرت کی یہ حالت تھی کہ مورخ بلندیوس دوسری صدی عیسوی میں صرف شہر سبا میں جو یمن کا پایہ تخت تھا ساٹھ کعبے بتلاتا ہے اور تمنہ بنی غطفان کے مشہور شہر میں ۶۵ بتلاتاہے۔

عرب اپنے معابدے کے لئے زمین کا ایک خاص ٹکڑا بطور حرم معین کرتے تھے۔ جس کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا ۔ کہ اس حد میں کوئی ایسا کام کرے جس سے اس معبد کی بے حرمتی متصور ہو۔ ان حرموں میں مکہ کا حرم بہت ہی مشہور تھا اور ہے۔ اسی طرح ان معابد کے لئے خاص خاص خدمتگار مقرر ہوتے تھے۔ جن کو کاہن عراف یا متولی کہتے تھے۔ اور بعض ان معابد کو اپنے نام کے جزولانیفک کے طور پر استعمال کرتے تھے مثلاً عبد الکعبہ ، عبد الدار وغیر ذالک۔

اکثر ان معابد کو تصاویر سےآراستہ کرتے تھے اور اس کی دیواروں کو نقش ونگار سے پیراستہ کرتے تھے۔ قسم قسم کے بتوں کی تماثیل کھڑے کرتے تھے ۔ ان تماثیل میں سے بعض کو سنگ مرمر اور سنگ موسیٰ سے بناتے تھے اور بعض عقیق سے اور بعض کو دیگر بیش قیمت پتھروں سے اور بعض کو معمولی چٹانوں سے بناتے تھے ۔ چنانچہ سعد جو بنی کنانہ کا ایک بُت تھا ایک معمولی چٹان سے بنا ہوا تھا جس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے کہ :

اتینا الی سعد لیجمع شملنا

فشتتنا سعد فلانحن من سعد

وھل سعد الا صخرۃ بتنوفۃ

من الارض لا تدعو لغی ولارشد

یعنی ہم سعد کے پاس غرض سے آئے تھے تاکہ ہمارے منتشر اجزا کو جمع کردے ۔ لیکن سعد نے الٹا ہمیں منتشر کردیا ۔ اس لئے ہم سعد کے پاری نہیں ہیں۔ سعد کیاہے وہ ایک بے ڈول چٹان ہے جو ایک بے آب وگیاہ دشت میں نصب ہے۔ نہ تو یہ کسی کو گمراہ کرسکتاہے اور نہ رہنمائی کرسکتاہے۔

اور بعض بتوں کو خاص خاص شکلوں میں بناتے تھے اور ان کے ہاتھوں ایسی چیزوں کو تھمادیتے تھے۔ جن سے ان کے موہو" خواص ظاہر ہوجائیں۔ مثلاً ودا اور ہبل کے ہاتھوں میں کمان اور تیر ہوتے تھے ۔ اور آفتاب کے بُت کے بُت کے ہاتھ میں سرخ رنگ کا ایک بیش قیمت پتھر ہوتا تھا اور ماہتاب کا بُت بچھڑے کی صورت پر ہوتا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بیش قیمت پتھر ہوتا تھا۔

عرب ان بتوں کی مختلف طور پر پرستش کرتے تھے۔ بعضوں کی پرستش حج کے طور پر تنہا یا جماعت کے ساتھ کرتے تھے۔ اول غسل یا وضو کرکے اس بُت کے چاروں طرف چند بار طواف کرتے تھے ۔ پھر اس بُت کو بوسہ دیتے تھے اور خاص خاص تلبیہ کے ذریعہ ان کی قرابت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

مناسب معلوم ہوتاہے کہ بعض بُتوں کو تلبیے ہدیہ ناظرین کئے جائیں۔

[1] کعبہ کی جمع (منہ)

ذوالکفین کا تلبیہ: جو قبیلہ دوس کا بُت تھا. لبیکہ النھم لبیکہ لبیکہ

ان جرھما عبادک الناس طرف وھم تلاک ونحن اولیٰ منھم بولاک

ترجمہ: اے خدا ہم تیری فرمانبرداری کے لئے تیرے در پر کھڑے ہیں ۔ حقیقت میں تیرے بندے جرہم ہی ہیں قدیم سے تیرے بندے ہیں۔ اور باقی لوگ تو آج ہی سے تیرے بندے ہوئے ہیں۔اس لئے باقی انسانوں کی بہ نسبت ہم تیری دوستی کے زیادہ مستحق ہیں۔"

نسر کا تلبیہ " لبیکہ اللھم لبیک لاننا عبید وکلنا میسرةٍ وانت ربنا الحمید

ترجمہ: " اے خدا ہم تیری فرمانبرداری کے لئے تیرے دے پر کھڑے ہیں ۔ کیونکہ ہم تیرے ناچیز بندے ہیں اور تو ہمارا قابلِ تعریف رب ہے۔

آفتاب کا تلبیہ: لبیک اللھم لبیک مانھار نا نجره ازلامه وحرة قره. لانتقی شیاً ولا نصره. حجاً لرب مستیقمه یرهً.

ترجمہ: اے خدا ہم تیری فرمانبرداری کے لئے تیرے در پر کھڑے ہیں ہم اپنے دن کو اس کی شعاعوں کے پھیلنے اور اس کی گرمی اور سردی کے ساتھ بسر نہ کرسکینگے ۔ نہ تو ہم کسی سے ڈرینگے ۔ اور نہ کسی کو ضرر پہنچائینگے ۔ یہ ہمارا حج ہے اس رب کے لئے جس کی نیکی سب پر براہ راست شامل ہے۔"

عرب کی مذہبی رسموں میں یہ رسم بھی تھی کہ وہ اپنے بتوں کو اوپر شراب ، تیل اور دودھ چھیڑدیا کرتے تھے اور ان کے آگے خوراک رکھ دیا کرتے تھے ۔ جن کو ہوا کر پرندے کھالیا کرتے تھے ۔ اس لئے اس قسم کے بتوں کو وہ مطعم الطیر یعنی پرندوں کا کھلانے والا کھتے تھے۔

اسی طرح بتوں کے آگے اپنے بچوں کی پیشانی یا سر کے بال منڈواتے تھے۔ اور کنواری لڑکیاں ان کے چاروں طرف ناچتی تھیں ۔ چنانچہ امراء القیس کہتاہے کہ

فعن لنا سرب کان نعاجه

عذاریٰ دوارفی ملاء مذیل

ترجمہ ہمارے آگے ایک ایسا گلہ آنکلا جس کی گائیں خوبصورتی میں ان دوشیزہ لڑکیوں کی طرح تھیں جو لمبی چادر اوڑھے ہوئے دوار کی چاروں طرف ناچتی ہیں۔"

عرب نہایت اہتمام کے ساتھ اپنے بُتوں کے آگے انسانی قربانی گزارنتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ انسانی قربانی کی وجہ سے ان کے خداؤں کا غضب دور ہوجاتاہے۔ اور ان کی زیادہ قربت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ برفیریوس جو دوسری صدی عیسوی میں ایک بُت پرست فلاسفر تھا ۔ لکھتا ہے کہ دومتہ الجندل کے لوگ ہر سال اپنے بُت کے آگے ایک انسان کو بطور قربانی کے ذبح کیا کرتے اور اس کی لاش کو مذبح کے قریب دفناتے ہیں۔"

Porhyrius Deabstinentia 11 56

پروکوپیوس یونانی بیان کرتاہے کہ منذر نے عزیٰ کے سامنے غسان کے بادشاہ کے لڑکے کو جو اس کے ہاتھ میں گرفتار ہوا تھا۔ چار سو راہبہ عورتوں کے ساتھ جو عراق کی خانقاہوں میں عزلت گزیں تھیں ذبح کیا ۔ نیلس جو پانچویں صدی کا مورخ ہے ۔ اس کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتاہے کہ کسی طرح ایک بار عرب کے بادہ نشیں لوگوں نے طور سینا پر حملہ کیا اور وہاں کے راہبوں کو قتل کیا اور اس کے لڑکے تاودویس کو گرفتار کرکے لے گئے اور صبح کے ستارے یعنی عزیٰ کے آگے اس کو ذبح کرنا چاہا۔ اسی ضمن میں ان کی انسانی قربانیوں کے متعلق ذکر کرتے ہوئے لکھتاہے کہ :

ان کمینوں کا کوئی مذہب نہیں ہے بجز اس کے کہ صبح کے ستارہ (عزیٰ) کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور اس کی بے حد تعظیم کرتے ہیں اور اپنے قیدیوں میں سے جن کو وہ لڑائیوں میں گرفتار کرلیتے ہیں۔ سب سے بہتر شخص کو اس کے آگے ذبح کرتے ہیں۔اس کام کے لئے وہ خوبصورت نوجوانوں کو ترجیح دیتے ہیں قربانی کے پتھروں اور چٹانوں کی قربانگاہ بناتے ہیں اور صبح کی انتظاری کرتے ہیں ۔ جب صبح کا ستارہ ظاہر ہوجاتا ہے ۔ تب اپنی قربانی کو

شمشیروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں اور اس کا خون پی لیتے ہیں۔ اور اگر ان کے ہاتھ میں کوئی قیدی گرفتار نہ ہوسکے ۔ تووہ ایک خالص سفید اونٹنی کو قربانی کے طور پر اس طرح ذبح کرتے ہیں کہ اس کو بٹھادیتے ہیں ۔ اور تین بار اس کے چاروں طرف چکر لگاتے ہیں ۔ تب ان کے کاہن اگر وہ ورنہ ان کا سردار نہایت شان وشوکت کے ساتھ آگے بڑھ کر جبکہ اور لوگ گیتوں میں مشغول ہوتے ہیں اپنی شمشیر سے اس کی شاہ رگ پروار کرتاہے اور سب سے اول وہ خود اس کا خون پی لیتا ہے۔ اس کے بعد باقی لوگ اس پر حملہ کرکے اس کی بوٹی بوٹی کردیتے ہیں اور آفتاب نکلنے سے پیشتر بہت جلد جلد اس کی ہڈی کھال اور سب کچھ کچا کھالیتے ہیں (اعمال الاباء الیونان ازمین)۔

Migne, p G.G.L xix 611

اس کے بعد یہی مورخ اس واقعہ کا بیان کرتاہے جو ۔اس کے لڑکے کے ساتھ اس وقت ہوا جبکہ وہ نوجوان لڑکا اپنے باپ سے علیحدہ کوہ طور پر ایک گوشہ تنہائی میں عزلت نشین تھا اور عربوں نے اس پر حملہ کیا۔ اور اس کو ایک خوبصورت نوجوان دیکھ کر گرفتار کرکے لے گئے۔ تاکہ اس کو عزیٰ کے لئے قربانی گزرانیں ۔ وہ اپنے لڑکے کی زبانی جب وہ چھوٹ کر واپس آگیا تھا یوں بیان کرتاہے کہ :

" جب یہ لوگ مجھ کو لے گئے تاکہ مجھ کو ستارہ صبح کے لئے قربانی گزاریں۔ تو انہوں نے آئندہ صبح کے لئے ان تمام ضروریات کو فراہم کیا جن کی میری قربانی کے لئے ضرورت تھی۔ انہوں نے ایک قربان گاہ بنائی اور شمشیر اور چھڑنے کا تیل اور پیالہ اور خوشبودار جلانے کے لئے اسباب مہیا کئے ۔ اور اگرچہ میں منہ کے بل زمین پر پڑا ہوا تھا۔ لیکن میری روح آسمان کی طرف اڑرہی تھی۔ اور میں خدا سے رقت کے ساتھ دعا کررہا تھا کہ مجھ کو ان ظالموں کے ہاتھ سے رہا کردے۔ یہ وحشی لوگ اس خوشی کی ضیافت میں رات بھر اس قدر شراب اور کباب ٹھوستے رہے کہ صبح ہوتے ہوتے سب کے سب موت کی نیند سوگئے ۔ یہ اس وقت جاگے جبکہ آفتاب طلوع ہوچکا تھا اور میری قربانی کا وقت گزرچکا تھا ۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو مجھ کو پاس کے گاؤں میں جس میں بازار لگتا تھا لے گئے تاکہ اگر کوئی شخص میرا خون بہانہ دے تو مجھ کو ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کریں۔ چنانچہ ایک شخص کو مجھ پر رحم پرآیا اور خون بہادے کر مجھ کو آزاد کیا۔ یہ سب کچھ اس گاؤں کے بشپ صاحب کی بدولت ہوا جس کے طفیل سے آج میں اپنے والد کے پاس پہنچا ہوں۔"

عرب جاہلیت میں اور بھی مذاہب جاری تھے مثلاً مجوسیت ، صائبیت ، یہودیت وغیرہ ہم چونکہ اس بحث کو صرف مسیحیت تک محدود رکھنا چاہتے ہیں لہذا باقی مذاہب سے قطع نظر کرکے آئندہ مسیحیت کے آغاز کا ذکر کرینگے۔

عربستان میں مسیحیت کا آغاز

اور تواریخی شواہد کے علاوہ جن کو ہم آگے چل کر پیش کریں گے ۔خود اناجیل مقدسہ اور مقدس حوارییّن کے بعض رسائل اس کی امر کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ مسیحیت کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اس کی نورانی شعامیں عرب کے ظلمت کدہ میں پرتوافگن ہوگئی تھیں۔

دنیا کے دیگر ممالک پر صرف عربستان کو یہ شرف حاصل ہے کہ سب سے اول اس کے باشندگان میں سے چند اشخاص نے جن کو کتب مقدسہ میں مجوسی کہا گیا ہے۔ مسیحیت کو قبول کیا ۔ چنانچہ متی کی انجیل میں لکھاہے کہ " جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانے میں یہودیہ کے بیت اللحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلیم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے اوراس گھر میں پہنچ کر بچے کو اس کی ماں مریم کے پاس دیکھا اور اس آگے گر کر سجدہ کیا اور اپنے ڈبے کھول کر سونا اور لوبان اورمُر اس کو نذر کیا (متی ۲: ۱تا۱۲)۔

اس سوال کے جواب میں مجوسیوں کے عربی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ ہمارے پاس چند ایسی قطعی دلائل موجود ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ یہ مجوسی درحقیقت عربی تھے۔

(۱) دوسری صدی عیسوی سے لے کر پانچویں صدی عیسوی تک تمام بڑے بڑے مفسرین ومورخین کلیسیا ان مجوسیوں کو عرب سمجھتے تھے۔ مثلاً بزرگ یوستینوس دوسری صدی میں اپنے مشہور مباحثہ میں جو تریفوں کے ساتھ ہوا تھا ۔ مشہور متکلم بزرگ ترتولیاں تیسری صدی کے آغاز میں اپنی دو مشہور کتابوں میں جو یہودیوں کی تردید میں (ف ۹) اور مرقیوں کے رد میں (ک ۳ف ۱۳) لکھی تھیں۔ اور بزرگ قبریانوس تیسری صدی میں کوکب المجوسی کے ممیرہ[1] میں اور بزرگ ابیفانیوس چوتھی صدی میں اپنی کتاب دستور الایمان (ص ۸) کی شرح میں اور بزرگ یوحنا فم الذھب اسی چوتھی صدی میں میمرہ الثانی انجیل متی کی شرح میں ان مجوسیوں کو جو خداوند کی تعظیم کرنے آئے تھے عربی سمجھتے تھے۔

اسی طرح ان بزرگوں نے یشعیاہ نبی اس پیشینگوئی سے کہ اونٹوں کی قطاریں اور مدیاں اور عیفہ کی سانڈھنیاں آگے تیر گرد بے شمار ہونگی ۔ وہ سب جو صبا کے ہیں آئینگے وہ سونا اور لوبان لائینگے اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سنائیں گے" (۶۰: ۶) یہ استدلال کیا ہے کہ ضرور یہ مجوسی عرب تھے۔

(۲) ان مجوسیوں کے نذرانہ سے بھی یہی ثابت ہوتاہے کہ وہ عربی تھے کیونکہ سونا، لوبان اور مر عربستان کے سوائے عجم کے کسی اور ملک میں نہیں ہے"(Strab L xvi)

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ " اور سبا کا سونا اسے دیا جائیگا (زبور ۷۲: ۱۵) لوبان اور مر تو عربستان کے سوائے اور کہیں پیدا ہی نہیں ہوتے ۔ نیز دیکھو پیدائش ۳۷: ۱۵)۔

[1] میمرا کی سریانی الاصل لفظ ہے جس کے معنی واعظانہ وناصحانہ تفسیر کے ہیں۔(منہ)

(۳) مجوسیوں کا یہ کہنا کہ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں ۔" صاف ظاہر کرتاہے کہ وہ عرب سے آئے تھے۔ کیونکہ عربستان ہی فلسطین کے پورب یعنی مشرق میں واقع ہے ۔چنانچہ کتب مقدسہ میں عربوں کا دوسرا نام بنی مشرق ہے۔یعنی پورب کے بیٹے۔

اب اس سوال کا جواب کہ اگر وہ عربی تھے تو ان کو مجوسی کیوں کہا گیا؟ یہ ہے کہ کتب مقدسہ میں مجوس کا اطلاق کثرت کے ساتھ حکماء مشرق یعنی عرب پر ہوا ہے۔ یونان کے بڑے بڑے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حکیم فیثاغورس جزیرہ عرب میں گیا تاکہ عربوں سے فلسفہ سیکھے۔ حکیم بلینیوس نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ عربستان ہی مجوسیوں کا ملک ہے۔ حکیم بلینیوس کی تاریخ طبعی۔

Plin.Hist.Nat :xxv 5

اس امر پر کہ اہل عرب خداوند کی پیروی اور آپ پر ایمان لانے میں باقی اقوام عالم پر سبقت لے گئے تھے۔ انجیل مقدس میں ایک اوردلیل ہے۔ وہ یہ کہ جہاں مقدس متی (۴: ۲۴، ۲۵) اور مقدس مرقس ۳: ۷) اور مقدس لوقا (۶: ۱۷) نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جن کو خداوند نے اپنے کلام معجزالتیام میں سنایا تھا۔

وہاں خاص طور پر اہل روم اور ماوراء لارون کا ذکر کیا ہے ۔ جہاں کثرت کے ساتھ عرب کے مختلف قبیلے آباد تھے۔ پس یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ خداوند کے معجزے یہاں بے اثر رہ گئے ہوں اور لوگ آپ پر کثرت کے ساتھ ایمان نہ لائے ہوں۔ اس کے علاوہ وہ بہت عرصہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ عیدِ نزول کے وقت خدا نے اہل عرب کو ایک اور بیش قیمت موقع عنایت کیا۔ چنانچہ مقدس لوقا نے خاص طور پراہل عرب کا ذکر ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے جو حضور کے حواریوں کے معجزانہ کلام کو سن کر حضور پر ایمان لائے(اعمال) یہ بپتسمہ یافتہ عربوں نے (۲: ۴) اپنے ملک میں جاکر ضرور اس عظیم الشان معجزہ کاذکر کیاہوگا ۔ اور مسیحیت کی تبلیغ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہوگی ۔ چنانچہ انہی ایماندار مسیحی عربوں کی کوشش

اور تبلیغ کی وجہ سے عرب میں بہت جلد مسیحیت پھلتی پھولتی دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی رہی۔ یہاں تک کہ جب مقدس پولوس مسیحی ہوئے تو اور ملکوں میں جانے کی بجائے سیدھے عربستان کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں تین سال تک مقیم رہے۔ چنانچہ مقدس پولوس فرماتے ہیں کہ " جب اس کی مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ پر ظاہر کرے تاکہ میں غیر قوموں میں اس کی خوشخبری دوں۔ تو نہ میں نے گوشت اور خون سے صلاح لی اور نہ یروشلیم میں اس کے پاس گیا جو مجھ پہلے رسول تھے ۔ بلکہ فوراً عرب کو چلا گیا۔۔۔۔پھر تین برس کے بعد میں کیفا سے ملاقات کرنے کو یروشلیم گیا(خطِ اہل گلتیوں ۱ : ۱۵، ۱۸)۔

مقدس پولوس جیسے رسول کا عرب میں جانا نہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں عرب کثرت کے ساتھ آباد تھے۔ بلکہ مقدس پولوس کی تبلیغی سرگرمی اور انہماک اور شغف کو مدِ نظر رکھ کر بلاخوف یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے طفیل سے عرب کے گوشہ گوشتہ اور قبیلہ قبیلہ میں مسیحیت پھیل گئی ہوگی۔

قریباً ۵۰ء میں حضور مسیح کے حواری معمورہ عام کی اطراف واکنا مسیحیت کی تبلیغ وتبشیر کی غرض سے جس کے لئے حضور نے ان کو حکم دیا تھا۔ پھیل گئے دنیا کے دیگر حصص کے بالمقابل چونکہ عربستان مرکز مسیحیت کے بالکل قریب واقع تھا۔ اس لئے عربستان کی طرف رسولوں کی توجہ زیادہ مائل رہی اور ان کی بشارت سے عربستان کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا۔ چنانچہ قدیم مورخین نے اس امر کو متصلاً ومتفقاً بیان کیا ہے۔ کہ رسولوں میں سے بعض نے عربستان کے مختلف جہات میں عربستان کے متعدد بڑے بڑے قبائل کو مسیحیت میں شامل کرلیا تھا۔ علامہ یوسف السمعانی نے مکتب الشرفیہ کی جلد سوم کی قسم ثانی میں **Bible or 111 1-30** کثرت کے ساتھ یونانی ، سریانی اور عربی کے مورخین کے ایسے شواہد نقل کئے ہیں ۔ جو اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ حضور کے رسولوں نے عربستان کی مختلف اطراف میں جاکر مسیحیت کی تبلیغ کی جس کی وجہ سے عرب کی مختلف اقوام اور قبیلے مسیحیت کی آغوش میں آگئے ۔ خاص بادیہ شام، طورسینا، یمن ، حجاز اور عراق میں مسیحیت کو بے حد کامیابی حاصل ہوئی ۔ جن رسولوں نے عربستان میں تبلیغ کا کام کیا۔ ان کے نام ازقرار ذیل ہیں:

متی ، برتلمائی ، توما، تدی ، تیمون

خود مسلمان مورخین نے بھی اس کی تصدیق کی ہے ۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔ علامہ طبری کی تاریخ کی جلد اول کے صفحہ ۷۳۷، ۷۳۸ تک اور ابولفدا کی تاریخ کی جلد اول کے صفحہ ۱۲۷ اور مقریزی کی الخطط کی جلد دوم کے صفحہ ۴۸۳ ۔ حضور کے رسولوں کے علاوہ رسولوں کے شاگرد بھی عربستان میں مسیحیت کی تبلیغ کرنے میں مشغول تھے۔ چنانچہ مورخین کے درمیان فیلبس شماس (ڈیکن) اور تیمون خاص طور پر مبلغین عرب کے نام سے مشہور ہے۔

۷۰ء میں حضور کی وہ پیشینگوئی جو یروشلیم کی بربادی کے متعلق تھی (لوقا ۲۱: ۵، ۲۸) پوری ہوئی ۔ یروشلیم برباد ہوگیا۔ ہزارہا یہودی نہایت بیدردی کے ساتھ قتل کردئے گئے ۔ جو زندہ بچ گئے ان کو گرفتار کرکے قید کردیا گیا۔ لیکن ان میں سے جو مسیحی ہوگئے تھے ۔ وہ حضور کے ارشاد کے مطابق اس جا نکا وروح فرسا واقعہ سے قبل ہی یروشلیم خالی کرکے نکل چکے تھے۔ اور اردن کو پار کرکے عربستان میں آکر آباد ہوگئے ۔ چنانچہ اوسابیوس مورخ لکھتاہے کہ مسیحیوں نے ان علاقوں میں سکونت اختیار کی اور ان کے ہم جنس بشپ انکی نگرانی کرتے تھے۔ Migne: Patralogre Grecque Patralogie Datime xx 221 تاریخ کلیسیا از میں ۔

ہمارے زمانے کے متجسسین آثار قدیمہ نے نہایت کثرت کے ساتھ عربستان کے مختلف اطراف میں ایسے کتبے برآمد کئے ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ ایک مدت مدید اور عرصہ درازسے مسیحی نہایت کثرت کے ساتھ عرب میں آباد ہوئے تھے ۔ ان برآمدہ آثار میں سے قابل ذکر اناجیل اربعہ اور توریت کے صحیفے اور نماز کی کتاب اور روحانی گیتوں کی کتاب ہیں۔ یہ کتابیں فلسطینی یعنی آرامی زبان میں ہیں۔ ان تواریخی شواہد سے یہ نتیجہ نہایت صحت کے ساتھ

اخذ کیا جاسکتا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ مسیحیت پہلی صدی عیسوی میں عربستان کے مختلف اطراف میں نہایت کثرت کے ساتھ پھیل گئی تھی۔

چنانچہ استینوس شہید جو نابلس کے رہنے والے تھے۔ دوسری صدی کے وسط میں اپنے اس مباحثہ میں جوزلفیوں یہودی کےساتھ ہوا تھا لکھتےہیں کہ :

"انسانوں میں کوئی ایسی قوم باقی نہیں ہے خواہ وہ یونانی ہو یا بربری یا وہ جس نام سے پکاری جاتی ہو۔ حتیٰ کہ عریات (استیثین) اور وہ لوگ جو خیموں میں رہ کر مواشی چراتے پھرتےہیں اور وہ لوگ جو بادیہ نشین ہیں اور کسی خاص گھر میں سکونت نہیں کرتے ۔ جس میں سے لوگ کثرت کے ساتھ مسیحی نہ ہوئے ہوں اور مسیح کے نام پر نذرونیاز دیتے ہوں اور خدا کی عبادت نہ کرتے ہوں۔"

Migne Patralogie Grecque VI.Col 750 تاریخ کلیسیائی ازمین

ایرینادس ان اقوام کےساتھ جو مسیحی ہوئے تھے ۔ عربوں کو بھی بنام اہل مشرق شمار کرتاہے۔ چنانچہ وہ لکھتاہے کہ آج مسیحی ایمان تمام دنیا میں پھیل چکا ہے۔ اگرچہ ان کی زبانیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لیکن ان کی روح اور ان کے دل ایک ہی ہے۔ خواہ وہ جرمانیہ کے رہنے والے ہوں یا اریہ یا قلتیہ کے رہنے والے ہوں یا مشرق کے خواہ وہ مصر کے رہنے والے ہوں یا لبیہ کے یا دنیا کے درمیانی ممالک کے رہنے والے ہوں۔ ان سب کا ایک ہی ایمان اور ایک ہی اعتقاد ہے۔ جس کو ہم آفتاب کے ساتھ تشبیہ دے سکتےہیں کہ ان کی شعاعیں ساری دنیا کو منور کررہی ہیں۔ لیکن وہ خودایک ہی ہے Migne Patralgie Grecque xxx p.554 تاریخ کلیسیائی ازمین

ترتولیاں تیسری صدی کے آغازمیں اپنی کتاب یہودیوں کی تردید کے فصل ہفتم میں لکھتےہیں کہ صرف وہی اقوام مسیحی نہیں ہوئیں جورومیوں کے ماتحت ہیں۔ بلکہ سرمانیہ وداقیہ وجرمانیہ واسقیشیہ (عربیہ) اور مجہول الاسم اقوام جو مختلف اطراف اور متفرق جزائر میں رہتی تھیں کثرت کےساتھ مسیحی ہوئےہیں۔

ہم اسی مضمون میں کہیں لکھ چکےہیں کہ زمانہ جاہلیت میں یمن اور اس کے اطراف کا دوسرا نام ہند تھا جو شعرائے جاہلیت کے اشعار میں کثرت کے ساتھ مذکور ہے۔ نیز قدیم مورخین کی کتابوں میں بھی ہند کا اطلاق عرب کے اسی حصہ پرہوا ہے۔(اعمال) المقدسین جلد دہم ماہ تشرین اول صفحہ ۶۷۰) اسی ہند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بزرگ یوحنا فم الذھب یہودیوں کی تردید میں لکھتےہیں کہ :

ذرا غور تو کرو کہ کس سرعت کے ساتھ مسیحی کلیسیادنیا میں پھیل رہی ہے۔ یہ سب کچھ خداکے فضل سے ہے کہ مختلف اقوام اپنے مذہب اورآبائی تعلیم ترک کرکے خدا کی عبادت کے لئے گرجے تعمیر کرارہےہیں ۔ ان اقوام میں سے بعض تورومی سلطنت کے ماتحت ہیں۔ مثلاً اسقیشین ۔ اہل عرب واہل ہند (یمن) اور بعض اس کے باہر جزائر برطانیہ اور اقصائے عالم تک پھیلی ہوئی ہیں ۔Migne Patralogie Grecque xxi 500 تاریخ کلیسیائی ازمین۔

عربستان میں مسیحیت کا آغاز

۱ ۔ نوبیوس تیسری صدی مسیحی میں ان بُت پرست قوموں کا ذکر کرتاہے ۔ جو مسیحی مبلغوں کی تبلیغ کے اثرسے بتُ پرستی سے تائب ہو کر مسیحی ہو گئی تھیں۔ چنانچہ وہ لکھتاہے کہ :

ان عجیب باتوں کو دیکھو جو حضور مسیح کے ظہور کی وجہ سے دنیا کے ربع مسکوں میں واقع ہوئی ہیں حتی کہ آج ایک قوم بھی ایسی نہیں ملیگی۔ جس میں بت پرستی بدستور باقی رہی ہو۔ ان کی کینہ توز طبیعت محبتانہ طبعیت سے تبدیل ہو گئی ہے۔ ان کی عقل مسیحی ایمان کی

تابع ہو گئی ہے۔ وہ اقوام جن کی طبائع باہم متبائن اور جس کی فطرت باہم مخالف تھیں آج باہم متحد اور متفق ہیں۔ ان اقوام میں قابل ذکر ہندی، چینی، فارسی، مادی اور وہ لوگ ہیں جو عرب کے ممالک میں رہتے ہیں اور مصری اور ایشیا کے مختلف حصوں کے رہنے والے اور سریانی ۱۰۰۰۰ درہر جزیرہ اور ہر اقلیم کے شامل ہیں "(ک ۲ ف ۵، ۱۲)۔

مورخ سوزمان چوتھی صدی عیسوی میں لکھتا ہے کہ عرب کے بعض مختلف شہروں اور قصبوں میں بشپ مقرر ہیں۔"

Migne Patralogie Grecque 67, 1476 (تاریخ کلیسیائی ازمین)

اسی طرح تادوریطس پانچویں صدی میں اپنی کتاب دوائے گمراہاں یونان میں لکھتا ہے کہ نہ صرف وہ لوگ جو کہ رومی قوانین کے ماتحت ہیں مسیح پر ایمان لائے ہیں۔ مثلاً حبش جو کہ تیبہ میں خیموں میں رہتے ہیں اور اسماعیلی قبائل بلکہ اور لوگ بھی مسیح پر ایمان لا چکے ہیں مثلاً سرمایتہ اور ہندی اور عجمی اور صینی اور برطانوی اور جرمانی۔

Migne Patralogie Grecque 88 p.10.1037

اسی طرح اپنی ایک دوسری کتاب میں جس کا نام تاریخ الرہبان ہے۔ اسی بیان کو مکر رکھتا ہے۔ Migne Patralogie Grecque 82 .p.1471تاریخ کلیسیائی ازمین۔

یہاں تو ہم نے عام طور پر کل عربستان کا ذکر کیا ہے۔ آئندہ عربستان کے ہر حصہ کا جداگانہ طور پر ذکر کرینگے۔

عرب شام میں مسیحیت

اگر آپ عربستان کے نقشہ میں بحر الشام کو زیر نظر رکھ کر شمالی ساحل میں طرابلس اور جنوبی ساحل میں عکا کو آغازِ سفر کرکے ان دونوں شہروں میں سے بہ خط متوازی مشرق کی طرف حرکت کریں تو طرابلس سے دو منزلوں کے بعد اور عکا سے تین چار منزلوں کے بعد ایک ایسے وسیع صحرا میں آپ پہنچینگے کہ اگر آپ تدمر کی طرف نگاہ کریں تو جہاں تک آپ کی نگاہ پہنچیگی وہاں صحرا ہی صحرا دکھائی دے گا۔ اور فرات آپ کے شمال میں ہوگا۔ اور اگر شام کی طرف نگاہ کریں تو للجا اور صفا کی پہاڑیاں حوران کے پہاڑوں تک اور بلقاء کے میدان آپ کے جنوب میں ہونگے۔ ان تمام وسیع اطراف کو جن کی لمبائی کم وبیش چار سو کیلو میٹر اور چوڑائی بھی اسی قدر ہے صحرا یا بادیہ شام کہتے ہیں۔

یہ صحرا یا ریگستانی میدان جیسا کہ اب خالی اور سنسان پڑا ہوا ہے۔ قدیم زمانہ میں ایسا نہ تھا۔ رومی سلطنت کے تسلط کے بعد سے مسیحی کے ابتدائی سالوں تک یہ خطہ نہایت سرسبز وشاداب تھا۔ اس میں بڑے آباد شہر اور مستحکم اور مضبوط قلعے تھے۔ آبپاشی کے لئے بڑی بڑی نہریں کھدوائی گئی تھیں۔ اور برسات کے پانی کے جمع کرنے کے لئے بڑے بڑے تالاب تھے۔ یہاں کھنڈرات اور آثار باقیہ اب تک اپنی شان وشوکت پر بزبان حال گواہی دے رہے ہیں۔

اس کے رہنے والے مختلف عناصر کے تھے۔ بعض رومی الاصل تھے۔ جو اس کو آباد کرنے کے لئے آئے تھے۔ بالخصوص وہ رومی سپاہی جو پنشن لینے کے بعد یہاں آکر بستے تھے بعض یونانی تھے جو کہ سکندر اور سلوقیہ کے زمانے کے پسماندہ تھے۔ بعض فنیقی تھے جو تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہوئے تھے۔

چونکہ یہ خطہ اہل عرب کے منشاء وخواہش کے عین مطابق تھا۔ اس لئے عرب بھی آکر اس میں آباد ہونے لگے۔ شہر کے بسنے والے اپنی زراعت اور قناعت میں مشغول ہوگئے اور بادیہ نشین اپنے مویشیوں کو اس کے سرسبز وشاداب جنگلوں میں چراتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ عربوں کو یہاں غلبہ حاصل ہوا اور یہ تمام صحرائے شام میں جتنی قومیں آباد تھیں ان میں سے ہر ایک کا جداگانہ مذہب تھا۔ یونانی اور رومی مشتری، زحل، عطارد اور زہرہ کی پرستش کرتے تھے۔ جس طرح کہ ان کے آباواجداد اور اہل وطن اتھینی اور روم میں کرتے تھے۔ فینقی تموز، عشردت اور بعل کی پرستش کرتے تھے۔ اور نبطی لات، شمس اور ینع کی پرستش کرتے

تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ مختلف اقوام باہم مل جل کر ایک دوسرے کے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں شریک ہوگئے۔

حضور مسیح کے آسمان پر صعود فرمانے کی تھوڑی مدت کے بعد عربستان کے مغربی گوشہ شام کی طرف سے مسیحی مذہب عرب میں داخل ہوا۔ یونانی اور سریانی مورخین اور ان کے بعد مسلمان مورخین کی شہادت سے ثابت ہے کہ مسیحی مذہب اول اول حوران کے پائے تخت یعنی بصریٰ میں داخل ہوا۔

جب مسیحی مذہب یہاں پہنچ گیا تو بغیر اس کے کہ ان بُت پرستوں کی کسی رسم ورواج میں شریک ہوا ان کے بُت پرستانہ عقائد سے متاثر ہو۔ ان مشرکانہ خیالات اور عبارات کی برابر مخالفت کرتا رہا۔ اور ان بُت پرستوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایات فرماتا رہا۔

دور تادس السوری جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حضور مسیح کے ان ستر شاگردوں میں سے تھے۔ جن کو خداوند نے تبلیغ کے لئے بھیجا تھا (لوقا ۱۰) اپنے جد اول میں لکھتے ہیں کہ تیمون جو ان سات ڈیکنوں میں سے تھا جن کا ذکر اعمال ۶: ۵ میں ہے۔ بصرہ میں تبلیغ کی غرض سے گیا اور وہاں کا پرسبٹر مقرر ہوا۔ علامہ سمعانی نے مکتبہ الشرق (ج ۴ ص اب ۲۰) میں زبردست دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک نہیں بلکہ کئی ایک رسول عربستان میں گئے اور ان کو پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ خاص کر صحرائے شام اور حوران میں تو ان کو بے حد کامیابی حاصل ہوئی۔ مسلمان مورخین میں سے علامہ مقریزی کتاب الخطط والآثار میں مقدس متی کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ " انہ سارا الی فلسطین وصور وصیدا وبصری (ج ۲ ص ۴۸۳) یعنی فلسطین وصور وصیدا اور بصری کی طرف روانہ ہوا۔" علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ " ان برتلماس بعث الی ارض العرب الحجاز (۲: ۱۵۰) یعنی برتلمائی ملک عرب اور حجاز کی طرف بھیجے گئے تھے۔ تدمر کے متعلق سلیمان بصرہ کا بشپ اپنی ایک سریانی کتاب میں لکھتا ہے کہ یعقوب حلفئے کے بیٹے نے تدمر میں منادی کی۔

Budge: Book of the Bee, p.106

مورخین عرب ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ سب سے اول جس قبیلہ عرب نے ملک شام میں رومی سلطنت کی زیر نگرانی حکومت کی وہ قبیلہ قضاء تھا۔ جو یمن کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد قبیلہ سلیح غالب آکر حاکم بن گیا۔ اور ان دونوں کے بعد قبیلہ غساں شام میں آنحضرت کے ظہور تک برابر حاکم رہا۔ اور یہ تینوں قبیلے عیسائی ہوگئے تھے۔چنانچہ یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتاہے کہ" ان قضاعة اول من قد م الشام من العرب فصارت لی ملوک الروم فملکو همه فکان اول الملک لتنوح بن مالک بن فهمه قد خلوا فی دین التصل نیة فملکه ملک الروم علی من ببلامه الشام من العرب "یعنی عربی قبیلوں میں سے سب سے پہلا قبیلہ جس نے رومیوں کی طرف سے شام پر حکومت کی وہ قضاعہ تھا۔ تنوج بن مالک بن فہم سب سے پہلا بادشاہ تھا۔ یہ سب عیسائی ہوگئے تھے" (تاریخ یعقوبی مطبوعہ لندن ج ا ص ۲۳۴)۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ " وردت سلیح الشام فتغلب علی تنوخ وتنصرت فملکنا اردم علی العرب الذین بالشام ۔ یعنی سلیح شام میں داخل ہوا اور تنوخ پر غالب آگیا اور عیسائی ہوگیا۔ تب روم کی طرف سے شامی عربوں کا امیر مقرر ہوگیا(مطبوعہ پیرس ۳: ۲۱۶)۔

غسان کا عیسائی ہونا

مورخ یعقوبی سلیح کے عیسائی ہونے کے ذکر کرنے کے بعد لکھتاہے کہ وتنصرت غسان مملکة من قبل صاحب الروم "یعنی غسان عیسائی ہوگیا اور ستارہ روم کی طرف سے شام کا امیر مقرر ہوا(ج اص ۲۳۳) فیروز آبادی اپنے قاموس کےدیباچہ میں لکھتاہے کہ " ان کثیراً من ملوں الحیرة والیمن تنصر واواما ملوکه غسان فکا نوا کلهمه نصاریٰ " یعنی حیرہ اور یمن کے بادشاہوں میں سے بہت سے ملکو عیسائی تھے۔ لیکن

غسان کے تمام بادشاہ عیسائی تھے، اسی طرح ابن خلدون نے بھی ملوک غسان کے عیسائی ہونے کا ذکر کیا ہے۔(۲: ۱۷۲) جس کو بخوف طوالت چھوڑ دیتے ہیں۔

غسان ایک یمینی قبیلہ تھا جو سد مارب کے ٹوٹنے اور سیل عزم کے بعد یمن سے نکل کر شام میں آکر بسا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نے تمام ملک کو فتح کیا۔ اور قضاعہ اور سلیح کی طرح مسیحیت کے آغوش میں آگیا۔ چنانچہ مورخین عرب ان کے مسیحی ہونے پر یک زبان اور متفق ہیں۔ حمزہ اصفہانی تاریخ الملوک والانبیاء میں لکھتا ہے کہ شاہان غسان کا دوسرا بادشاہ عمرو بن جفنہ نے شام میں متعدد گرجے بنائے تھے۔ اور ان میں بعض کا نام یوں بتاتا ہے۔" منھا دیر ھند ودیر حالی ودیرا یوب (ص ۱۱۷) یعنی" ان میں سے ایک ہند کا گرجا اور حالی کا گرجا اور ایوب کا گرجا تھا۔" پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۸ میں ایھم بن حارث بن حیلہ کے متعلق جو منذر غسانی اکبر کا بھائی تھا لکھتا ہے کہ وبنی دیر فخم ودیرا النبوہ یعنی" اس نے فخم کا گرجا اور النبوۃ کا گرجا بنایا تھا" درحقیقت عرب کے مورخوں میں ایک بھی ایسا مورخ نہیں ہے جو ان کی مسیحیت سے اختلاف رکھتا ہو۔ چنانچہ مسعودی مروج الذہب مطبوعہ مصر کی جلد اول صفحہ ۲۰۶ میں اور کتاب التنبیہ والاشراق مطبوعہ لندن کے صفحہ ۲۶۵ میں اور ابن رستہ کتاب الاعلاق النفیسہ مطبوعہ لندن کے ۲۱۷ میں اور ابو الفداء اپنی تاریخ کی جلد اول صفحہ ۷۶ میں النویری Rasmussen 72

یہ سب ان کی مسیحیت کی تائید کرتے ہیں۔

یعقوبی اپنی تاریخ کی جلد اول کے صفحہ ۲۹۸ میں لکھتا ہے کہ " واما من تنصر من احیاء العرب فقوم من قریش ومن الیمیین طی وبھراء و سلح وتنوخ غسان ولخم "یعنی عرب کے قبیلوں میں سے جنہوں نے مسیحیت اختیار کی تھی قریش کا ایک قبیلہ تھا اور یمن میں سے طی اور بہراء اور سلیح اور تنوع اور غسان اور لخم تھے" امام سیوطی مظہر میں کتاب الالفاظ والمحروف سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کن کن قبیلوں کی زبان قابل سند نہیں ۔ ولا من قضاعة وغسان وایاد لمحاورتھم اھد الشام واکثر ھمہ نصاریٰ یقرون بالعیرانیة " یعنی قضاعة اور غسان اور ایاد کی زبان بھی قابل سند نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اہل شام کی مجاورت میں رہتے اور ان میں سے اکثر عیسائی ہیں جو عبرانی پڑھتے ہیں۔"

علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

عیسائی روسائے عرب میں سب سے زیادہ طاقتور اور پُرزور غسانی تھے۔ جو رومیوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح کام کرتے تھے۔ بہراء، وائل، بکر لخم۔ حذام اور عاملہ وغیرہ عرب قبائل ان کے ماتحت تھے۔ ان کے علاوہ دولمتہ الجندل، ایلہ، جربا، ارح، تبالہ اور جریش وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اور یہودی رئیس تھے۔ غسانیوں کے حملہ کی ابتدا جس طرح ہوئی وہ اوپر گذر چکا ہے۔ حارث بن عمیر جو شاہ بصری کے دربار میں دعوت اسلام کا خط لے کر گئے تھے۔ ان کو غسانیوں نے راستہ میں قتل کردیا۔ آنحضرت ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک دستہ تادیب وانتقام کے لئے روانہ فرمایا۔ غسانی ایک لاکھ کا ٹڈی دل لے کر میدان میں آئے اور خبر تھی کہ رومی بھی اسی قدر فوج لئے ہوئے موقع سے قریب مواب میں پڑے ہیں۔ تاہم مٹھی بھر مسلمان آدمیوں کے اس جنگل سے نہ ڈرے۔ اور کچھ عزیز جانیں کھو کر فوج کو میدانِ جنگ سے ہٹا لائے۔ اس جنگ کا نام غزوہ موتہ ہے۔

اس کے بعد ۹ ھ میں غزوہ تبوک پیش آیا۔ دم بدم خبریں آتی رہتی تھیں کہ رومی آوری کے لئے عیسائی عربوں کی ایک فوج گراں ترتیب دے رہے ہیں۔ اور ایک سال کی پیشگی تنخواہ بھی فوج کو تقسیم کرچکے ہیں۔ یہ بھی خبر تھی کہ غسانی فوج کی آراستگی میں مصروف ہیں۔ اور گھوڑوں کی نعلبندی کرارہے ہیں۔ اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے تیس ہزار صحابہ کے ساتھ پیش قدمی فرمائی اور بیس دن تک دشمنوں کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن کوئی

مقابل نہ آیا۔ تاہم اس پیش قدمی کا یہ فائدہ ہوا کہ غسانیوں کے علاوہ تمام روساء نے رومیوں کو چھوڑ کر اسلام کی حمایت قبول کرلی (سیرۃ النبی حصہ اول مجلد دوم صفحہ ۱۰۰۹)۔

مورخین عرب کے علاوہ عربستان کے مایہ ناز اور بے مثل شاعر نابغہ زبیائی غسانی بادشاہوں کو عیسائی المذہب بتلاتا ہے۔چنانچہ وہ اپنے ایک مشہور قصیدہ میں عمر وبن لحارث الاصغر کی تعریف میں کہتا ہے کہ :

محلتهم ذات آلا له ودينهم قوم فما يرجون غير العواقب

رقاق النطال طيب حجزا تهم يحيون بالريحان يوم السبا سب

یعنی ان کا مسکن بیت المقدس اور ملک شام ہے اور ان کا مذہب پائدار ہے۔ ان کی کوئی اور امید نہیں بجز اس کے کہ ان کا انجام بخیر ہو۔ وہ شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور پاک دامن ہیں اور عید سبا سب (پام سنڈے) میں ایک دوسرے کو ریحان کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ (قصیدہ بائیہ)

ہم کہیں لکھ چکے ہیں کہ عربستان کے مذاہب کے متعلق صرف مورخین عرب پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ لکھتے ہیں برسبیل تذکرہ اور نہایت اختصار اور پراگندہ طور پر لکھتے ہیں۔ اس لئے عرب کے مورخین کے ساتھ ساتھ علی الخصوص مسیحی مذہب کے متعلق یونانی، رومی اور سریانی مورخین کی تحاریر کو بھی زیر نظر رکھنا چاہیے۔لہذا میں غسان کی مسیحیت کے متعلق اب اس قسم کی تواریخ کے اقتباس پیش کرونگا۔

اوسابیوس قیصری اپنی تاریخ کلیسیا(ک ۶ ف ۱۹) میں لکھتا ہے کہ تیسری صدی عیسوی کے آغاز میں بصریٰ پایہ تخت حوران میں مسیحیت کثرت کے ساتھ رائج ہوچکی تھی۔ اور مضبوطی کے ساتھ جم چکی تھی۔ اوریجانوس کے متعلق جو اسکندریہ کا مشہور استاد اور فلاسفر تھا۔ لکھتا ہے کہ تین بار اس نے بصریٰ کا سفر کیا۔ پہلی بار بصریٰ کے رومی گورنر نے جس کا نام جالیوس تھا۔ ۲۱۷ء کو ان کو مسیحیت کی تعلیم دینے کے لئے بلایا۔ چنانچہ وہ عرب گیا اوران کو مسیحیت کی تعلیم اور بپتسمہ دینے کے بعد اسکندریہ لوٹ آیا۔

یہی مورخ پھر اپنی تاریخ کلیسیا (ک ۶ ف ۳۳) میں لکھتا ہے کہ دوسری بار اوریجانوس نے پھر بصریٰ کا سفر کیا۔ کیونکہ ہیرتوس بصریٰ کا بشپ جو اپنے زمانہ کے تمام عرب کے بشپوں میں ایک مشہور اور ممتاز بشپ تھا اپنی فصیح اور بلیغ کتابوں اور رسالوں میں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا تھاجو کتُب مقدسہ کے روسے الوہیت مسیح کے منافی تھے۔ اس لئے ان میں اور اس کے ہمعصر بشپوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس اختلاف کے دور کرنے کے لئے وہاں کے بشپوں نے اوریجانوس کو حوران میں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اوریجانوس وہاں گیااوبیرلوس کے شکوک اور اعتراضات کو رفع کیا۔ جب ہیرودیس نے تمام بشپوں کے جلسہ عام میں اپنے صحیح ایمان کا اقرار کیا۔ تب اوریجانوس وہاں گیا اور بیرلوس کے شکوک اور اعتراضات کو رفع کیا۔ جب ہیرولوس نے تمام بشپوں کے جلسہ عام میں اپنے صحیح ایمان کا اقرار کیا۔ تب اوریجانوس واپس اسکندریہ آگیا۔

تیسری بار پھر اوریجانوس بادیہ شام میں گیا۔ کیونکہ وہاں کے لوگوں میں یہ غلط تعلیم پھیل گئی تھی۔ کہ موت کے بعد جسم کے ساتھ روح بھی فنا ہوجاتی ہے۔ لیکن قیامت کے دن خدا جسم کے ساتھ روح کو پھر زندہ کردیتاہے ۔ جب اوریجانوس کو اس کا علم ہوا تو فی الفور عرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں کے اطراف واکناف کے ۱۴ بشپ جمع ہوگئے۔ جن کے سامنے اوریجانوس نے کتب مقدسہ کی صحیح تعلیم پیش کی اور وہ اپنی غلطی سے باز آگیا۔ تب اوریجانوس پھر اسکندریہ کو یہ لوٹ آیا۔ (تاریخ اوسابیوس کی ۶ ف ۳۷)۔

اس بیان کو پڑھ کر آپ اندازہ کرسکتےہیں کہ حوران کے اطراف اور بادیہ شام میں کس کثرت کے ساتھ عیسائی تھے جنہوں نے دوبارہ جلسہ عام کیا۔ اور ایک بار تو ان کے چودہ بشپ موجود تھے۔ اگر آپ ہر ایک بشپ کے علاقہ کا حساب لگائیں تو آپ کو یقین ہوجائیگا کہ بادیہ شام اپنے ماحول کے ساتھ سب کے سب مسیحی ہوگئے تھے۔

عربستان میں مسیحیت کے ارتقاء و التاع کا اندازہ اس سے ہوسکتاہے۔ کہ مسیحیوں کا سب سے پہلا بادشاہ یا رومی قیصر عربی تھا۔ ہماری مراد اس قیصر سے ہے۔ جس کا نام فیلبوس اور عربی الاصل والنسل تھا۔

۲۴۴ء تا ۲۴۹ء تک رومی سلطنت پر حکمران رہا۔ فیلبوس بصرہ کا رہنے والا تھا ۔ شروع میں رومی فوج کے ادنیٰ سپاہیوں میں داخل ہوا۔ رفتہ رفتہ تمام فوجی منازل کو طے کرتا ہوا سپہ سالار ہوا اور اس کے بعد وزیرِ حرب بنا۔ اہل فارس کے ساتھ لڑنے کے لئے قیصر غردیان سویم کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں فوج نے قیصر کو مار ڈالا اور فیلبوس عربی کو اپنا قیصر تسلیم کیا۔ فیلبوس مذہب کے اعتبار سے عیسائی تھا۔ چنانچہ تاریخی کتبوں سے جو حال ہی میں برآمد ہوئے ہیں جن میں اس کے سکے بھی شامل ہیں اور علاوہ اوریجا نوس کے خطوط سے جو اس کا ہمعصر تھا یہ بات ثابت ہے۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ قیصر غرویان سویم اسی کے ایماء سے مارا گیا۔ لیکن دیگر تمام مورخین اس کے برخلاف ہیں خود مسیحیوں کے دل میں اس کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا تھا ۔ کہ سلطنت کی طمع اس کے دل میں ضرور پیدا ہوئی ہوگی۔ ورنہ وہ اپنے آقا کی مدافعت کرتا اور قاتلوں کو ان کی کیفر کردار تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فیلبوس شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ روما کی طرف جاتا ہوا انطاکیہ پہنچا اور عید فسح میں عشاء ربانی میں شریک ہونا چاہا تو انطاکیہ کا بشپ بابیلاس نے ان کو یہ کہہ کر عشاء ربانی سے روک دیا کہ جب تک تم اپنے گناہوں کا اقرار کرکے توبہ نہ کروگے ۔ اس وقت تک عشاء ربانی میں شریک نہ ہوسکے گے ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا(تاریخ اوسابیوس قیصری تک ۶ ف ۳۴ تاریخ مختصر الاول لابن عبری صفحہ ۱۲۶ وتاریخ الاسکندری [1] ۔

تمام رومی مورخین اس پر متفق ہیں کہ فیلبوس عربی کی سلطنت کا زمانہ نہایت خیروبرکت کا زمانہ تھا۔ اس کے عہد سلطنت میں جس قدر ترقی رومی سلطنت کو نصیب ہوئی

[1] Noon Alexandrioon

اس قدر ترقی دیگر رومی سلاطین کے صدسالہ زمانہ میں بھی نہ ہوئی تھی ۔ اس نے حوران میں " عمان" کو آباد کیا اور اس کا نام اپنے نام پر (Philippolis) مسیحیوں کو اس کے عہد میں بہت آرام ملا اور خوب پھیل گئے یہاں تک اس کے ایک بت پرست جنرل نے جس کا نام دقیوس تھا دھوکے سے اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کیا اور خود قیصر بن بیٹھا۔ اوسابیوس اپنی تاریخ (ک ۶ ف ۳۹) میں لکھتا ہے کہ دقیوس نے مسیحیوں پر بہت ظلم کیا اور ان کا خون بے دریغ بہایا۔ محض فیلبوس سے بغض رکھنے کی وجہ سے اور زیوس (اوروشیوس) جو پانچویں صدی مسیحی کا مورخ ہے اپنی تاریخ (ک ۷ ف ۲۱) میں لکھتا ہے۔ کہ دقیوس نے فیلبوس اور اس کے بیٹے کو صرف مسیحی ہونے کی وجہ سے قتل کیا۔ پھر یہی مورخ لکھتاہے ۔ کہ "فیلبوس مذہب کے اعتبار سے تمام دیگر قیصروں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔"

Paul Orose Hist VII C.T

نیز بولندیوں نے اعمال مقدسین Acts SS Ianc 11 c17 621 میں بہت سے ایسے شواہد جمع کئے ہیں جن سے ثابت ہوتاہے ۔ کہ فیلبوس ایک پکا ایماندار مسیحی بادشاہ تھا۔ کیا عربستان کے لئے فخر کچھ کم ہے کہ روم کہ مسیحی قیصروں میں سب سے پہلا قیصر عربی تھا۔ اور اس کے بعد قسطنطنین مسیحی ہوگیا۔

اوپر کے شواہد چوتھی صدی مسیحی کے قبل کے ہیں۔ جب مسیحی مذہب عہد سالہ مصائب اور ایذارسانیوں سے اس سونے کی طرح جو تپانے کے بعد کندن ہو کر نکلتا آتاہے۔ مظفر اور منصور نکل آیا اور اس کو آزادی مل گئی تو بادیہ عرب میں اس کی ترقی دگنی اورعزت چوگنی ہوگئی ۔ ہمارے اس بیان کی تصدیق حوران صفا، اللجا، جولان اور یلقا کی ان کلیسیاؤں اور گرجوں سے ہوتی ہے ۔ جن کے آثار کو متحسسین آثار قدیمہ دریافت کیاہے۔ ان متجسین میں وار نگٹن و ودی ودوکوی دو تشتین دے ودوسو Dusaud بہت مشہور ہیں جنہوں نے ان دریافت شدہ آثار میں سے سینکڑوں لاطینی اوریونانی کتبے یسے ملے ہیں جن میں صدہا ایسے مقامات کے نام مندرج ہیں جہاں بڑے بڑے گرجے بنے ہوئے تھے یا بڑے بڑے بشپ رہتے

تھے یا بڑے بڑے ذی وجاہت مسیحی رہتے تھے ۔ ان کتبوں میں سے بعض پر خاص مسیحی علامین مکتوب ہیں مثلاً حصہ مسیح کے اسم مبارک کا پہلا حرف اور لنگر کھجور کی ڈالی اور مچھلی اور بعض پر مسیحی مذہب کے خاص مذہبی جملے مکتوب ہیں ۔ مثلاً خدا ایک ہے ۔ " مسیح غالب ہوا ، " مسیح کامل خدا ہے" انہی کتبوں میں ایک عربی کتبہ عربی رسم الخط میں حران میں دستیاب ہوا ہے۔ جس کی تاریخ ۴۶۳ء بصرری مطابق ۵۶۸ء ہے اور اسلام سے پچاس سال پہلے کا ہے۔ اس کتبہ میں ایک مشہد کا ذکر ہے جو حضرت یوحنا (یحییٰ) بپتسمہ دینے والے کی یادگاری میں عرب کے ایک سردار نے جس کا نام شراحیل تھا بنوایا تھا

Ph Le Beat Waddington Inscription Grecqueset Latines 111 p568

مسیحیت کی ترقی زاہدوں کی وجہ سے ہوئی

ان شواہد کے علاوہ ان بشپوں کے جداول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جو مختلف جلسہ ہائے عام میں شریک ہوتے رہے ہیں کہ بادیہ شام میں مسیحی مذہب پورے طور سے قابض ہو گیا تھا۔ خاص کر نیقیہ ، قسطنطنیہ افسس اور خلقیدونیہ کے مجالس عام میں کثرت کے ساتھ ایسے بشپوں کے پتے ملتے ہیں۔ جو بادیہ شام سے آئے ہوئے تھے۔ اور ان مجالس کے فیصلوں پر ان کے دستخط موجود ہیں بعضوں کا نام تو خالص عربی ہے۔مثلاً حارث اور بعضوں کا نام عربی سے منقول ہے۔ مثلاً ودوس جس کی عربی عبداللہ ہے۔ اور ثادوورس جس کی عربی وہب اللہ ہے۔

ان بشپوں میں سے بعض شہروں کے بشپ تھے جو بادیہ شام کے آباد شہروں اور بستیوں پر حکمران تھے اور بعض خیمہ نشینوں کے بشپ تھے جو ان کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام میں بتلاش آب و گیاہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔اس قسم کے بشپوں کے دستخط کے ساتھ تواقیع پر اساقفتہ الخیام لکھا ہوا ہے۔

عربوں کے بشپوں میں بڑے بڑے مشہور عالم اور صاحب کرامات ولی اللہ گزرے ہیں ۔ چنانچہ ان عالموں میں سے ایک فاضل بنام طیطس تھے جو بصریٰ کے رئیس اساقفہ تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں نہایت مشہور کتاب وہ ہے جو مانی بدعت کی تردید میں لکھی گئی ہے ۔ یہ کتاب ایک مدت تک مفقود تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے ہمارے زمانے کے مستشرقین نے اس کتاب کو ڈھونڈ نکالا ۔چونکہ یہ کتاب سریانی زبان میں ہے اس لئے اصل کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی شائع کردیا گیا ہے۔ یہ فاضل یلیانوس جیسے ظالم قیصر کے عہد میں تھے۔ لیکن اس کے ظلم سے وہ بے خوف ہو کر مذہبی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔

ان کے بعد پانچویں صدی عیسوی میں ایک اور فاضل ان کا قائم مقام ہوا۔ جن کا نام انطیفاتر تھا۔ یہ بھی بہت سی کتابوں کا ماہر تھا۔

یونانی مورخین مثلاً سوزومان (ک ۶ ۳۸) وروفینوس (ک ۲ ف ۶۱) وثادوریطس (ک ۴ ف ۲) وثاوفان ۳۲۹ء کی تاریخوں میں دیگر مورخین جو چوتھی صدی سے لے کر چھٹی صدی کے آخر تک تھے۔ سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ عربستان میں مسیحی مذہب ان زاہد اور تارک الدنیا اور عزت نشیں راہبوں اور ناسکوں کے طفیل سے بڑھا اور پھلا پھولا جو عربستان کے صحراؤں اور سنسان ریگستانوں میں آکر خدا کی عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے ۔ یہ عامہ فان اور عاشقان الہیٰ صاحب کرامات اور مستجاب الدعوات تھے جن کی کرامات مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی تھیں مثلاً بیماروں کو شفا دینا ۔امراض خبیثہ کو رفع کرنا۔ روحانی اور جسمانی برکتوں کا فیضان کرنا۔ یہ ایسی باتیں تھیں جن کو دیکھ کر خود بخود لوگ اطراف واکناف سے آکر ان سے بپتسمہ لینے کی استدعا کرتے تھے ۔

مورخ سوزومان اپنی تاریخ Sozomene,H.E VIC 30میں عرب الشام کی نسبت لکھتا ہے کہ " والنس ۳۶۴ء تا ۳۷۱ء) کے زمانہ سے پیشتر بہت کثرت کے ساتھ اہل عرب جس کو وہ شرقیین لکھتا ہے) ان زاہدوں اور رہبانوں کے وسیلہ سے مسیحی ہو گئے تھے جو عربستان کی مختلف اطراف میں عزلت نشین ہو گئے تھے ۔ اور جو صاحب معجزات اور کرامات تھے"۔ اس کے بعد سوزومان غسانیوں کے ایک بہت بڑے قبیلہ کے مسیحی ہونے کا ذکر

کرتاہے کہ ایک عارف باالله مسیحی کی دعا کی وجہ سے خدا نے ان کے ایک سردار (ضجعم) کو فرزند نرینہ عطا کیا۔ اس لئے وہ سردار اپنے کل قبیلہ کے ساتھ مسیحی ہوگیا۔

پھر یہی مورخ ایک ملکہ عرب کے مسیحی ہونے کی کیفیت لکھتاہے جس کا نام نادیہ تھا۔ اور جس نے رومیوں کے ساتھ لڑکر ان کو شکست دی۔ اور مصر کی سرحد تک ان کے مقبوضہ ممالک پر قبضہ کرلیا۔ رومیوں نے ان کے ساتھ صلح کرنی چاہی تو اس نے اس شرط پر صلح کرنا منظور کیا کہ اس مشہور زاہد وخدا شناس شخص کو جن کا نام موسیٰ اور صاحب معجزات ہیں میری مملکت میں بھیج دو۔ چنانچہ یہ عارف باالله وہاں گئے اور ان کے طفیل سے کثرت سے لوگ مسیحی ہوگئے۔ژاؤدوریطس اپنی تاریخ (ک ۴ ف ۳۰) میں لکھتاہے کہ یہ ملکہ بہت ہی ایماندار مسیحیہ تھی۔ جس کی لڑکی کی شادی ایک رومی جنرل کے ساتھ جس کا نام وکٹر تھا ہوئی۔"

سوزومان لکھتاہے کہ " جب غلط لوگ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے تھے تو روم کے بادشاہ نے عربوں کے ایک فرقہ سے مدد لی۔ جو مادیہ کا ماتحت تھا(H.E.V.C.I) ۔

بلاعرب میں مسیحیوں کی کثرت کا اندازہ اوسابیوس قیصری (ک ۸ ف ۳۱) کے اس قول سے ہوسکتاہے کہ " دیو غلط بانوس کے ایم سلطنت میں اس کثرت کے ساتھ عرب کے مسیحی شہید ہوئے جن کا شمار نہیں ہوسکتاہے" آج تک رومن کیتھولک گرجوں میں بہت سے عرب کے مسیحی شہداء کی یادگاری عبادت ان کی مقررہ تواریخ میں ادا کی جاتی ہے۔

تاریخ کلیسیا کے پڑھنے سے معلوم ہوتاہے کہ بادیہ عرب کی اطراف واکناف میں مستعد اسقوفی علاقے قائم ہوچکے تھے۔ چنانچہ بصریٰ کا بشپ تنہا بیس اور بروایت دیگر پینتیس بشپوں پر نگران تھا۔Rene Dascaud p 77

المختصر دلائل مافوق سے ثابت ہے کہ بادیہ شام میں مسیحی مذہب نے کامل نفوذ اور اقتدار حاصل کرلیا تھا۔ مسیحیت کا نفوذ اور اقتدار ظہور اسلام تک برابر جاری اور ساری رہا اور

مسیحیوں کی کثرت کا یہ عالم تھا۔ کہ جب عرب کے مسیحی رومی جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کے حملوں کی مدافعت کرنے کی غرض سے جمع ہوگئے تھے تو ان کی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی (الیاس النصیبینی المورخ صفحہ ۱۰۹)۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ " رومیوں نے اور حدود شام کے عیسائی عربوں نے اسلام کے استیصال کا بیڑا اٹھایا۔ عیسائی روسائے عرب میں سب سے زیادہ طاقتور اور پُرزور غسانی تھے جو رومیوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح کام کرتے تھے۔ بہراء ، وائل ، بکر۔ لخم ، جذام اور عاملہ وغیرہ عرب قبائل ان کے ماتحت تھے۔ ان کے علاوہ دومتہ الجندل ، ایلا، جرباء ، اورم ، تبالہ اور جوش وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے عیسائی اور یہودی رئیس تھے۔ غشانیوں کے حملہ کی ابتداء جس طرح ہوئی وہ اوپر گذر چکاہے۔حارث بن عمر جو شاہ بصریٰ کے دربار میں دعوتِ اسلام کا خط لے کر گئے تھے۔ ان کو غسانیوں نے راستہ میں قتل کردیا۔ آنحضرت ﷺ نے تین ہزار مسلمانوں کا ایک دستہ تادیب وانتقام کے لئے روانہ فرمایا۔ غسانی ایک لاکھ کا ٹڈی دل لے کر میدان میں آئے۔ اور خبر تھی کہ رومی اسی قدر فوج لئے ہوئے موقع سے قریب مواب میں پڑے ہیں۔(سیرۃ النبی حصہ اول مجلد دوم صفحہ ۹)۔

مختصر یہ کہ مختلف تواریخ کے اقتضا سے بلا کسی شائبہ ریب ثابت ہوتاہے کہ بادیہ شام عیسائیوں کا گھر بن چکا تھا۔ ان کی کثرت کی یہ کیفیت تھی کہ آناً فاناً لاکھوں کی تعداد میں فوج میدان کارزار میں بھیج سکتے تھے۔

عرب الغور۔ سلیط اور بلقا میں مسیحیت

جس علاقہ میں دریائے اردن بہتاہے۔ اس علاقہ کو غور کہتے ہیں ۔ دریائے یردن اپنے معاون بانیاس کے اعتبار سے حرموں کے پہاڑوں سے نکل کر جنوب کی طرف بہتا ہوا حولہ کی جھیل کو بنا کر گلیل کی جھیل میں گرتاہے۔ پھر گلیل کی جھیل کو چیرتا ہوا نشیب کی طرف

اپنے مشرق ومغرب میں اونچے اونچے کنارے بناتا ہوا اس قدر نیچے ہوجاتاہے کہ ۳۰۰ متر بحر شام کے نیچے ہوتا ہوا بالآخر بحر لوط میں گرتا ہے۔

یردن کے مشرق میں بہت وسیع بلاد آباد ہیں۔ جن میں عجلول ۔ جلعاد اور بنو کے سر بفلک پہاڑ کھڑے ہیں ۔ یہ سلسلہ حیال مواب تک چلاجاتا ہے۔ جن میں وسیع وسرسبز داری اور خوشنما وزرخیز کشت زار واقع ہیں۔ جن میں سلیط اور بلعام اور مواب کے صحرا بہت ہی مشہور ہیں ۔ صماری مواب شمال میں بادیہ شام سے اور جنوب میں کرک واطراف نبط اور جزیرہ نمائے سینا سے ملتے ہیں ۔ اسی علاقہ میں عمونی ، موابی اورمدیانی اقوام عربوں کے بعد جب ایذار سانی رسولوں پر شروع ہوئی (اعمال ۸: ۱) تو بہت سے مسیحی اس علاقہ میں آکر پناہ گزین ہوئے اور جب حضور مسیح کی پیشن گوئی کے مطابق رومیوں نے یروشلیم کو سطح زمین کےساتھ برابر کردیا اور بے حساب یہودیوں کو قتل کرڈالا تو مسیحی اپنے منجی کے حکم کے مطابق یروشلیم سے نکلے اور ان میں سے ایک معتد بہ حصہ اسی اطراف میں آکر مقیم ہوا (اوسابیوس مورخ)۔

مسیحیوں کے آنے سے عربستان کا یہ حصہ بھی مسیحیت کی ضیا پاشیوں سے مستنیر ہوا۔ چنانچہ ان کے صنجا[1] عمہ کے مسیحی ہونے کا حال جو غسانیوں سے بہت پہلے اس خطہ پر حکمران تھے۔ تواریخ کے اوراق میں آج تک محفوظ ہے۔ ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام داوٗد تھا۔ جو ہبولہ المعروف لشق کا بیٹا تھا اور اس کا مقام نادب میں تھا۔ (ابن خلدون ۲: ۱۵۳)اس شخص نے شام میں ایک خانقاہ اپنے نام پر (دیر داوٗد بنوائی تھی (۱) اشتقاق ابن درید)۔

چوتھی صدی عیسوی میں جب مسیحیوں کو تکلیف اور ایذا دینے کا سلسلہ بند ہوگیا اور ان کو کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے اس خطہ کو دو شہروں کی ایالت میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کا نام فلسطین ثانیہ رکھا ۔ جس کا حاکم نشین شہر باساں تھا۔ اور دوسرے حصہ کا نام فلسطین ثالثہ رکھا جس کا حاکم نشین شہر سلع (پترا) تھا۔ اسلام سے قبل اس علاقہ میں چالیس سے

[1] ابن خلدون اپنی کتاب الاشتقاق کے صفحہ ۳۱۹(مطبوعہ برک) میں لکھتاہے کہ "صنجا عم غسانیوں سے پہلے شام کا بادشاہ تھا۔

زیادہ بشپی علاقے تھے جن کے بشپوں کے نام آج تک محفوظ ہیں۔ اس سے بات کا اندازہ بخوبی ہوسکتاہے کہ جب الاردن میں کس کثرت سے مسیحی آباد تھے۔

عربستان میں مسیحیت کی کامیابی کا سہرا ان خدا شناس میں عزت گزیں اور فرشتہ سیرت مسیحی درویشوں اور سیاحوں کے سر تھا جنہوں نے دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہوکر عربستان کے شعلہ خیز ریگستان وتابناک کوہستانی علاقوں کو بارگاہ الہیٰ کے لئے اپنا مسکن بنایا تھا۔ اور جن کی معجز نما زندگیوں سے عرب کے رہنے والوں کے دلوں کو مسخر کرلیا تھا ۔ چنانچہ ہیروتیموس بزرگ ہیلازیون کے حالات بیان کرتا ہوالکھتاہے کہ :

یہ جلیل المرتبہ وبلند پایہ بزرگ عزہ کی اطراف کے کسی گوشہ تنہائی میں عبادت الہیٰ میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ اپنے ایک شاگرد کی اعادت کے لئے خلصہ آگئے ۔ خلصہ اور اس کے ماحول کے اہالی سب کے سب بُت پرست اور خاص کر زہرہ کے پرستار تھے۔ اتفاق سے وہ دن زہرہ کی عید کا دن تھا۔ آپ کی آمد کی خبر آناً فاناً سب میں پھیل گئی ۔ اور چونکہ ان اطراف میں آپ کے معجزات بے حد مشہور ہوچکے تھے ۔ اور سینکڑوں آپ کی دعاؤں سے فیض یاب ہوچکے تھے۔ اس لئے جوق درجوق آکر التماس کرنے لگے ۔ کہ آپ ہمارے پاس قیام اختیار کریں۔ آپ نے ان سے کہا اس شرط پر میں یہاں قیام کرونگا کہ تم بُت پرستی کو چھوڑ کر مسیح پر ایمان لاؤ۔ چنانچہ بُت پرستوں نے اس شرط کو قبول کیا اور مسیحی ہوگئے۔ سب سے پہلے جنہوں نے مسیحیت کا اقرار کیا وہ ان کے کاہن اور پروہت تھے ۔ اور اسی وقت ایک عظیم الشان گرجا کی بنیاد رکھی گئی (Migne P.L.XXX111 Col 42)

اس وقت خلصاء کی اطراف میں کثرت کےساتھ مسیحیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان کے بہت سے بشپوں کے نام آج تک محفوظ ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام عبداللہ ہے۔

انہی اطراف میں ایک عربی فرقہ بستا تھا۔ جو نبط یا نبیط کے نام سے مشہور تھا۔ اس فرقہ نے ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جو بہت دور دور تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا

پایہ تخت پترا تھا۔ جس کو عبرانی اور عربی میں سلع اور الرقیم کہتے تھے۔ اس شہر کے آثارِ باقیہ اب باقی ہیں۔ جن کو دیکھ کر اس شہر کی عظمت اور ابہت کا کسی اندازہ ہوسکتاہے۔

حضرت مسیح سے پانچ سو سال قبل اس فرقہ کا ظہور ہوا۔ رفتہ رفتہ اس نے یہاں تک ترقی کی کہ حضرت مسیح سے دو سو سال قبل ان کی سلطنت مستقل اور مستحکم بن گئی ان کے بادشاہوں میں سے بڑے بڑے مشہور بادشاہ گذرے ہیں۔ جن کے کارنامے آج تک تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔ ان کے سب سے پہلے بادشاہ کا نام " الحارث الاول" تھا۔ ان کی سلطنت دوسری صدی عیسوی کے پہلے عشر تک قائم تھی۔ اس کے بعد رومی سلطنت نے اس کو فتح کیا اور ایک رومی گورنر کی ماتحتی میں سلطنت روم میں داخل کیا۔ ان کے سب سے آخری بادشاہ کا نام ملیکوس تھا جو لفظ ملک کا بگاڑ ہے۔

اس علاقہ میں اور خاص کر اس کے پائے تخت (الرقیم) میں مسیحیت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتاہے کہ ۔ مقدس پولوس جب مسیحی ہوئے تو اکثر مورخین کے نزدیک عربستان کے اسی علاقہ میں تین سال تک آکر رہے ۔ نیز مقدس پولوس جیسے مبلغ رسول کا تین سال الرقیم میں رہنا کیا بے اثر رہا ہوگا۔ نہیں اور ہر گز نہیں بلکہ مقدس پولوس کی صحبت کے اثر سے نہایت کثرت کے ساتھ لوگ مسیحی ہوئے ہونگے ۔ رفتہ رفتہ تمام نبطی اطراف میں مسیحیت یہاں تک پھیل گئی ۔ کہ اسلام کے ظہور سے قبل یہ فرقہ کل کا کل مسیحی ہوگیا تھا۔ اور اسلام کے بعد ان کی مسیحیت یہاں تک مشہور ہوگئی تھی کہ نبطی مسیحیت کا مترادف سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً صاحبِ مقامات بدیع نے اپنے نصاب الجالفتح اکاسکندری کو مقام قزوینیہ میں بمعنائے مسیحی ظاہر کیاہے۔ چنانچہ ابوالفتح الاسکندری کا جب یہ شعر سنتاہے کہ

ان الک امنت فکمہ لیلۃ   حجدت فیھا وعبد ت[1] تصلیب

[1] اگرچہ اب میں مسلمان ہوگیا ہوں لیکن اس سے قبل کئی راتیں گزر چکی ہیں جن میں اسلام سے انکار کرتا تھا اور صلیب کی عبادت کرتا تھا۔

تو اس سے سوال کرتاہے کہ " آ نت من[2] اولہ النبیط

نواحی عوز میں دریائے یردن کے دونوں کناروں میں کثرت کے ساتھ گرجے اور خانقا بنی ہوئی تھیں۔ جن میں سے قریباً بیس نہایت مشہور ومعروف تھے۔ جن میں سے اکثر کے نشانات کا انکشاف مدرسہ صلاحیہ کے فاضل پرنسپل پادری آر ۔ پی ۔ جے ۔ ایل فدرلین صاحب نے حال ہی میں کیاہے جن کے تاریخی واقعات اور کوائف کو نہایت تفصیل وتشریح کے ساتھ " مجلہ الارض المقدسہ" بابت ۱۹۰۲ و ۱۹۰۷ءمیں بیان کیاہے۔

ان خانقاہوں میں عرب کے مسیحی آکر عزلت گزیں بنکر خدا کی عبادت میں رات دن مشغول رہتے تھے۔ ان عرب عزلت نشینوں میں یروشلیم کے ریلس اساقصہ بزرگ ایلیا بہت ہی مشہور ہیں جو خالص عربی تھے یہ بزرگ اپنے ملک سے نکل کر دیر نطرون میں جاکر گوشہ نشیں ہوئے جو مصر میں تھی۔ پھر وہاں سے نکل کر دریائے یردن کے دہنے کنارہ پر دیرساپساس میں مشغول بعبادت ہوئے اور یہیں سے یروشلیم کے پطریرک منتخب ہوئے اور ۵۱۳ءمیں ایلہ میں واصل بحق ہوئے۔

ان بزرگوں میں سے جنہوں نے عربستان کو اپنی تبلیغ کی جولانگاہ یا بعبادت دیگر رزمگاہ بنایا تھا بزرگ افیتوس نہایت مشہور بزرگ گذرے جن کو محض تبلیغ اور روحانی اعجاز کی وجہ سے کوکب یریتا الارون کا خطاب ملا تھا۔ یہ بزرگ آیا پانچویں صدی کے عین وسط میں اس بابرکت خدمت کے لئے الہیٰ انتخاب سے منتخب ہوئے تھے۔ کیرلس جو ایک مشہور مورخ اور خدا پرست راہب اور ان کا ہمعصر تھا۔ اس واقعہ کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتاہے جس کو فادر پیٹرس نے بولندیوں کی جماعت سے (المشرق ۱۲ : ۳۴۴-۳۵۳) اس عربی قدیم نسخہ سے نقل کرتا ہو روایت کرتاہے جو آج تک المشرق کے کتب خانہ بیروت میں موجود ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بت پرست شخص کو جو کہ یونانی اصل تھا۔ اور اسپابا(سپہبد) کے

[2] کیا تو نبطیوں میں سے ہے۔

خطاب سے مشہور تھا۔ اردشیر نے فارس کی سرحد میں حاکم مقرر کیا۔ جب اس کے عہد میں مسیحیوں پر ایذارسانی اور تکلیف دہی شروع ہوئی تو مسیحی ایران کی سرزمین سے نکل کر رومی علاقہ میں آکر بسنے لگے۔ باوجود اس کے کہ اردشیر نے سپہبد کو حکم دیا تھا کہ مسیحی رومی علاقہ میں گھسنے نہ پائیں تو بھی اس سپہبد نے ان کو رومی علاقہ میں داخل ہونے سے نہ روکا۔ اس پر آتش پرستوں نے اردشیر کے پاس جا کر سپہبد کے برخلاف شکایت کی۔ جب سپہبد کو اس کا علم ہوا تو یہ بھی وہاں سے بھاگ کر رومی علاقہ میں داخل ہوا۔ وہاں کے گورنر اناطولیوس نے اسکی بہت خاطر مدارت کیااور ان عربی علاقہ پر اس کو حاکم مقرر کیا اور جو رومی سلطنت کے ماتحت تھا۔

اس سپہبد کا ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام طرابوں تھا۔ اور فالج زدہ تھا۔ اس کے معالجہ کرنے میں جو کچھ اس کے والد کے امکان میں تھا سب خرچ کرچکا۔ لیکن بے فائدہ اس کے زیادہ تضریح اور ابتہال کی وجہ سے ان پر الہام ہوا ۔ کہ وہ بزرگ افیتموس کی طرف رجوع کرے۔ چنانچہ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا بزرگ افیتموس نے اس لڑکے کے لئے دعا کی۔ جس کی وجہ سے وہ بالکل صحت یاب ہوا ۔ اس معجزہ کو دیکھ کر اس کا والد یعنی سپہبد مسیحی ہوا۔ اور اس کا مسیحی نام پطرس رکھا گیا۔ اس کے بعد اس کے تمام گھر والے اور متعقین بھی مسیحی ہوئے اوران کے اثر سے عربوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسیحی ہوئی ۔اور بزرگ افیتموس برابران کی تعلیم و تبلیغ میں کوشاں رہے ۔ پھر ان عربوں کے اثر سے اور بہت سے عرب مسیحی ہوتے رہے ۔ جب اس بزرگ نے دیکھا کہ عرب کثرت سے مسیحی ہورہے ہیں ۔ تب انہوں نے اپنی خانقاہ کے قریب ہی ایک ٹکڑا زمین ان کو دے کر کہا تم اس کو اپنے لئے آباد کرو ۔ اورایک کنواں اورایک گرجا اوران کے سردار کے لئے ایک مکان بنوا کر دیا۔ اس کے بعد بزرگ افیتموس کے ساتھ پطر یارک (رئیس الاقاسفہ متفق ہو کر پطرس کو ان عربوں کا بشپ مقرر کیا اور اب عرب اور کثرت کے ساتھ مسیحی ہونے لگے ۔ اور اس نئی آبادی میں بسنے لگے ۔ چھٹی صدی مسیحی کے آخر تک ان کے بشپوں کے تقرر کا ذکرملتا ہے۔

اسی طرح مجمع الجمامع Noblie Collect Occi 111 728میں ذکر ہے کہ رئیس الاساقفہ (پطر یارک) یولیناس ۴۳۰ء میں عرب کے مختلف علاقجات کے لئے بہت سے بشپ مقرر کئے ۔جو اس پر دلیل ہے کہ عرب فلسطین میں کثرت کے ساتھ مسیحی پھیلے ہوئے تھے۔ اس سے قبل ۳۶۳ء انطاکیہ کے مجلس عام میں ایک بشپ کا نام دستخط کے طور پر ثبت ہے۔ جس کا نام تاتیموس ہے۔ اور اپنا دستخط یوں ثبت کیا ہے کہ تاوتیموس عرب کا بشپ غالباً نواحی تدمر کا بشپ ہوگا۔ جہاں مسیحیت کاخاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی تھی یہ کامیابی صرف اس کے بڑے بڑے شہروں میں محدود نہ تھی۔ مثلاً تدمر قریتین ، حوارین میں بلکہ خود تدمر کے بادیہ میں مسیحی مذہب عام طور پر پھیل چکا تھا۔

طور سینا اور نجب میں مسیحیت

خلیج عقبہ اور خلیج سویز کے درمیان جو مخروط نما مثلث ٹکڑا ہے۔ اسی ٹکڑے کو جزیرہ نمائے سینا کہتے ہیں اور اس کے جنوبی حصہ کو النجب [1] یا النجلیب کہتے ہیں۔ اسی جزیرہ میں بادیہ تیہ اور بریہ فاران واقع ہے۔ اس کے پہاڑوں میں جبل [2] ۔عزندل ، جبل سرابیط الخادم ، جبل التیہ اور خصوصاً طور سینا۔ حوریب اور جبل موسیٰ اور جبل سربال اور جبل کا ترین بہت ہی مشہور ہیں .بنی اسرائیل کے زمانہ میں اس قطعہ کے شمال حصہ میں ادومی عمالقی اور مدیانی فرقے بستے تھے۔ اس کے بعد عرب کے دونوں فرقے یعنی اسماعیل اور نبطی نے آکر اس خطہ پر قبضہ کیا اور تقسیم کرنے کے بعد اس میں بطور خانہ بدوشوں کے بسنے لگے۔

خداوند کے صعود فرمانے کے بعد ہی رسولوں نے اس خطہ کو اس کی عظیم الشان اور مذہبی روایات کی بناء پر اپنا مزرع بنایا۔ چنانچہ مقدس برتلمائی کے متعلق یہ عام روایت ہے کہ

---

[1] نجب کے معنی ہی جنوب کے ہیں ۔

[2] پہاڑ سے لیکن خطط والآثار مطبوعہ مصر میں (۲: ۴۸۳) بشراۃ کے عوض میں " الشرق" ہے جو میری دانست میں سہو کتابت ہے (منہ)

" انہوں نے بلاد العرب اور نبط کو شاگرد بنایا"۔ بلاد العرب سے مراد اس جزیرہ کے جنوبی حصہ اور خاص کر یہی اطراف ہیں۔ مقریزی اپنی تاریخ میں قبط کے متعلق لکھتے ہیں کہ " ان متیاس (یہ وہ رسول ہیں جن کو یہوداہ اسکریوطی کے عوض میں چن لیا گیا تھا) سار ابی الابا لشراۃ فبشر فیھا بالمسیح یعنی " متیاس نے بلاد الشراۃ میں جا کر مسیحیت کی بشارت دی۔"

پہلی صدی مسیحی سے مسیحیوں کا آنا یہاں شروع ہوا تھا بعض تو محض تنسلک اور زہد کی وجہ سے یہاں آکر رہتے تھے۔ اور بعض وہ لوگ تھے جو بُت پرستوں کی ایذا اور تکالیف سے بچنے کی خاطر یہاں مقیم ہوتے تھے۔

بزرگ ویونیسیوس جو کہ اسکندریہ کے بشپ تھے۔ اپنے اسی مکتوب میں جو بزرگ فلبیوس انطاکیہ کے بشپ کو لکھا تھا۔ ان مصائب وتکالیف کا ذکر کرتے ہیں جو مصر کے مسیحیوں پر مشرکوں اور بُت پرستوں اور خاص کر قیصر دقیوس کے ہاتھوں پہنچی تھیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "نیلوس کا بشپ کثیر التعداد مسیحیوں کے ساتھ عرب کے پہاڑوں کی طرف ہجرت کر گیا۔ ان سے بعض تو راستے ہی میں فوت ہوئے۔ اور بعض کو عربوں نے پکڑ کر قید میں رکھا۔ اس امید پر کہ مسیحی ان کا زر فدیہ ادا کریں۔ اور بعض جو بچ کر نکل گئے وہ زاہدانہ زندگی بسر کررہے ہیں۔"

(الاعمال الاباء الاطینی ازمین) وتاریخ اسابیوس القیصری (ک ۶ ف ۱ ۴، ۴۲)

اور بولندیوں نے اعمال مقدسین اور دیگر مورخین کلیسا نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مسیحی زہاد اور عاشقانِ الہیٰ قیصر دیوقلطیانوس کے زمانہ سلطنت سے قبل جزیرہ نمائے سینا اور ماوراء بحر قلزم میں تمام دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو عبادت الہیٰ میں مشغول ہوگئے تھے۔

بزرگ غلاقیتوں اور ان کی اہلیہ ایپسام کی شہادت کے متعلق مجموعہ متافر است میں لکھا ہے کہ " یہ دونوں شہر حمص میں پیدا ہوئے تھے۔شادی کے بعد دونوں نے عہد کرلیا کہ ہم تارک الدنیا میں بن کر عبادت الہیٰ میں اپنی باقی ماندہ عمر کو صرف کرینگے۔ چنانچہ دونوں جزیرہ نمائے سینا کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچ گئے تو ان کی ملاقات دس ایسے زاہدوں کے ساتھ ہوئی جو سراسر فرشتہ سیرت تھے۔ ان دونوں نے ان سے آدابِ طریقت وقوانین معرفت سیکھے تھے۔ ان دونوں نے ان سے آدابِ طریقت وقوانین سیکھ لئے۔

غلاقیتوں مردوں کے ساتھ اور ایتیام عورتوں کے ساتھ رہ کر خدا کی عبادت میں محو رہا کرتے تھے۔ جب ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو والی رومان نے ان کو بلوا کر ۲۵۰ء میں دونوں کو شہید کرڈالا۔

Migne P.G.CXV1 Col.162 (اعمال الاباء الیونانی ازمیں)۔

اگرچہ ان خدا کے بندوں کو جو جزیرہ نمائے سینا میں آکر زاہدانہ زندگی گذارتے تھے۔ ان بُت پرستوں اور مشرکین سے جو اس جزیرہ کی اطراف رہتے تھے بیحد تکالیف اور اذیتیں پہنچتی تھیں لیکن ساتھ ہی ان کو ملوکتی سیرت اور معصومانہ زندگی کے اثر سے طور سینا کی تمام جوانب میں مسیحیت پھیل گئی۔ چنانچہ دیوقلطیانوس کے عہد سلطنت میں ایک اور بزرگ نے جن کا نام کریوں تھا آکر یہاں نہایت زور شور سے تبلیغ کا کام کیا۔ اور ایک بہت بڑی جماعت نے انکی بشارت اور معجزات کی وجہ سے مسیح مذہب کو قبول کیا۔ اور خود مشرکین اور بت پرُستوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔ Mai Spicily Romanun iv

230 -221 Actn 88 111 Ienv, 701

اگر آپ جزیرہ نما سے سینا میں چلے جائیں تو جبل موسیٰ میں آپ کو ایک قدیم خانقاہ کے کھنڈرات ملینگے۔ یہ کھنڈرات اس مشہور خانقاہ کے آثار باقیہ ہیں جس کا نام دیرار بعین تھا جو ان چالیس شہیدوں کی یادگاری میں بنائی گئی تھی جو بُت پرستوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ رومن کیتھولک چرچ میں آج تک ان کی یادگاری عبادت ۲۸ ک ۱ میں منائی جاتی ہے۔

قسطنطین کے مسیحی ہونے کی وجہ سے طور سینا اور اس کے ملحقہ اطراف میں مسیحیت زیادہ مستحکم ہوگئی۔ ہیلا نے طور سینا میں ایک عالیشان گرجہ ان عجیب اور معجز نما

واقعات کی یادگار میں بنوایا جو حضرت موسیٰ کے توسط سے بنی اسرائیل میں واقع ہوئے تھے۔ لہذا تارک الدنیا درویشوں کی تعداد ان اطراف میں روز بروز بڑھتی گئی ۔ غزہ اور اس کی مشرقی وجنوبی اطراف میں بزرگ ہیلاریوں کے (جن کا ذکر گذرچکا ہے) معجزات کا بہت بڑا اثر تھا جن کو دیکھ کر کثرت کے ساتھ عرب مسیحی ہورہے تھے۔ ان کی سعی مشکور کے طفیل غزہ کے بیابان اور عین قادس کے نواحی میں بہت سی خانقاہیں اور گرجے بن چکے تھے۔

جب بزرگ ہیلاریوں کے معجزات اور ان کی دعاؤں کے قبول ہونے کا ہر طرف چرچا ہونے لگا تو ان اطراف کے باشندے جوق درجوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ قحط سالی کے ایام میں ان سے پانی برسنے کے لئے درخواست کرتے تھے۔ اپنے بیماروں کے لئے استدعا کرتے تھے۔ آپ کی دعا کے طفیل سے العرش (Rhincolure) کی ایک نا بینا عورت کی آنکھیں بینا ہوگئیں۔ ایلہ کے شیخ جن کا نام اوریوں تھا جو ایک خطرناک مرض میں مبتلا تھا اور خود بھی عیسائی تھی۔ ان کی دعا سے بالکل تندرست ہوگیا (Ibid 37)

سوزومان اپنی تاریخ کلیسیا (ک ۵ ف ۱۵) میں لکھتا ہے کہ ان کی دعا سے ان کا دادا الافیاں ایک خطرناک بیماری سے صحت یاب ہوا۔ جس کے بعد وہ خدا پرستی اور پرہیزگاری میں بہت ہی مشہور ہوا اور بہت سی خانقاہیں اور گرجے بنائے۔

اسی چوتھی صدی میں شاہ قسطنطنیوس الاریوسی نے بہت سے بشپوں اور فاضلوں کو اطراف سینا اور نبط میں جلاوطن کردیا۔ جن میں ادجاں اور پرتوجاں بہت ہی مشہور تھے۔ ان کو الرہا سے عربستان کی طرف جلاوطن کردیا۔ جن کی یادگاری عبادت آج تک رومی چرچوں میں (۵ آبار) کو ہوتی ہے۔ بزرگ ہیلاریوں کی سوانح عمری میں دو اور بزرگوں کا بیان ہے ۔ جن کا نام اکنتیس اور فیلون تھا۔ ان کو غزہ کی اطراف میں جلاوطن کردیا گیا۔ امبر اطور انتاس نے مقدس ایلیاہ کو جو یروشلیم کے رئیس الاساقفہ اور عربی الاصل تھے۔ ایلہ کی طرف جلاوطن کردیا۔

اسی طرح ایلہ کے بشپ صاحب جلاوطن کردئے گئے۔ جن کا دستخط مجمع خلیقدونیہ ۴۵۱ء میں ثبت ہے اور خالص عربی تھے اور عوث کے نام سے مشہور تھے۔

المختصر ان حالات اور واقعات کی وجہ سے جزیرہ نما سے سینا میں چاروں طرف سے مسیحی قبائل جمع ہوگئے اور کثرت کے ساتھ خانقاہیں اور گرجے بنتے گئے۔ ان خانقاہوں میں فاران میں فاران کی خانقاہ بہت ہی مشہور ہوئی۔

رومی سلطنت کے عہد میں فاران ایک مشہور بستی تھی جو رفتہ رفتہ ایک بہت بڑا شہر بن گیا تھا۔ لیکن اب اس کی آبادی سوڈیڑھ سو نفوس سے زیادہ نہیں۔ اور فیران کھلانے لگا ۔ موقع کے اعتبار سے یہ نہایت ایک سرسبز شاداب جگہ ہے۔ جس میں طرح طرح کے پھل دار درخت خصوصاً کھجور کے درخت کثرت کے ساتھ ہیں اور صاف اور شفاف پانی کے چشمے ہر طرف جاری ہیں۔ مسیحیوں نے فاران میں اپنے مذہب کی خوب سرگرمی سے تبلیغ کی تھی حتیٰ کہ چوتھی صدی تک تمام فاران مسیحی بن گیا تھا اور اسقفی علاقوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ اس کا امیر بھی عیسائی تھا جس کا نام عوبدیان یا عبدان تھا۔ چوتھی صدی کے آخری سلویا بغرض زیارت اراضی مقدسہ جب نکلی تھیں تو خاص طور سے فاران کی زیارت کی ۔ اسی طرح بزرگ انطونینوس نے ۵۸۰ء میں اس کی زیارت کی ۔ غرضیکہ ساتویں صدی عیسوی تک ایک خاص عزت ومنزلت کا مالک بن گیا تھا۔ آج تک فاران کے ویرانوں میں گرجوں کے کھنڈرات مسیحیوں کے قبرستان جس میں مسیحی علامات بکثرت پڑی ہوئی ہیں مسیحیوں کے ترقی کے زمانے یاددلارہی ہیں۔

اس علاقہ کی مشہور خانقاہوں میں سے دیراریث ایک بہت مشہور خانقاہ تھی جو کہ طور کے قریب میں تھی جس میں چاروں طرف سے جو لوگ عزلت گزیں اور تارک الدنیا بن گئے تھے آکر بستے تھے۔ جب اس خانقاہ کی شہرت بہت ہونے لگی تو ۳۷۳ء میں بت پرستوں کے ایک فرقے نے جو بلامیس (Blemmoys) کے نام سے مشہور اور سواحل مصر میں رہتا تھا۔ بحر قلزم

کو عبور کیا اور یہاں کے درویشوں کو قتل کرکے اور مال اوسباب لوٹ کر واپس لوٹ گیا۔ جب فاران کے عیسائیوں کو اس کی خبر ہوئی تو فاران کے بشپ اور اس کا امیر عوبید دیرریث پہنچ گئے اور شہیدوں کی لاشوں کو جمع کرکے نہایت عزت احترام کے ساتھ دفن کئے۔ اسی طرح ۳۹۰ء میں عرب کے بُت پرستوں نے ان راہبوں کو قتل کیا اور لوٹ لیا جو جبل سینا میں مشغول بہ عبادت تھے۔ Migne P.G.LXXIX, Col 678-700

(اعمال الآباد ء الیونان ازمین)

جب مسیحی عابدوں نے دیکھا کہ ان ظالموں کے ہاتھوں چین نصیب نہیں ہوتا ۔ تو خانقاہوں کو قلعوں کی صورت میں تبدیل کیا اور جب یوستنیان کا زمانہ آگیا تو اس نے بڑے بڑے گرجے اور مستحکم قلعے بنوائے اور انکی خدمت اور نگہداشت کے لئے عربوں کو مقرر کیا جو مسیحی ہوگئے تھے۔

انہی رہبانوں میں بڑے بڑے عالم اور فلاسفر بھی تھے۔ مثلاً انستاس السینوی چھٹی صدی اور بزرگ یوحنا رئیس طور سینا المعروف بہ سلمی۔[1]

اس کے تھوڑے دنوں کے بعد مسلمانوں نے جزیرہ نمائے سینا پر قبضہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طور کی خانقاہ میں آنحضرت کا ایک فرمان محفوظ تھا۔ جس میں عیسایئوں کو امان دیا گیا تھا۔ یہ فرمان سلطان سلیم اول کے عہد تک مسیحیوں کے پاس تھا۔ لیکن سلطان سلیم نے یہ فرمان ان سے لے کر قسطنطنیہ میں رکھا۔

(مشرق ۱۲ : ۶۰۹، ۶۷۹)

[1] اس بزرگ نے ایک مشہور کتاب لکھی تھی جس کا نام سلم الکمال تھا۔ اسی کتاب کے نام کی وجہ سے لوگ آپ کو سلمی کہتے تھے۔ یہ بزرگ پوپ گریگوری کا ہمعصر تھا۔

فینقیوں میں مسیحیت

ان بلاد میں سے جو جزیرے نمائے سینا کے ساتھ ملحق ہیں۔ ایک وسیع قطعہ فلسطین کی جنوب و مشرقی سرحد پر واقع ہے جو نہایت سرسبز اور نخل آور ہے۔ یونانی مورخین اس قطعہ کو فینقیوں کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ فنیقیوں کے معنی نخلستان کے ہیں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ فینقہ وادی فاران میں واقع ہے ۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک قطعہ زمین ہے جس کو نخلہ کہتے ہیں۔ غالباً مورخین یونان کی مراد یہی قطعہ ہے ۔چھٹی صدی میں عربوں کے فرقوں میں سے جذام اور لخم جن کے امیروں میں سے ایک نام ابا کرب تھا آکر یہاں مقیم ہوئے۔ مورخ کروبیوس الغزی بیان کرتاہے کہ ابا کرب نے روم کے بادشاہوں یوستبان کو اپنی حکومت پیش کی۔ بادشاہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ابا کرب کو ان تمام عرب قبائل پر حاکم مقرر کیا جو اس کی ولایت کی اطراف میں رہتے تھے۔ چنانچہ اطراف ملحقہ کے تمام عرب قبائل اس کے ماتحت ہوگئے۔

Proopius De Bello Persioo 1.19

بیان بالاکے پڑھنے سے اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتاہے کہ یہ امیر عیسائی تھا اور اگر یہ عیسائی نہ ہوتا تو یوستنیان جیسے مسیحی بادشاہ ایک غیر مذہب والے شخص کو ان علاقوں کا ہر گز حاکم نہ بناتا جن میں عیسائی ہی عیسائی بستے تھے۔

یورپین مکتشفین کے اکتشافات جدیدہ سے اور ان سیاحین کی تحقیقات سے جو بلاد مواب اور اوردم اور نبط کی سیاحت کرچکے ہیں۔ یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ جاتا ہے کہ ان تمام اطراف میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسیحی عرب آباد تھے۔چنانچہ آثار قدیمہ کے مشہور محقق اور سیاح ڈاکٹر لویس نے ان تمام مسیحی آثار اور علامات کو جو ان کے قصر المو[2]

Moab.I a Musail,Arabia 194 Ibid 111 58[1]

فر اور العویر[1] اور ام[2] الرصاص میں ملی ہیں اپنی مشہور کتاب میں جو چند جلدوں میں ہے بالتفصیل بیان کیا ہے۔ بلکہ مختلف اطراف میں متعدد گرجوں کی علامتیں آج تک موجود ہیں۔ جن میں ذیل کے گرجے بہت مشہور ہیں۔ عبد۔ العورجا، فارفیناس، حسبان، کسیفہ، مکار، المحی۔

اسی طرح ایک اور سیاح نے جس کا نام ولمان[3] ہے۔ ۱۹۰۸ء میں ان اطراف کی سیاحت کی اور صرف نبط کے اطراف میں ان کو کوبیس ایسے آثار ملے جو مسیحیوں کے گذشتہ شان شوکت یاد دلارہے تھے۔

دو اور عالموں نے یعنی برونو اور دونازوسکی نے عرب کے آثار قدیمہ پر تین ضیخم جلدیں لکھی ہیں جن میں مسیحیوں کے آثار قدیمہ اس کثرت سے بتلائے گئے ہیں جن کوافسوس ہے کہ ہم عدم گنجائش کی وجہ سے نقل نہیں کرسکتے ہیں۔

دلائل مافوق سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ طور سینا اور اس کے ملحقہ اطراف میں چھٹی صدی عیسوی تک مسیحیت کو عمومیت حاصل ہوچکی تھی۔ چنانچہ مشہور مشترق ڈوزی (Dozy) اپنی تاریخ اسلام کے مقدمہ میں لکھتاہے کہ قریباً تمام جزیرہ نمائے سینا میں مسیحی مذہب پھیل گیا تھا۔ جس میں کثرت کے ساتھ گرجے اور خانقاہیں بن چکی تھیں۔ اور شام کے عربوں کا مذہب مسیحیت تھا۔

یمن میں مسیحیت

یمن عربستان کے جنوب میں ساحل بحر ہند پر واقع ہے جو اپنی تہذیب تمدن تمول۔ حضارت اور خضرت میں اپن مثل آپ ہی تھا۔ کتبوں اور دیگر مورخین کے بیانات سے ثابت ہوتاہے کہ اسلام سے قبل عرب کے اس خطہ میں کم وبیش چار بڑی مشہور سلطنتیں گذری ہیں۔

معینی۔ سبائی۔ حمیری۔ حضرموتی

معینی۔ سلطنت کے صدر مقامات قرن اور معین تھے۔ غالباً حضور مسیح سے آٹھ سو برس پہلے۔

سبائی۔ اس کا پائے تخت مارب تھا۔ حضور مسیح سے ایک سو پندرہ برس قبل تک اس سلطنت کا پتہ چلتاہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ سبائی سلطنت اور معینی سلطنت ہمعصر تھیں۔

حمیری۔ قریباً ۱۱۵ قبل مسیح میں حمیر نے سبائی سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ کبتوں سے ثابت ہے کہ حمیر میں چھبیس بادشاہ گزرے ہیں۔ حمیر کے بعض کبتوں میں سن وسال بھی کندہ ہے۔

اسی زمانہ کے قریب مسیحی حبشیوں نے یمن میں حکومت قائم کرنی شروع کی۔ اور ایک زمانہ میں حمیریوں کو شکست دے کر اپنی مستقل حکومت قائم کرلی اور اس عہد کا ایک کتبہ جوآج کل ہاتھ آیاہے۔ اس پر یہ الفاظ کنندہ ہیں کہ:

"رحمان۔ مسیح۔ اور روح القدس کی قدرت وفضل سے اس یادگاری پتھر پر ابرھہ نے کتبہ لکھا جو کہ بادشاہ حبش اراحمیس ذبی ماں کا نائب الحکومت ہے(سیرۃ النبی جلد اول)

ان سلطنتوں کے عظیم الشان قلعوں اور عمارتوں کے آثار اب تک کچھ نہ کچھ باقی ہیں جن کے نام ہیں:۔

غمدان، بلغم، ناعط، صرواح، سلمین، ظفار، ھکر، صنہر، شبام، غیمان، نبون، ریام، براقش، روثاں، ارباب ہند، ہنیدہ، عمران، نجیر، (اکلیل ہمدانی)

اہل یمن کی زبان حمیری تھی اور ان کا خاص خط تھا۔ جس کو مسند کہتے ہیں حال کے محققین آثار قدیمہ نے سینکڑوں ایسے کتبات برآمد کئے ہیں جن سے صرف ان کے زمانہ سابقہ کی

---

[1] Ibid ,I, 109

[2] Doe Gustap Dalman

[3] Doe Gustap Dalman

تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتاہے کہ ان کا مذہب صابئی تھا۔ اجرام سماوی اور سیارات ہفتگانہ کی پرستش کرتے تھےمولوی سلیمان صاحب ندوی ارض القرآن میں لکھتےہیں کہ " مسلمانوں نے ابتدائی صدیوں میں (۲ یا ۳) یمن کی ایک عمارت کا کتبہ پڑھا تھا۔ جو جنوبی (حمیری) زبان میں تھا۔ اس میں یہ عبادت منقوش تھی۔ بسمہ اللہ ہذامانباہ شمر برعش سیدۃ الشمس "یعنی شمر برعش نے سورج دیبی کے لئے یہ بنایا۔" (صفحہ ۲۷۲)۔

یمن پر پہلی صدی عیسوی کے اوائل میں حمیری بادشاہوں کی حکومت تھی۔ ان کتبوں میں سے جو حال میں دستیاب ہوئے ہیں معلوم ہوتاہے ۔ کہ یہ سلاطین "ملوک سباوذی ویدان" کے لقب سے ملقب تھے۔اورجب حمیری ملوک نے ۳۰۰ کے قریب حضرموت پر قبضہ کرلیا تو اپنے القاب میں یہ جملہ اضافہ کردیا کہ " مولک حضرموت ویمانات " Envolepedic de L Islam p.883

مشرق اور مغرب کے تمام متقدمین مورخین اس پر متفق ہیں کہ مسیحیت کے عین اوائل میں مسیحی مبلغین کی نگاہیں یمن پر پڑرہی تھیں ۔ حتیٰ کہ بعض مسیحی مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ تین مجوسی جن کے متعلق ہم بحث کرچکے ہیں کہ وہ عربی الاصل تھے۔یمن ہی کے رہنے والے تھے۔ اور حضور مسیح کی زیارت سے واپس آکر مقدس توما کے ہاتھ سے جبکہ وہ عدن سے ہندوستان کو جارہے تھے بپتسمہ لیا اور بلاآخر ضعاء میں شہید ہوئے Migne P.LXXI.230

بہت سے مورخین کا یہ بھی خیال ہے کہ یمن میں سب سے اول مقدس متی نے مسیحیت کی تبلیغ کی اوریجانوس نے اپنی کتاب " تردید المداہب" میں اور مشہور مورخ سقراط (ک ۱ ف ۱۵) میں اور روفینوس نے اپنی تاریخ (ک ۱ ف ۹) میں اور بزرگ ہیرونیموس اپنی کتاب "تاریخ مورخین کلیسیا" میں ۔ ونیقیفوروس اپنی تاریخ (ک ۲ ف ۴) میں اسی خیال کی تائید اور توثیق کرتےہیں کہ مقدس متی نے حبش کی اطراف میں مسیحیت کی تبلیغ کی اور زمانہ حال کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے ۔ کہ حبش سے مراد یمن ہے کیونکہ متقدمین کے وقت حبش کا اطلاق یمن پر ہوتا تھا۔ہیرودوتس اور اسٹرابوں (ک اص ۱۵ مطبوعہ اکسفورڈ) اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں کہ درحقیقت قدماء مورخین کے نزدیک حبش کا اطلاق یمن پر ہوتا تھا۔لیکن دیگر مورخین اس کے برخلاف یہ کہتےہیں کہ حبش سے مراد وہ حبش ہوتاہے جو افریقہ میں ہے نہ کہ وہ حبش جو عرب الیمن میں ہے۔

ہم مقدس برتلماؤس کا ذکر کرچکے ہیں کہ پہلے آپ نے ہی عرب میں مسیحیت کی دعوت پہنچائی۔ لیکن اوریجانوس اور ادسابیوس قیصری تاریخ کلیسیا (ک ۱ ف ۱۰) میں اور سقراط جو قدیم مورخین میں سے ہیں۔ بالاتفاق کہتےہیں کہ مقدس برتلماؤس نے یمن میں بھی جس کو وہ ہند القریبہ [1] کہتے ہیں مسیحیت کا پیغام پہنچایا۔ بعض کہتےہیں کہ مقدس برتلماؤس نے نبی سبا میں اور جو بینادن ملک باسیل کی طرف منسوب ہے ۔ اس میں لکھا ہے کہ عرب سعیدہ (یمن) کے ہنود میں تبلیغ کا کام کیا۔

بعض دیگر مورخین جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ کہتےہیں کہ قبل اس کے کہ مقدس توما ہندوستان کی طرف روانہ ہوں۔ عربستان میں بشارت کا کام کیا۔ بزرگ گریگوریوس تریتری اپنے رسولوں کے میمرہ میں سے اور تادوریطس اپنی اناجیل کی کتاب(ک ۹) میں اور بعض سریانی مورخین نے یہی رائے دی ہے۔

مسیحیت کا پہلی صدی عیسوی میں یمن میں داخل ہونے کی ایک زبردست تاریخی دلیل یہ ہے کہ اوسابیوس قیصری (ک ۵ ف ۱۰) اور ہیرونیموس [2] میں علماء اسکندریہ میں سے ایک عالم کا جن کا نام نپتانوس فلاسفر تھا ۔ بُت پرستی کو چھوڑ کر مسیحی مذہب اختیار کیا۔ ومتریوس اسکندریہ کا بشپ تھا۔ اسکندریہ کے مدرسہ میں اس کو پروفیسر مقرر کیاجہاں ان کی

---

[1] ہم لکھ چکے ہیں کہ قدیم مورخین کو یمن کا نام معلوم نہ تھا۔ اس لئے وہ یمن کو ھند" ہند قریبہ" کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ مورخ فیلوسترجیوس (ک ۲ ف ۶) میں اور تادفانوس تاریخ عالم (۶۰۶۴) میں اور تاؤفیلد کتوس (ک ۲) میں حمیرون کو "ہنود" کہتے ہیں (منہ)

[2] Hieron de Vir ILLnstr.c69

بہت شہرت اور مذہبی تعلیم کی تعریف ہوئی۔ اوریجانوس جیسے اعلیٰ معلم انہی کے شاگرد تھے۔ المختصر پنتانوس نے ۱۸۳ ء میں پروفیسری سے استعفیٰ دے دیا۔ اور ہند کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں مسیحیت کی تبلیغ کرے" تمام مورخین کو اس پر اتفاق ہے کہ جس ہند کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد بلادیمن ہے۔

اوسابیوس اسی سلسلہ میں لکھتاہے کہ جب پنتانوس ان اطراف میں پہنچ گیا۔ اور لوگوں کو مسیحیت کی دعوت دینے لگا۔ تو وہاں کے لوگوں نے اس کو ایک انجیل دکھائی جو عبرانی زبان میں تھی۔اور یہ مقدس متی کی انجیل تھی جس کو مقدس برتلماؤس اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اور یہیں چھوڑ گئے تھے۔" اس بیان سے صاف طور پر ہماری رائے کی تصدیق ہوتی ہے کہ رسولی زمانہ سے یمن میں مسیحیت کی منادی شروع ہوئی تھی۔

اوسابیوس کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتاہے کہ نیتانوس کو اچھی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ لکھتاہے کہ " جب پروفیسر صاحب اپنے وطن میں لوٹ آئے تو اپنی کامیابی پر بہت خوش تھے اور بہت سے واعظین کو وہاں کے مسیحیوں کی امداد کے لئے بھیجتے رہے۔

مسلمان مورخین میں سے طبری ابن ہشام اور مسعودی کے بیانات سے معلوم ہوتاہے کہ تیسری صدی عیسوی کے درمیانی حصوں میں یمن میں اس کثرت سے مسیحی تھے کہ نہ صرف عام مسیحیوں اور یہودیوں میں منازعت ومخاصمت کا بازار گرم رہا بلکہ ان کے بادشاہوں میں بھی معرکہ کارزار گرم رہا۔ مولوی سلیمان صاحب اپنی ارض القرآن میں ان دونوں کی مذہبی منازعات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ہم نے پہلے بیان کیاہے کہ تبابعہ سے پہلے سبا کے تمام طبقے ستارہ پرست تھے۔ سب سے بڑا دیوتا ان کا" شمس" اور " المقہ" تھا۔ المقہ حمیری میں چاند کو کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل دوسرے حصے میں آئیگی یہاں سلسلہ بیان کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اولاً کواکب پرستی ان کامذہب تھا۔

۳۲۰ء میں یمن کے مقابل افریقی سواحل پر مصری رومیوں کے اثر سے عیسائیت نے پروبال پیدا کئے۔ شامی رومی کے ذریعہ سے یمن کے اطراف میں شہر نجران نے بپتسمہ قبول کیا۔ ان گردوپیش کے اثر سے بتابعہ یمن بھی محفوظ نہ رہے۔

ستارہ پرستی نے تو شکست کھائی۔ گوستاروں کے ہیکل اب بھی ویران تھے۔ تاہم اب " شمس" ۔المقہ اور"عشا" کے پہلو بہ پہلو رحمان کا نام بھی آنے لگا۔ جو قبل از اسلام یہود ونصاریٰ کے ساتھ مخصوص تھا۔

یہودیت ونصرانیت ان اطراف میں دوہی مہذب اور صاحب الہام مذہب تھے۔اور باہم میدان میں برابر کے حریف بھی تھے۔ گذشتہ ابواب میں معلوم ہوچکاہے کہ رومیوں اور حبشیوں کے ساتھ سبا کے حمیر کو کس قدر سیاسی کشمکش تھی۔ اس بنا پر بتابعہ حمیر عیسائیت سے زیادہ یہودیت کو ترجیح دیتے تھے عبد کلیل بروایت عرب بھی عیسائی تھا۔ اور ایک کتبہ سے بھی اس کا عیسائی ہونا ظاہر ہوتاہے۔ بقیہ بتابعہ کم تر ستارہ پرست اور اکثر یہودی تھے تاریخ طبری میں ہے کہ سب سے پہلے اسعد ابو کرب نے یہودیت قبول کی۔ مذہب شاہی نے عام رعایا میں بھی فروغ پایا۔ اور اس طرح عیسائیت اور یہودیت نے یمن میں ٹکر کھائی۔

(ارض القرآن صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰)

گذشتہ صدی کے وسط میں ایک حمیری کتبہ برآمد ہوا تھا۔ISI 6 جس میں عبد کلال اور اسکی بیوی ابعلی اور اس کے بیٹے ہنی اور ہعلل کے نام کندہ تھے۔ یہ کتبہ اس دیر کی یادگاری میں لگایا گیا جس کا نام" یرث" تھا۔ اور جس کو" الرحمان" کی خوشنودی کے لئے بنوایا تھا۔ اس کی بنیاد ماہ ذی خرف ۵۷۳ حمیری مطابق ۴۵۸ء میں رکھی گئی تھی۔ "الرحمان" کے ذکر سے صاف عیاں ہے کہ وہ مسیحی تھا۔ کیونکہ " الرحمان" خاص مسیحیوں کا مستعملہ لفظ تھا۔

یونانیوں کی تواریخ میں یمن میں مسیحیت کے نفوذ کا ذکر کثرت کے ساتھ ملتاہے۔ مورخ فیلوسترجیوس نے جو فرقہ اریوسی کا ایک زبردست مورخ تھا۔ بارہ جلدوں میں فرقہ اریوسی کے کارہائے نمایاں کے متعلق جو ۳۰۰ء۔ ۴۲۵ء سے وابستہ تھے ایک تاریخ لکھی جو بدقسمتی سے اب دستیاب نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کے اسی صفحوں کا ایک مختصر سا اقتباس جس کو قسطنطنیہ کے رئیس اساقفہ فوطیوس نے نقل کیا تھا اور اپنے کتب خانہ میں رکھا تھا موجود ہے۔
Migne Petralogie Grecque LXV Col 449 687

اس میں لکھاہوا ہے کہ شاہ قنطنسیوسی اعظم کے بیٹے نے جو کہ فرقہ اریوسی کا بہت ہی ہمدرد اور سہی خواہ تھا۔ ۳۵۶ء میں روم سے حمیری بادشاہ کے پاس یمن میں ایک وفد بھیجا جس کا رئیس تاوفیل ہندی تھا جو جزیرہ سیلان کا باشندہ تھا یہ وفد یمن میں پہنچ کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور شاہنشاہ روم کی طرف سے جو تحائف بھیجے گئے تھے پیش کئے۔ ان کو دیکھ کر بادشاہ بہت خوش اور اس کے ساتھ بہت عزت واحترام سے پیش آیا۔ بادشاہ نے ان کو تبلیغ کی اجازت دی۔ یہودیوں کے ساتھ ان کا خوب مباحثہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ ہر مقام پر یہودیوں پر غالب آگئے۔ تب خود بادشاہ مسیحی ہو گیا اور ان کو گرجے بنوانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ انہوں نے تین بڑے گرجے بنوائے۔ ایک ان کے پائے تخت ظفار میں ، دوسرا عدن ، ساحل بحرا اوقیانوس میں جہاں رومی تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ تیسرا فرضہ میں جو خلیج عجم کے دہانہ پرواقع ہے۔ اس کے بعد عیسایئوں کے لئے ایک رئیس مقرر کرکے یہ وفد کامیاب واپس گیا۔

علامہ مستشرق سنیورک روسینی نے بھی اس وفد کاذکر کیا ہے۔ لیکن وہ کہتاہے کہ یہ وفد صرف مذہب کی تبلیغ کی غرض سے نہیں بھیجا گیا تھا تاکہ سمندر کے راستہ سے یمن کے ساتھ تجارت کا راستہ کھل جائے۔ Bandicout d. Real academia April 1911 p 116

افسوس ہے کہ مورخ فیلسترجیوس نے یمن کے اس بادشاہ کا نام ہمیں نہیں بتلایا جو تاوفیل کے ہاتھ پر مسیحی ہو گیا تھا۔ ممکن ہے یہ بادشاہ عبد کلال ہو۔ کیونکہ خیال کیا جاتاہے کہ اس کی بادشاہت ۳۳۰ء تا ۳۵۰ء تک تھی۔ اور یہی وفد جانے کا زمانہ تھا۔ ثعالبی نے طبقات الملوک میں اسکے حلم ، مسکین نوازی، غریب پروری، عقلمندی ، چشم پوشی ، رواداری کو بہت کچھ سراہاہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ شاید ولیعہ بن مرتد ہو جو اول بہت ہی متعصب یہودی بن گیا تھا اور پھر مسیحی ہوا تھا۔

فیروزآبادی کے قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ " ان کثیراً من ملوک والیمن الحیرۃ تنصرواً" یعنی یمن اور حیرہ کے بہت سے بادشاہ مسیحی ہوگئے تھے۔

بہت سے مورخین کا یہ خیال ہے کہ وہ بشپ جس نے نکایا (نیقہ) کے جلسہ عام میں اپنا دستخط کیا تھا کہ " یوحنا اسقف الہند" وہ یمن ہی کا بشپ تھا۔ کیونکہ اس زمانہ میں یمن ہی کو ہند کہتے تھے۔

بزرگ سمعان عمودی کی سوانح عمری میں جس کو تادووریطس نے پانچویں صدی میں لکھا تھا۔ ایک سے زیادہ بار اس کا ذکر ملتاہے کہ " حمیری عرب کثرت کے ساتھ بپتسمہ لینے کے لئے بزرگ سمعان کے پاس آتے تھے۔ اور تاردویطس نے ان کو بچشم خود بپتسمہ لیتے دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ کہتاہے کہ " نہ صرف ہمارے ہموطن سمعان کے پاس بپتسمہ لینے آتے تھے۔ بلکہ اسماعیلی ، عجمی ، ارمنی کوجی اور حمیری کثرت کے ساتھ آتے تھے" Migne Petralogie Grecque LXIV 104 اس طرح ان کے شاگرد انطونیوس لکھتاہے کہ " سمعان عمودی نے شرقین (سراکسہ) واعاجم وار امن اسکوییتیں اور ذو قبائل میں سے بہت سے لوگوں کو بپتسمہ دیا۔

قدر نیوس لکھتاہے کہ " ذوقبائل " سے مراد حمیری ہیں۔

اہل کلدان کا یہ دعویٰ ہے کہ حضور مسیح کے حواری ادمی وماری جوان کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہی عرب کے خیمہ نشین قبائل اور اہل نجران اور جزائر بحریمن میں بھی گئے[1] تھے۔ چنانچہ مصحف ناموسی میں لکھاہے کہ مقدس ماری جو حضور مسیح کے ستر شاگردوں میں سے تھے۔ جزیرہ یمن اور موصل میں اور ارض سواد اور اس کی ملحقہ اطراف میں مثلاً تمام تیمن میں اور عرب خیمہ نشین ہیں اور نجران کے اطراف میں اور ان جزائر میں جو بحریمن میں ہیں تبلیغ کا کام کیا۔(صفحہ ۱۸)۔

اسی بشارت کی طرف بزرگ افرام (۴۰۰ء) اپنے ایک میمرہ میں اشارہ کرتے ہیں کہ " ملکہ تیمن (سباء) سلیمان کے پاس آگئی۔ ان کے نورانی شعلہ سے منور ہوگئی۔ اور اس شعلہ کی ایک چنگاری راکھ کے نیچے دبی رہ گئی۔ یہاں تک عدالت کا آفتاب (یعنی حضور مسیح اطالع ہوگیا اور یہ چنگاری بھڑک اٹھی اور چمکتے ہوئے تارے کی طرح اس کی تمام اطراف کو منور کردیا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتاہے کہ مسیحیوں کے دیگر فرقوں کے دوش بدوش نسطوری[2] فرقہ نے بھی عربستان کے مختلف اقطاع میں بشارت کا کام خوب کیا اور متعدد کلیسیائیں قائم کیں اوران کے بہت سے بشپ تھے۔ جو جبثالقہ مشرق کی طرف سے مختلف اقطاع کے کرسی نشین تھے۔ جن کا اثر اسلام کے بعد ایک مدت تک قائم رہا۔ علامہ دی ساسی اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں کہ شمال کے مسیحی خاص کر اہل عراق اکثر اہل یمن کے ساتھ آمدورفت رکھتے تھے۔ انہوں نے ہی خط مسند کے عوض میں سریانی خط کو اپنے دینی بھائیوں کے درمیان رواج دیا" Miemoires des Inscript et Behis Letter I 30 p.266

[1] فطارکت کرسی مشرق مصنفہ سلیمان بن ماری مطبوعہ دوم صفحہ ۲ والمجدل العمرو بن متی طیرہائی صفحہ ۱

[2] ان کا مفصل بیان آگے آئیگا۔

مورخ سمعانی مکتبہ الشرقیہ (Semani B.O/ 111/603) میں لکھتاہے کہ سریانی زبان یمن کے مختلف اضلاع میں داخل ہوگئی تھی۔ اسی طرح مورخ فیلسٹر جیوس لکھتاہے کہ "افریقہ کے سواحل یمن کے بالمقابل بہت سی نوآبادی قائم ہوچکی تھی۔ جن کی زبان سریانی تھی " کتاب کشف الاسرارفی قواعد اقلام کوفیہ میں ہے کہ ان القلمہ الکوفی کان بدعی بالسوری یعنی کوفی خط کوسوری خط کہتے تھے۔ غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ خط کوفی سریانی سے زیادہ مماثل تھا اس میں یہ بھی لکھاہے کہ " ال طسم وقحطان وحمیر " اسی خط میں لکھا کرتے تھے۔

یمن میں مسیحیت کے نفوذ کا اندازہ مولوی شبلی نعمانی کے اس قول سے کسی قدر ہوسکتاہے کہ " یمن میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا عائق یہ ہوسکتا تھا کہ وہ پولٹیکل حیثیت سے ایرانیوں کا ماتحت تھا اور باشندے مذہباً علی العموم یہودی یا عیسائی تھے(سیرۃ النبی حصہ اول مجلد دوم صفحہ ۲۱)۔

نجران میں مسیحیت

یمن میں مسیحیت کے نفوذ کی دلائل میں سے ایک بڑی دلیل وہ ہے جس کو طبری نے اپنی تاریخ جلد اول صفحہ ۹۱۸ (مطبوعہ لندن) میں اور یاقوت نے منجم البلدان جلد چہارم صفحہ ۷۵۲ میں اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ جلد دوم ۵۹ میں اور ابن اہشام اپنی سیرۃ الرسول صفحہ ۲۰ میں اور نیزدیگر مورخین اسلام نے بیان کیاہے کہ نجران جویمن کے معتنا بہ علاقوں میں سے ایک اہم علاقہ ہے۔ اس کے تمام رہنے والے عیسائی ہوگئے تھے۔ان کےعیسائی ہونے کی نسبت ایک طویل روایت بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور مسیح کے حواریوں کے شاگردوں میں سے ایک شخص جس کا نام فیمون اور بقول بعض قیمون اور بعض

کے نزدیک میمون [1] تھا۔ اور جو کہ بڑا عابد اور خدا شناس شخص تھا سیاحت کرتا ہوا اور معجزات اور کرامات دکھاتا ہوا بلادِ غسان میں پہنچ گیا۔ اہل شام میں سے ایک شخص جس کا نام صالح تھا اس کے ساتھ ہولیا اور دونوں عربستان میں داخل ہوگئے۔ جہاں ایک قافلہ نے ان کو گرفتار کیا اور نجران میں آکر بیچ ڈالا۔ اس وقت نجران میں بنی حارث کے لوگ رہتے تھے جو کھلان کی شاخ تھے اور عزیٰ کو درخت کی صورت میں پرستش کرتے تھے۔ فیمون نے اپنے مالک کو بُت پرستی کے بطلان سے واقف کیا اور عین اس دن جبکہ عزیٰ کی عید تھی۔ فیمون نے خدا سے دعا کی اور ایک زبردست آندھی آئی اور اس درخت (عزیٰ) کو جس کی وہ پرستش کرتے تھے جڑے سے اکھاڑ دیا۔ تب نجران کے لوگوں نے بت پرستی سے توبہ کی اور حضور مسیح کے حلقہ بگوش میں داخل ہوگئے۔ تب فیمون نے ان کے ایک شریف شخص کو جس کا نام عبداللہ بن ثامر تھا ان پر امیر مقرر کیا۔ اوران کے لئے ایک بشپ مقرر کیا ۔ جس کانام بولس (پولوس) تھا۔

نجران میں عیسائیت کو بارآور دیکھ کر یہودیوں کا بادشاہ ذونواس جو بہت ہی متعصب یہودی تھا آگ بگولا بن کر نجران جا پہنچا اورعیسائیوں سے کہا تم یہودی بن جاؤ۔ عیسایئوں نے اپنے رئیس الحارث کی ماتحتی میں یہودیت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اپنے شہر کی مدافعت پر تل گئے ۔ جب ذونواس نے دیکھا کہ شہر فتح نہیں ہوسکتا ہے تومکاری سے شہر میں داخل ہوگیا ۔ اور داخل ہوتے ہی شہر میں بڑے بڑے گڑھے بنوائے اور ان میں آگ دہکائی اور فرداً فرداً عیسائیوں کو بلوایا۔ جس نے یہودیت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس کو آگ میں ڈلوایا۔ قرآن شریف میں اصحاب الاخدود کے نام اس اسی ظلم کی طرف اشارہ ہے کہ :

قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِالنَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِإِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌوَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌوَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ

ترجمہ: ہلاک ہوئی گڈھوں والے جن میں آگ تھی ایندھن والی ۔ جب وہ کرسیوں پر بیٹھے تماشا دیکھ رہے تھے اور مومنوں پر ظلم کررہے تھے ۔اس پر وہ خود گواہ تھے۔ ان مومنوں کاسوائے اس کے اور کچھ قصور نہ تھاکہوہ غالب اور قابل ستائش خدا پر ایمان لائے تھے۔

ابن اسحاق بیان کرتاہے کہ بیس ہزار مسیحی اس واقعہ میں مارے گئے۔

ایک شخص جس کا نام ودس ذوثعلبان تھا کس طرح جا بچا کر روما میں قیصر کے دربار میں جاپہنچا اور تمام واقعات ایک ایک کرکے سنائے۔ قیصر نے حبش کے بادشاہ الصبان کو خط لکھا کہ فی الفور مسیحیوں کی امداد کو پہنچو اور ظالموں سے انتقام لو۔ چنانچہ الصبان نے فی الفور یاطا برھ کی ماتحتی میں ایک فوج ظفر موج بھیج کر حمیرون کا قلع وقمع کیا۔ ذونواس نے بھاگ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ اور فرعون کی طرح دریا ہی میں ڈوب مرا۔ اس کا قائم مقام زوجدن ہوا۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ پھر ذوالیزر اٹھا۔ لیکن نام اور رہ گیا اب عیسائی تنہا یمن کے مالک بن گئے ۔ اور نصف صدی سے زیادہ تک یعنی ۵۲۵ء سے ۵۷۵ء تک یمن پر قابض رہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے کہ اریاط کی حکومت ۵۲۵ء سے پھر برھتہ الاشرم کی حکومت ۵۳۷ءتا ۵۷۰ء تک پھر اس کے بیٹے یکسوم کی حکومت ۵۷۰ء سے ۵۷۲ء تک پھر مسروق کی حکومت ۵۷۲ءسے ۵۷۵ء تک رہی۔ مولوی سلیمان صاحب کی تحقیق کی روسے مسیحیوں کی حکومت کامل بہتر برس تک یعنی ۵۲۵ء سے ۵۹۵ء تک رہی ۔ ارض القرآن صفحہ ۲۱۳)۔

ابرھ کو جب ادھر سے اطمینان ہوا تو تمام ملک میں حاکم مقرر کئے۔ مسحیت کی ترویج کی غرض سے تمام بڑے بڑے شہروں میں کلیسیائیں قائم کیں اور عظیم الشان گرجے بنوائے ۔ سب سے بڑا گرجا صنعاد میں تعمیر ہوا جس کو عرب القیس کہتے ہیں جو کلیسیا کی تعریف ہے۔

[1] فطار کتہ المشرق مصنفہ سلیمان بن ماری صفحہ ۳۳ میں اس کا نام حیان آیاہے اور لکھاہے کہ یہ نجران کا باشندہ تھا حیرہ میں اس کے ہاتھ پر بہت سے حمیری اور حبشی مسیحی ہوگئے تھے

ایڈیٹر

حال ہی میں ابرھہ کے زمانہ کا ایک بہت بڑا اور قابل اعتنا کتبہ سد عرم کی بقیہ دیوار پر ملاہے۔ معلوم ہوتاہے کہ ابرھہ کا اقتدار اور حکومت نہ صرف یمن اور اس کے اطراف تک نافذ تھا۔ بلکہ تہامہ یعنی مکہ بھی اسکا زیر نگیں تھا۔ اس کتبہ کے اہم اقتباسات حسب ذیل ہیں:

(۱)

" رحمان الرحیم " اور اس کے مسیح اور روح القدس کی مہربانی سے ابرھہ اکسومی حبشیوں کا رئیس اور احمیس ذبیمان شاہ حبش کا محکوم، شاہ کو ذوریدان وحضرت ویمنات وتہامہ ونجدیہ یادگار قائم کرتاہے کہ اس نے اپنی عامل یزید بن کبشہ پر فتح پائی۔ جس کو اس نے کندہ اور دیٔ پر حاکم بنایا تھا اور سپہ سالار مقرر کیا تھا اور روسائے سبا (اقیال سبا) اس کے ساتھ تھے۔ اور وہ مرہ، قمامہ جنش، مرتد اور صنف قلعہ دار (ذو) خلیل اورآل یزن روسائے (اقیال) معدی کرب بن سمیفع اور رہقان اور اس کے ہم براور فرزندان اسلم تھے۔ بادشاہ نے اس کے مقابلے میں جراح قلعہ دار (ذو) زنبور کو بھیجا۔ یزید نے اس کو مار ڈالا اور قصر کو کدار کو ڈھادیا۔ اور کندہ حریب اور حضرموت کے قبائل سے اس نے جمعیت اکٹھا کی ۔۔۔۔ بادشاہ کو خبر ملی تو اپنی حمیری (حبشی فوج ہزاروں کی تعداد میں ماہ ذولقباط ۶۵۷ء یمنی مطابق ۵۴۳ء میں لے کر چلا۔ جب مارب (سبا) کی وادیوں میں پہنچا تو یزید خود آیا اور تمام سرداروں کے سامنے اس نے اطاعت قبول کرلی ۔۔۔"

(۲)

اسی اثناء میں مآرب کے بند (سد) کی دیوار حوض اور دروازوں کے ٹوٹنے کی خبر ماہ ذوالمدرح ۶۵۷ء (یمنی مطابق ۵۴۳ء میں آئی۔ قبائل کو فرمان بھیجا کہ پتھر لکڑی اور سیسہ بند کے درست کرنے کے لئے مہیا کریں۔ بادشاہ پہلے مارب گیا اور وہاں کے کنیسہ میں نماز ادا کی پھر موقع پر گیا، نیو کھودی گئی اور تعمیر شروع ہوئی۔

(۳)

بادشاہ حسب ذیل امرا(اقیال) سے معاہدہ کرکے واپس آیا۔ شہزادہ اکسوم قلعہ دار معاہر فرزند بادشاہ، مرجزف، قلعہ دارزناح، عادل قلعہ دار فانش، اور قلعہ داران شولمان، شعبان رعین اور رہمدان وغیرہ ۔۔۔۔

(۴)

رحمان کی عنایت سے نجاشی۔ قیصر روم منذر (شاہ حیرہ) اور حارث بن حیلہ (شاہ غسان) اور دوسرے بادشاہوں کی طرف سے سفرا دوستی اور محبت کے لئے ماہ دوان ۶۵۷ء (یمنی ۵۴۳ء) میں آئے ۔۔۔

(۵)

پھر سد مارب کی مرمت کی طرف رجوع کرتاہے کہ اس کو کاریگروں نے بنایا اور کشادہ کیا۔ یہاں تک کہ اس کی درازی ۴۵ ذراع اور اس کی بلندی ۳۵ ذارع تک پہنچ گئی۔

(۶)

آخر میں عملہ دفعلہ کے اخراجات وخوارک بیان کرتا ہوا لکھتاہے کہ " اس کام سے بماہ ذی معان ۶۵۸ء فراعت حاصل ہوئی۔

Mardtmann, Himyar Inscription Birlin 1893. Multerv.Schoesser Wien 188 (نیز دیکھو ارض القرآن صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹)

چونکہ عبارف مافوق میں قلیس کاذکرآگیاہے۔لہذا مناسب معلوم ہوتاہے کہ اس عجیب روزگار گرجے کا بیان بھی لکھا جائے۔ اگرچہ قلیس کا بیان بہت سے مورخین نے کیاہے۔ مثلاً یاقوت نے معجم البلدان ۱۴ ۱۷۰ ماده قلیس میں اور طبری نے ۱: ۹۳۴، ۹۳۵ میں اور شیخ صالح ارمنی نے اپنی تاریخ (مطبوعہ اکسفورڈ) صفحہ ۱۳۹ میں لیکن باعتبار قدامت زیادہ قابلِ غور ابوالیید محمد بن عبداللہ ارزقی کا بیان ہے جو ۳۰۰ھ مطابق ۱۰۰۰ء

کا مورخ ہے۔ وہ اپنی مشہور آفاق کتاب اخبار مکہ (مطبوعہ لیپزک) صفحہ ۸۸، ۹۰ میں لکھتا ہے کہ:

" کان القلیس مربعاً منتری التربیع جعل (ابرھة) طولہ فی السماء ٦٠ ذراعاً وکبسة من داخلہ اقھارع فی السماءوکان یصعد الیہ بدرج الرجام وجرلہ سوربینہ دبین القلیس مائنا ذراع یطیف بہ من کل جانب وجعل بین ذالک کلہ حجارة یستھیا اھد الیمن الجروب منقوشة مصابقة لایدخل بین اطبا تھا الابرة مطبقة بہ وجعل طول ما نبی بہ من الجروب ٢٠ ذراعاً الشمارثم فصل مابین حجارة الجروب بجارة مثلثلة تسبة الشرف مداخلة بعضھا ببعض حجرا احضروحجراً احمر وحجراً بیص وحجراً اصغر وحجراً اسود فیما بین کل سافین خشیب ساسمہ مدور الراس غلظ الخشیة حقن الرجل ناتھہ علی البناء ثمہ فصل بافریمہ من الرخام منقوش طولہ فی السماء دراحسان وکان الرخام ناتساء علی البناء درا عامہ ثم فصد فوق الرخام بجارة سود لھا بریق من حجارة نقم جبل سنعاء المشرف علیھا ثم وضع توتھا حجارة صفرثم حجارة بیض لھما بریق فکارن ھذا طاھر حائط القلیس وکان عرض حائط القلیس ستة اذرح وکان لہ باب من نجاس ، اذرع طولا فی ۴ عرضاً وکان مدخل منہ الی بیت فی حونہ طولہ ٨٠ ذراعاً فی ذرا عاً معلق (؟) العصمد بالساج المنقوش و مسامیر الذھب والفضة ثم ید خل من البیت الی ایوان طولہ ۴٠ ذرھاً عن یمینہ وعن یسارة وعقودہ مضروبة بالصیسفا ء مث جعدة بسین اضعا فھا کواکب الذھب ظاھرة ، ثم ید خل من الایوات الی قبة ٣٠ ذراعاً جدررھا بالفسیغساء وفیھا صلب منقوشة بالغیساء والذھب والصفة رفیھا رخامة مما یلی مطلع الشمس من البلق مربعة ١٠" ذراع فی اتفشی عین من نظر الیھا من بطن القبة قودی صوا الشمس والقمر یا خل القبة. وکان تحت الرخامة معبر من خشب اللبغ وھو عندھم الا نبوس مفصد بالعاج الابیض ودرج المتبر من خشب الساج ملبسہ ذھب وفضة وکان فی الصبة سلاسل فضة ....."

ترجمہ: ابرہہ نے **قلیس** کی عمارت کو مربع صورت پر بنوایا تھا۔ اس کی کل بلندی ۶۰ گز (ذراع) کی اور اس کے کبسہ کی بلندی اندر سے ۱۰۰ گز کی تھی۔ جس پر سنگ مرمر کی سیڑھیوں سے ہو کر چڑھتے تھے۔ اسکی چاروں طرف ایک دیوار تھی۔ اس کے اور **قلیس** کے درمیان ۲۰۰ گز کا گردا گرد کا فاصلہ تھا۔ جس کو اس منقش پتھر سے فرش کردیا گیا تھا۔ جس کو اہل یمن جروب کہتے ہیں۔ یہ پتھر اس طرح پیوست کردئے گئے تھے کہ سوئی کو بھی جگہ نہ مل سکتی تھی۔ پھر جروب کے پتھروں کو سبز سرخ سفید زوردار سیاہ پتھروں کے مثلث نما ٹکڑوں سے جوایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے تھے جدا کردیا گیا تھا۔ ہر ایک قطار کے بیچ میں سالم[1] کی لکڑی کے گول گول ٹکڑے لگادئے گئے تھے۔ تاکہ پڑھنے والوں کے پاؤں پھسلنے پائیں۔۔۔ پھر رنگارنگ کی نقش کاری سے مقرنس بنایا گیا تھا۔ جس کی بلندی دو گز کی تھی اور متقرنس ایک ابھرا ہوا تھا۔ پھر سنگ مرمر پر چمکدار سنگ سیاہ چن دئے گئے تھے۔ جو حیل صغار سے کھود کر لائے گئے تھے۔ پھر اس پر چمک دار سنگ زور دو سنگ سفید یکے بعد دیگرے لگائے دئے تھے۔ یہاں تک **قلیس** کی دیوار کے باہر کی طرف کا بیان تھا۔ **قلیس** کی دیوار کا

---

[1] آبنوس کی قسم کا ایک درخت ہے۔

عرض ٦ گز تھا۔ اس کا ایک دروازہ اس گھر میں کھلتا تھا جو قلیس کے بیچ میں تھا۔ جس کا طول ۸۰ گز اور عرض ۴۰ گز تھا جس میں ساج اور سونے وچاندی کے کیلوں سے بجی کاری کی گئی تھی۔ پھر اس گھر سے اس ایوان میں داخل ہوتے تھے۔ جس کا طول دائیں بائیں طرف کو ۴۰ گز تھا۔ جس کا ہر ایک قطار پر قسیفضاء سے نقش کاری گئی تھی۔ اور اس کے درمیان سونے کے تار جو ابھرے ہوئے تھے لگادئے گئے تھے۔ پھر اس دیوان سے قبہ میں داخل ہوتے تھے جس کی ہر طرف تیس گز کی تھی۔ اس کی دیواریں فیفساء[1] سے بنی ہوئی تھیں۔ اور ان میں صلیبیں تھی جو فیفساء اور سونے اور چاندی سے منقش کی گئی تھیں۔ اس قبہ میں سنگ رخام از قسم بلق کا ایک ٹکڑا تھا جو مربع تھا اور ہر ایک طرف سے ۱۰ گز کا تھا اور مشرق کی طرف رکھا ہوا تھا۔ یہ اس قدر چمک دار اور ضیا پاش تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیتا تھا۔ اور اس کے ذریعہ سے دن کو آفتاب اور رات کو ماہتاب کی روشنی اندر کی طرف منعکس ہوجاتی تھی۔ اس رخامہ کے نیچے آبنوس کی لکڑی کا منبر بنا ہوا تھا۔ جس پر ہاتھی دانت کی نقش کاری کی ہوئی تھی۔ منبر کی سیڑھی ساج کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ جس پر سونے اور چاندی کا غلاف چڑھا یا ہوا تھا۔ اور قبہ میں چاندی کی زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں۔

افسوس ہے کہ اس عالیشان گرجے کو ابو جعفر منصور نے جو بنی عباس کے دوسرے خلیفہ تھے۔ وہب بن منبہ کے کسی لڑکے اور کینہ توز صنعا کے یہودیوں کے ورغلانے سے گرادیا اور اپنی عاقبت کو خراب کیا۔

المختصر جب اہل نجران کو ذونواس کے ظلم وستم سے رہائی مل گئی تو انہوں نے ایک شاندار اور عظیم الشان گرجا جو ہر طرح سے آراستہ وپیراستہ تھا بنایا۔ جس کا نام انہوں نے کعبہ نجران رکھا۔ اسی کعبہ نجران کے متعلق اعشیٰ اپنی اونٹنی کو خطاب کرکے کہتا ہے۔

وکعبتہ نجران ختم علیکہ حتی تنا خی بابوا بھا

نزو ر یزیدا وعبد المسیح وقیسا ھمود خیر ابا بھا

ترجمہ: تجھ پر کعبہ نجران تک پہنچنا اور اسکے دروازوں کے آگے بیٹھنا فرض ہے تاکہ ہم یزید وعبدالمسیح اور قیس کی زیارت کریں جو سب سے بہتر سردار ہیں۔

علامہ ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ "والکعبۃ التی عناھا الا عشی ماھنا یقال انھا بیعۃ بنا ھا بنو عبدالمدان علی بنا الکعبۃ و عظمرھا مصا ھاۃً للکعبۃ وسموھا کعبۃ نجران وکان اذانزل بھا ستجیراجیرد وظائف من امطالب حاجۃ قضیت اومہ ترفدا عطی ما یریدۃ"۔

ترجمہ جس کعبہ کو اعشیٰ نے ذکر کیا ہے وہ، وہ کعبہ ہے جس کو عبد المدان نے کعبہ کی بناء پر اور اس کے مقابلہ پر بنایا تھا۔ اور کعبہ کے عوض میں اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کا نام انہوں نے کعبہ نجران رکھا۔ اگر کوئی پناہ لینے کو آتا تو اس کو پناہ دی جاتی تھی۔ یا اگر کوئی خائف آتا تو وہ بے خوف ہوجاتا۔ اور اگر کوئی حاجتمند آجاتا تو اس کی حاجت پوری کردی جاتی۔ اور اگر کوئی کسی قسم کی مدد چاہتا تو اس کو مدد دی جاتی تھی"(اغانی ۱۰ : ۱۴۶)۔

اس گرجا کے متعلق مولوی شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ نجران مکہ ومعظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے ۔ جہاں عیسائی عرب آباد تھے۔ یہاں عیسایئوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا۔ جس کو وہ کعبہ کہتے تھے اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے۔ اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ جن کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عرب میں عیسایئوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا۔

---

[1] کاشی کاری سمجھنا چاہیے ۔در حقیقت فیفساء وہ چند رنگ ہوتے ہیں جو صدف سے بنائے جاتے ہیں اور اس سے دیواروں پر نقش کاری کرتے ہیں یا کور اینٹ بنا کر دیوار بناتے ہیں۔

یہ کعبہ تین سوکھالوں سے گنبد کی شکل میں بنایا گیا تھا جو شخص اس کے حدود میں آجاتا تھا وہ مامون ہوجاتا تھا۔ اس کعبہ کے اوقات کی آمدنی دو لاکھ سالانہ تھی۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۷، ۳۸)۔

حضر موت ، عماں یمامہ اور بحرین میں مسیحیت

افسوس ہے کہ ان علاقوں کی مفصل تاریخ ہمیں دستیاب نہ ہوسکی ۔ تاہم چونکہ یہ علاقے یمن کی اطراف میں واقع ہیں اور یمن پر مسیحیت کا تسلط ہوچکا تھا۔ اس لئے ممکن نہیں کہ مسیحی مبلغین نے ان اطراف کو چھوڑ دیا ہو۔

حضر موت یمن کے مشرق میں واقع ہے۔ اور اس کے مشرق میں اس کا ایک ٹکڑا واقع ہے جس کو مہرہ کہتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے ان تمام بادشاہوں کے نام گنائے ہیں ۔ جو حضور مسیح کے بعد سے لے کر حبشی سلطنت کے زمانے تک حضر موت پر حکمران رہے ہیں۔ لیکن حبشی سلطنت کے بعد کسی اور بادشاہ کا نام نہیں لکھتے ہیں اور حبشی سلطنت کے ساتھ اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ حضر موت حبشی سلطنت کے ماتحت رہا تھا۔ (ابن خلدون مطبوعہ مصر ۲: ۲۵۲) ایک مورخ شاید اس سے یہ نتیجہ نکالے کہ انہی حبشی فاتحین کے ساتھ ساتھ مسیحی مذہب حضر موت اور اس کے ملحقہ اطراف میں داخل ہوا ہوگا۔ لیکن میرے رائے میں مسیحی مذہب حبشی سلطنت سے مدتوں پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک گروہ بہت پہلے حضر موت میں مقیم ہوچکا تھا اور کندہ بالاتفاق مسیحی قبیلہ تھا۔ ایک گروہ حضر موت میں مقیم ہوچکا تھا (ج ۱ صفحہ ۱۸۵۲ - ۱۸۵۶ و ۲۰۰۵ - ۲۰۰۷)۔

دیگر یہ کہ حضر موت کے متعدد نہ ساحلی مقامات تھے۔ جن کا ذکر بطلیموس نے اپنے جغرافیہ (ک ۶ ا ف ۴) میں کیا ہے۔ ان مقامات میں تجارتی منڈیاں لگا کرتی تھیں ۔ جہاں رومی اور دیگر اقوام کے تجار آکر خرید وفروخت کیا کرتے تھے ۔ ان رومی سوداگروں کی رفت وآمد اختلاط وارتباط سے بہتوں کو مسیحیت کی روشنی مل گئی ہوگی۔ کیونکہ قرون اولیٰ کے مسیحیوں کی یہ عام عادت تھی کہ جہاں وہ جاتے تھے اپنا مذہب ساتھ لے جاتے تھے۔

جزیرہ سقطری کے متعلق مسعودی مروج الذہب (مطبوعہ پیرس صفحہ ۳: ۳۸) میں لکھتاہے کہ " وظهمه المسيح قنصر من فيها الى هذا الوقت " یعنی جب حضرت مسیح ظاہر ہوئے تو، تو یہاں کے سب لوگ مسیحی ہوگئے اور اب تک مسیحی ہیں۔ یاقوت معجم البلدان میں لکھتاہے کہ جزیرہ سقطری میں قبائل مہرہ آباد تھے اور اس میں دس ہزار لڑنے والے تھے جو عیسائی تھی (۳ ۱۰۲۱) نیز دیکھو انساب العرب مصنفہ سلمہ بن مسلم العوبتی الصحاری صفحہ ۱۰۶)۔

عماں۔ یہ حضر موت کی جانب شمال میں بحر ہند اور بحر عجم کے کنارے پر آباد ہے۔ اس کا پائے تخت صحاء ہے۔ عراق کے مسیحی مبشرین نے یہاں دعوت حق پہنچائی۔ نسطوری فرقہ کی تاریخ سے معلوم ہوتاہے کہ پانچویں صدی مسیحی سے یہاں تبلیغ جاری تھی اور ان کے کئی بشپ یہاں مقیم تھے۔ جن کے نا بقید تاریخ حسب ذیل ہیں۔

یوحنان ۴۲۴ء داؤد ۵۴۴ء شموئیل ۵۷۶ء اور استیفان ۵۷۶ء جن بادشاہوں کی طرف سے آنحضرت ﷺ نے تبلیغی خطوط بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک شاہ عمان تھا۔ جس کا نام جیفر بن الحلبندی تھا اور مسیحی تھا ۔ اس کا بھائی جس کو عبا اور عبید کہتے تھے مسیحی تھا۔ بادشاہ کے مسیحی ہونے سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کس کثرت کے ساتھ وہاں مسیحی ہونگے۔

عمان میں مسیحیوں کا ایک عالیشان دیر بھی تھا۔ جس کا ذکر صاحب اغانی نے کیا ہے۔ ابن اثیر اپنی تاریخ میں قیس بن زہیر کے متعلق لکھتے ہیں لما تنصرساح فی الارض حتی انتهى الى عماں فترهب بها یعنی کہ جب وہ عیسائی ہوگیا تو ادھر ادھر گھومتا ہوا عماں پہنچ گیا اور یہیں راہب بن گیا"(۱ : ۲۳۴)

بحرین - یہ جزیرہ عرب کے شرق اور خلیج عجم کے ساحل پر واقع ہے - موتیوں کے لئے یہ ایک مشہور جگہ ہے - یہاں کے رہنے والے بنی عبد القلیس تھے جو مسیحیوں کا ایک مشہور قبیلہ تھا - یاقوت معجم البلدان میں لکھتا ہے - کہ یہاں کے باشندے یہودی عیسائی اور مجوسی تھے۔

بلاد بحرین میں نسطوری فرقے کے بہت سے بشپ تھے - خصوصاً قصر میں جس کو وہ بیت قطر ایا کہتے تھے- ان کے ایک جلسہ عام میں جو ۵۸۵ء میں منعقد ہوا تھا- ان کا جاثلیق یشو عیاب اہل بحرین کے مسیحیوں کا حکم دیتا ہے- کہ اتوار کے دن بجز سخت ضرورت کے کسی قسم کا کام مت کرو- نیز ان کا ایک اور جلسہ عام ۵۷ھ مطابق ۶۷۶ء میں منعقد ہوا تھا- جس میں مذہبی معاملات پر غور کیا گیا تھا - اس جلسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بحرین گرجوں ، خانقاہوں اور مبلغین سے بھرا ہوا تھا-

(B, Chabos Synodee Nestorions p. 189 el 442)

مجر میں جو بلادِ بحرین کا ایک قصبہ ہے اور دو بشپ تھے ایک کا نام اسحاق تھا اور دوسرے کا نام فوسی ، (دیکھو حوالہ بالا Ibid 387, 482)

بحرین کے جزیروں میں سے ایک کا نام دار بن ہے- جس کو دیرین بھی کہتے ہیں- یہاں نسطوریوں کے یکے بعد دیگرے تین بشپوں کے نام ملتے ہیں (۱) پولوس ۴۱۰ء (۲) یعقوب ۵۸۵ء (۱۰) یشوعیاب ۶۷۶ء)

ایک اور جزیرہ کا نام سماہیج سریانی میں مشمیج ہے- یہ عماں اور بحرین کے عین درمیان سمندر میں واقع ہے- (یاقوت ۳: ۱۳۱) یہاں ایک بہت بڑا گرجا تھا- اور مجامع نسطوریہ Chobot, 273,275 میں تین بشپوں کے نام مذکور ہیں جو اس گرجے کے متولی تھے ان کے نام یہ ہیں- باطائی الیاس سرکیس ۴۰۱ء - ۵۷۶ء تک-

احساء کے مدینہ خطہ میں جس کے خطی نیزے مشہور ہیں- نسطوریوں کے بڑے بڑے گرجے تھے- اس کے دو بشپوں کے نام ملتے ہیں جن میں سے ایک کا نام اسحاق تھا ۵۷۶ء اور دوسرے کا نام شاہین تھا- ۶۷۶ء میں [1]

یمامہ - اس کا دوسرا نام عروض اور جو بھی ہے جو احقاف کے ساتھ ملحق ہے- جس کے متعلق عربوں کا خیال ہے کہ پہلے زمانہ میں طسم اور جدیس یہیں رہتے تھے - قسطنطین اعظم کے بعد ہی یہاں مسیحیت پہنچ گئی تھی- عمرو ابن متی فطار کتہ المشرق میں لکھتا ہے کہ "عبد یشوع نے چوتھی صدی کے اواخر میں یہاں مسیحیت کی تبلیغ کی-

یہاں کے رہنے والے اسلام سے قبل اہل یمامہ کے بنی حنیفہ تھے- جن پر تمام مسلمان مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیحی تھے-

Arnold (J, M) Islam, his History and Relations to Christianity p.51

اسلام سے کچھ پہلے یہاں کا بادشاہ ہوزہ بن علی تھا جو مسیحی تھا- اس نے بنی تمیم کے ایک گروہ کو گرفتار کرلیا تھا اور عید فصح کے دن اور ان کو رہا کردیا- جس کی تعریف میں اعشی کھتا ہے کہ

بهم يعقرب يوم الفصح ضا حية

يرجو الاله بمااسدى وما صنعا

یعنی اسیروں کو رہا کرکے انہوں نے بڑی قربانی ادا کی- کیونکہ خدا سے ان کو بڑے اجر کی امید تھی (ابن اسیر مطبوعہ مصر ۱: ۲۶۰)

اگر آپ صفحات بالا کو بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوجائیگا کہ عربستان کے خطہ خطہ اور قطعہ قطعہ میں مسیحیت نے اس طرح نفوذ کیا تھا کہ عربستان کا کوئی قبیلہ اور کوئی طائفہ اس الہٰی سے خالی نہ تھا-

---

[1] Ibid 289,482

عراق میں مسیحیت

اگر آپ بحرین سے نکل کر احساء کی اطراف سے ہوتے ہوئے جانب شمال روانہ ہوں تو ایسے خطہ میں پہنچینگے جس کے شرق میں خلیج فارس اور مغرب میں لق دوق ریگستان ہے۔ لیکن اس کے شمال میں ایک نہایت سرسبز وشاداب خطہ ہے جس کو دو دریا یعنی فرات ودجلہ سیراب کرتے ہیں۔ اپنی زرخیزی ورعنائی کی وجہ سے گذشتہ زمانوں میں بابلی کلدانی اور اشوری جیسی بڑی بڑی سلطنتوں کا گھوارہ رہا ہے۔ اس خطہ بے نظیر کو عرب عراق کہتے ہیں۔

اہلِ عرب نہایت قدیم زمانہ سے عراق پر قبضہ کرنے کی خواہشمند تھے۔ چنانچہ جب کبھی ان کو حملہ کرنے کا موقع ملا فی الفور سے سے فائدہ اٹھایا۔ ان حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے جنوبی قبائل نے رفتہ رفتہ اس پر قبضہ کر ہی لیا۔ جن حملہ آور قبائل کا مورخین نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یمن کا قبیلہ ازد ہے۔ جو سد مآرب کے انفجار کی وجہ سے یا نسل کے بڑھ جانے کی وجہ سے یا ملک گیر کی وجہ سے یمن سے نکل کر دو حصوں میں منقسم ہوا۔ ایک حصہ جفنہ بن عمرو بن ثعلبہ کے زیر قیادت مغرب کی طرف شام میں جا پہنچا اور غسانی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور دوسرا حصہ مالک ابن فہم کے زیر قیادت شمال کی طرف عراق میں جا دھمکا اور دولت مناذرہ کی بنیاد ڈالی۔ جن کے سب سے پہلے بادشاہ کا نام جذیمتہ الابرش تھا۔ جذیمہ نے دریائے فرات کی تمام مغربی اطراف پر قبضہ کیا اور انبار کو اپنا پائے تخت بنایا۔ لیکن اس کے جانشینوں نے دارالسلطنت کو حیرہ میں منتقل کیا۔ یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہوگیا۔ اور خالد ابن ولید نے ان کی آخری بادشاہ منذر نعمان ابی قابوس کو ۱۱ھ مطابق ۶۳۳ء میں مغلوب کیا۔

شاہانِ حیرہ اپنی سلطنت کے ابتدائی زمانہ سے شاہانِ عجم کے حلیف تھے۔ جس طرح کہ شاہان غسان اپنے ابتدائی زمانہ سے شاہان روم کے حلیف تھے۔

مسیحیت سے قبل عربستان کی اور اطراف کی طرح یہاں بھی وہی مشرک بُت پرستی کواکب پرستی اور آفتاب پرستی جاری تھی۔ لیکن جب مسیحیت کے آفتاب کی نورانی کرنیں یہاں پڑنے لگیں تو اس خطہ کی بھی کایا پلٹ گئی اور اجرام سماوی کے عوض میں خدائے واحد اور برحق کی پرستش ہونے لگی۔

کلدانی مورخین کا اس پر جیسا کہ علامہ سمعانی نے اپنی مکتبہ اشرقیہ (۴: ۵ - ۳۰) میں ثابت کیا ہے پورا اتفاق ہے کہ عراق، اشور اور بابل میں سب سے اول مقدس توما اور برتلماؤس اور مقدس ادی یا تدائی جو حضور مسیح کے ستر (۷۰) شاگردوں میں سے ایک تھے اپنے دو شاگردوں کے ساتھ جن میں سے ایک کا نام اجی اور دوسرے کا ماری تھا۔ اس خطہ میں خاص طور پر تبلیغ کا کام کیا۔ لیکن اکثر مورخین کو اس بیان پر شک تھا۔ کیونکہ اس کا ماخذ دسویں صدی عیسوی سے آگے نہیں ملتا تھا۔ لیکن زمانہ حال کے سریانی انکشافات سے بیان افوق کی ایسی تصدیق ہوئی کہ " کسی کو شک وشبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ کیونکہ یہ ثابت ہوگیا کہ مقدس ادی جن کا کلدانی اپنے رسول تسلیم کرتے ہیں۔ درحقیقت حضور مسیح کے شاگرد تھے۔ اور عراق میں انہوں نے ہی تبلیغ کا کام کیا۔ چنانچہ کلدانیوں کی قدیم ترین تواریخ جو حال ہی میں دستیاب ہو کر شائع ہوچکی ہیں۔ مثلاً تاریخ برحد بشایا عرمایا " -تاریخ مشیحازخانہ " اور شعر نرسائی جو پانچویں صدی کا ہے اور جلسہ مدائن جو کسری کے محل میں ۶۱۲ء میں منعقد ہوا تھا اور شہدا کی تاریخ" اور پرانے مذہبی دستاویزات یہ سب شہادت دے رہے ہیں کہ مقدس ادی نے یہاں بشارت کا کام کیا ہے۔ اور انہیں کی سی مشکور سے یہاں مسیحیت پھلی پھولی۔

A Mingana Sources Syria Ques, Ele Khayath Syri Orientales Sinchaldia

صرف یہی نہیں کہ ان مقدسین نے عراق پر اکتفا کیا ہو بلکہ عرب کے دیگر اطراف میں بھی پہنچ گئے تھے۔ چنانچہ صاحب کتاب نحلہ جو ساتویں صدی عیسوی کا مصنف ہے لکھتا ہے کہ:

"جنہوں نے جزیرہ موصل - ارض بابل، سواد عراق، تیمن، حزہ اور دیگر اطراف عرب میں تبلیغ اور دعوت کا کام کیا۔ وہ حضور مسیح کے ستر شاگردوں میں سے ادی وماری تھے

اور بارہ شاگردوں میں سے ناثینل ابن ثلمائی (برتلماوس) بھی آکر ان میں شریک ہوا۔ سلیمان بن ماری اس رسول ک متعلق لکھتاہے ہک برتلماوس ادی اور ماری کی معیت میں نصیبین جزیرہ موصل، ارض بابل، عراق، بلادعرب، مشرق اور نبط میں بے شمار لوگوں کو مسیحی کیا۔"

بزرگ افرام اعظم جو ان سے پہلے اور چوتھی صدی عیسوی کے ہیں اپنے اس میسرہ میں جس میں آپ نے مدینہ الرھا کی تعریف کی ہے فرماتے ہیں کہ مقدس ادی نے الرھا اور مشرق میں بشارت دی۔"

ابن ماری فطار کتہ المشرق میں لکھاہے کہ مقدس ماری نے بابل کی جمیع اطراف میں اور عراقین اور اھواز اور عرب کے بادیہ نشیں اقوام اور نجران جزائر بحریمن میں تبلیغ کی۔"

علامہ عبد یشوع خیاط مقدس ماری کے اعمالنامہ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ " وہ ذخائر جو کہ ۱۸۷۹ء میں یشوع سیرانی کے ذخائر کے ساتھ جو کہ چھٹی صدی عیسوی کے شہدا میں سے ایک تھے کرملاش (شرقی موصل) کے قدیم گرجا کے آثار میں ملے ہیں۔ مقدس ماری کی تاریخ شخصیت کی قطعی اور حتمی دلیل ہیں۔(Acts,S, Marris 7-8)

جب مسیحیت نے روم میں بت پرستی کو شکست دی اور قسطنطین مسیحی ہو گیا۔ تو اس کا اثر عراق تک پہنچ گیا اور وہ لوگ جو ایرانی بادشاہوں کے ظلم سے تنگ آگئے تھے۔ لاکھوں کی تعداد میں مسیحی ہونے لگے ۔ یہاں تک عراق عام طورپر مسیحی ملک بن گیا۔ اور مجوسیت قرنیامٹنے لگی کہ سابور ذوالکتاف تخت پر بیٹھ گیا۔ اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ۶۰۰۰۰ اقبال مسیحیوں کو قتل کیا۔

چوتھی صدی عیسوی میں یمن کے قبائل میں سے آل نصر بن ربعیتہ الازوی میں سے ایک گروہ نے یمن سے نکل کر شمال کی اطراف میں آکر ڈیرا ڈال دیاہے۔ ملحقہ اطراف کے اور عربی قبائل آآکر اس کے ساتھ ملتے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایک سلطنت کی بنیاد ڈال دی جن کے سب سے پہلے بادشاہ کا نام امراء القیس بن عمرو معروف بہ بدء تھا۔ اور چوتھی صدی کے وسط تک بادشاہ رہا اور مسیحی تھا۔ چنانچہ ابن خلدون لکھتاہے کہ ولما هلكه عمرو بن عدى ولى بعد ه على العرب وسائر من ببادية العراق والهجاز والجزيره امراء القيس بن عمرو ابن عدى ويقال له البدء وهو اول من تنصر من ملوك آل نصر وعمال الفرس" یعنی جب عمر وبن عدی مرگیا" تو اس کے بعد عرب اور تمام بادیہ عراق اور حجاز (سرزمین مکہ) اور جزیرہ پرامراء القیس بن عمروبن عدی بادشاہ بن گیا۔ جس کو البدء بھی کہتے ہیں۔ اول نصرمن سے یہ سب سے پہلا بادشاہ تھا جو مسیحی ہوگیا۔" (۱: ۲۶۳ مطبوعہ مصر)۔

عراق میں مسیحیت کے پھیل جانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ یمنی قبائل جو وطن سے ہجرت کرکے عراق میں جا کر مقیم ہوگئے تھے اکثر مسیحی تھے اور اپنے مذہب کو ساتھ لے کر گئے تھے۔ چنانچہ یمن کے بیان میں آپ مفصل پڑھ چکے ہیں۔ یہاں دوایک اور مسلمان مورخین کی روایات نقل کرتے ہیں جس سے ہماری رائے کی مزید تائید ہوتی ہے۔ قزدینی ان "انبیاء" کے متعلق جن کو خدا نے بنی حمیر کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا لکھتاہے کہ فبعث الله ثلاثہ عشر نبیاً الاھل یمن فکذبوھم" یعنی خدا نے تیرہ انبیاء اہل یمن کے پاس بھیجے۔ لیکن انہوں نے توبہ کی ۔ مسعودی کی عبارت یہ ہے کہ " فقالو لرسلهم ادعوان الله ان يخلف علينا نعتنا ومرد. علينا ماشر ومن اتعامنا وعطيكمه موثقاً ان لانشر باالله شيئا فسا لت الرسمه بربها فاجا بهمه الىٰ خاكه واعطاهم مسلوانا تسعت بالارهمه واخبصت عما ئر همه الى ارض فلسطين والشام، اس کے بعد لکھتاہے کہ " ان فالكه كان بين مبعث عيسىٰ والنبى-" یعنی حیرو کے لوگوں نے ان رسولوں سے کہا کہ آپ ہمارے لئے خدا سے دعا کریں کہ وہ اپنی سابقہ نعمتوں اور انعاموں سے ہمیں پھر سرفراز کرے اور ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہر گز شرک نہ کرینگے جب رسولوں نے خدا سے دعا کی تو ان کی دعا مستجاب

ہوئی اور پھر ان کو وسعت اور خوشی ومرفہ حالی نصیب ہوئی اور فلسطین اور شام تک وہ پھولتے پھلتے رہے ۔ اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ اور آنحضرت کے مبعث کے درمیانی زمانہ کا ہے (۳: ۲۹۳)۔

یہ انبیاء جن کا ذکر قزوینی اور مسعودی نے کیا ہے۔ یقیناً مسیحی رسول تھے۔ کیونکہ "نبی" اور "رسول" کا اطلاق مسیحیوں کی الہامی کتب کی رو سے علاوہ حضور کے حواری اور شاگردوں کے مبلغین اور واعظین اور خادمانِ دین پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ مسیحیوں میں ایک عام اصطلاح ہے۔

قبائل سمبینہ کا عراق میں جا کر مسیحی ہونے کے مسلمان مورخین بھی قائل ہیں۔ جس کا ذکروہ یوں کرتے ہیں کہ قضاعہ تیم الکلات کلب بن وبرہ اور اشعریین کے قبائل نے ازد کے قبیلہ کے ساتھ مل کر مواخات پر عہد وپیماں کیا۔ جس کے سبب سے وہ تنوخ کہلائے اور بحرین کی اطراف میں فرد کش ہوگئے ۔ اور پھر وہاں سے عراق میں حیرہ اور انبار کے درمیان مقیم ہو کر عیسائی ہوگئے ۔ چنانچہ ابن خلکان ، ابی العلاالمعریٰ کے بیان میں لکھتا ہے کہ " تنرخ احدی القبالکہ الثلاث الحاصی نصاری العرب وھم بھرا تنوح وتغلب یعنی تنوح عرب کے ان تین عیسائی قبیلوں میں سے ایک ہے جن کا نام بھراء وتغلب اور تنوخ تھا۔ اور ان کا چوتھی صدی میں عیسائی ہونے کی یہ دلیل ہے کہ شارذی الاکتاف نے ان میں سے بہتوں کو محض اس لئے قتل کیا کہ تھا کہ وہ عیسائی تھے۔ (اغانی ۱: ۱۶۲)۔

گمان غالب ہے کہ وہ ان دو خانقاہوں کو جن میں سے ایک کا نام ویر جماجم ہے جو کہ کوفہ کے قریب تھا اور دوسرے کا نام دیرالحریق ہے جو حیرہ کے قریب تھا۔ معجم البلدان ۲: ۶۵۲ - ۶۶۴) عراق کے مسیحیوں نے ان مسیحی شہداء کی یادگار میں بنایا ہوگا جن کو شاپور مذکور نے شہید کیا تھا۔ اسی معجم البلدان میں ابن کلبی سے یہ بھی راویت ہے کہ دیر جماجم کو بنی عامر نے خدا کی شکر گزاری کے لئے بنایا تھا۔ کہ ان کو بنی ذبیان اور بنی تمیم پر فتحمندی بخشی اور دیرحریق کو ان شہیدوں کی یادگاری کے لئے بنایا ۔ جن کو حیرہ میں آگ میں ڈلوا کر جلادیا گیا تھا۔

تاریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ چوتھی صدی مسیحی سے نہایت کثرت کے ساتھ عراق کی سرزمین میں خانقاہیں اور گرجے بننے شروع ہوئے تھے۔ بزرگ اوگین جن کی ترہبانہ زندگی ارض جزیرہ اور مابین نہرین میں بہت سے مشہور ہو چکی تھی۔ اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کو اس لئے عراق کی دور دراز اطراف میں بھیجا۔ تاکہ وہاں کے لوگوں کو رہبانیت کے سلوک اور طریقے سکھائیں ۔ مورخین نے اس جماعت کے ایک شخص کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے۔ جس کا نام یونان (یونس) تھا۔ اس نے ایک خانقاہ ازار میں بنوائی جو قبیلہ لخم کا پہلے پائے تخت تھا۔ اور دوسری نینوہ (موصل) کے قریب ۔ ان دونوں کا ذکر یاقوت نے بھی بنام دیرماء یونان (معجم البلدان ۲: ۱-۷) اور دیریونس میں کیا ہے۔ اس آخری دیر کے متعلق وہ لکھتاہے کہ " وہ دجلہ کی مشرقی جانب پر موصل کے بالمقابل واقع ہے۔ اس میں وہ دجلہ کے درمیان کم وبیش دو فرسخ کی مسافت ہے جہاں یہ بنا ہے اس کو نینوہ کہتے ہیں "(۲: ۷۱۰)۔

کلدانیوں کی قدیم تاریخ میں لکھاہے کہ یونان موصوف تمام عراق میں حضور مسیح کی منادی کرتا پھرا۔ تارک الدنیا ہونے سے قبل علوم فلسفی اور علم حب کی تکمیل کی تھی۔ اس لئے انہوں نے عرب کو ان سے بھی مستفید فرمایا۔ جب انہوں نے انبار میں اپنی خانقاہ بنائی تو کثرت کے ساتھ چاروں طرف سے علم سلوک سیکھنے کی غرض سے طلباء اس کے پاس آتے تھے۔

اسی چوتھی صدی کے نصف ثانی میں ایک اور مسیحی راہب نے جن کا نام عبدا تھا۔ خانقاہوں کے بنانے کا تہیہ کرایا۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مدائن کے جاثلیق کے پاس جن کا نام تموزیا تومرصا تھا اجازت لینے آیا اور اجازت حاصل کرکے اپنے وطن دیرقنی میں ایک

بڑی خانقاہ بنوائی اور اس کو مقدس ماری کے نام سے منسوب کیا اور اس رسول کے تمام متبرکات کو اس میں رکھا۔

ان کے شاگردوں میں سے عبد یشوع نے نہر صرصر کے کنارہ پرایک خانقاہ بنوائی اوراس کا نام دیراالصلیب رکھا۔ کیونکہ سابوذوا کتاف کے ظلم کے ایام یہاں پر ایک نورانی صلیب آسمان پر ظاہر ہوئی تھی۔ اس نے ایک اور خانقاہ سواء عراق کے اکسایا میں اور تیسری خانقاہ دریائے فرات کے کنارہ پر بنوائی ۔ مورخ ابن ماری لکھتاہے کہ اس نے متوث، بیتان اوریمانہ میں بہتوں کو مسیحی بنایا اور نبی ثعلبہ کو پھر مسیحی ایمان پر لوٹا ۔ (صفحہ ۲۶) اور تو مرصائے نے ان کو بشپ بنا کر دیر محراق میں مقرر کیا (مکتبہ الشرقیہ سمعانی ج ۳ صفحہ ۱۹۸ ، صفحہ ۲۱۸ وصفحہ ۳۰۲) اس کے دوسرے شاگرد ذیب لاھالے فرات کے آس پاس کے عربوں کو مسیحی بنایا اورایک خانقاہ سواد عراق کے ایک قبصنہ میں اور دوسری فرات کے کنارہ پر بنوائیں ۔ مورخین کابیان ہے کہ اس کی خانقاہ میں چار سو سے زیادہ طالب علم تھے جو عربستان اور دیگر ممالک سے آئے ہوئے تھے۔

اسی اثناء میں ایک اور راہب پیدا ہوا۔ جس کا نام اسکندر تھا۔ اس نے لائفہ شب بیداران کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ شب وروز بجز عبادت الہیٰ کے اور کچھ کام نہیں کرتے تھے۔ سلیمان بن ماری تاریخ فطار کتہ کرسی المشرق صفحہ ۲۱ میں اور عمرو بن متی الجدل صفحہ ۲۸ میں بہت سی ایسی خانقاہوں کا ذکر کیاہے۔ جن کی بنیاد ان مورخین کی کتابیں ہیں جن کے زمانے میں یہ خانقاہیں بن گئی تھیں جن میں امیؔ خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ یہ شخص بزرگ عبدا کے شاگردوں میں سے ایک تھا اور اپنے استاد کی سوانح عمری لکھی تھی اوراس کے بعد کلدان کے رئیس الاساقہ مقرر ہوا۔

الغرض عراق میں اس کثرت سے مسیحی خانقاہوں کاہوناثابت کرتاہے۔ کہ چوتھی صدی مسیحی کے ختم ہونے سے قبل عراق میں مسیحیت کا آفتاب نصف النہار تک پہنچ چکا تھا۔ یہ خانقاہیں کیا تھیں گویا کہ زندگی کے چشمے تھے جو عراق کوایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سرسبز وشاداب کررہے ہیں اوران خانقاہوں کے اثر سے عربوں کے دلوں میں مسیحیت اس قدر مستحکم ہوچکی تھی کہ مسیحیت پرجان دینے کو سب سے بڑی نعمت سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب ۳۶۱ء میں ایران کے بادشاہ مانویل (عمانوئیل) شائبل اور اسماعیل بطور سفیر قیصر یلیانوس کے پاس بھیجا جو ظلم میں بے حد مشہور تھا تو قیصر نے ان سے کہا کہ بطور رسم کے میرے بتوں کے سامنے سجدہ کرو۔ توانہوں نے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ جس پر قیصر نے ان کو قسطنطنیہ میں شہید کروایا۔ ان کا پورا مجموعہ "بلندیوں" Actaمیں محفوظ ہے۔

ان سے قبل ۲۵۰ء میں عبدودستان کے ساتھ ہی قیصر قیوس کے زمانہ میں ایسا ہی واقعہ ہوا تھا۔ جن کی عید کیتھولک کلیساؤں میں ۳۰ تموز کو ہوتی ہے۔

ان شہداء کو تھوڑی مدت کے بعدایک اور عارف بااللہ کا ظہور ہوا جو اپنے زہدو اتقاء ترتیب وتعبد ۔ معجزات و کرامات کی وجہ سے مشرق ومغرب میں یکساں طور پر مشہور ہوا۔ ان کا نام سمعان عمودی تھا۔ اور ۳۶۰ء میں انطاکیہ میں پیدا ہوا۔ یہ اس پہاڑ میں گوشہ نشین ہوا۔ جو ان کے نام سے حیل السمعان مشہور ہے۔ ان کی سیرت کو دوشخصوں نے لکھاہے۔ ایک تو ان کا شاگرد تھا۔ جس کا نام افطون ہے۔ جو اعمال الآباد اللا تینیین Migne (P.L.T. 78 p.329 میں شائع ہوچکی ہے اور دوسرے کا نام تادوریطس ہے جو ان کے معاصر تھے اور اکثر ان کے پاس رفت وآمد رکھتے تھے اورصدق وروایت میں ایک اعلیٰ پایہ کے مالک تھے۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے اس امر کا اندازہ بخوبی ہوسکتاہے کہ اس مرد خدا کے طفیل سے عربوں کو کس قدر روحانی فائدہ پہنچا۔ ہم ان کا ذکر ایک سے زیادہ بار کرچکے ہیں۔ کہ یمن کے حمیری اور عراقی کس کثرت کے ساتھ آپ کے پاس برکت حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ اس

مقام پر تادوریطس کا جوخورش کے بشپ کے بشپ تھے ۔ ایک حوالہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

"سمعان کا عمود یہ نور بن کر بنی اسماعیل کے ہزاروں کے دلوں کو منور کردیا۔ کبھی سینکڑوں کی تعداد میں اور کبھی ہزاروں کی تعداد میں ان کے پاس آکر اپنے اجداد کی گمراہیوں اور بُت پرستیوں سے توبہ کرتے تھے اور ان کے قدموں میں اپنے بتوں کو توڑ ڈالتے تھے۔اورانجیل کی پاک تعلیم حاصل کرکے ان کو اپنے علاقوں میں پھیلاتے تھے۔ ایک بار تو ان کی کثرت اژدھام کی وجہ سے میری زندگی خطرہ میں پڑگی تھی ۔ کیونکہ مقدس سمعان نے ان سے یہ کہا کہ یہ بشپ ہیں۔ لہذا تم کو ان سے برکت حاصل کرنا چاہیے۔ پھر کیا تھا مجھ پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ اگر سمعان ان کو منع نہ کرتا تو یقیناً میں ان میں پھنس کر مرجاتا .Migne P.O T. 82 Col 1474 نیز دیکھو فیلوتادس باب ۲۶) ۔

اس مقام پر تاودوریطس کے ساتھ مورخ ایواگریوس اور قرمان بھی جو ان کے معاصر تھے ان کے معجزات و کرامات کاذکر کیا ہے کہ ایک بار شہر قطا کے ایک قبیلہ کا سردار اس قدر بیمار ہوگیا کہ اس کو ایک تخت پر اٹھا کر ان کے پاس لائے۔سمعان نے اس پر صلیب کا نقش کھینچا اور فی الفور اپنا تخت خود اٹھاتا ہوا اور خدا کا شکر کرتا ہوا چلا گیا (الاباء الیونان) .P.G.T 88 Col 1477 اسی طرح ایک اور امیر کو جو پیٹ کی بیماری میں قریب المرگ تھا اچھا کیا اور مسیحی ہو کر چلا گیا۔(Migne P.L.T .73 p.829)

اسی زمانہ میں ایک اور عارف باللہ کا ظہور ہوا جن کا نام ماروثا تھا اور میارذارفین کے رئیس الاساقفہ تھے ان کے معجزات اور کرامات کی وجہ سے ایران کا بادشاہ اردشیر ثانی ان کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس کی ایک لڑکی کو خدا نے ان کی رعایا کی وجہ سے ایک مہلک بیماری سے شفادی تھی۔ اس لڑکی نے اپنے باپ سے سفارش کی کہ مسیحیت کی تبلیغ واشاعت کی عام طوپر اجازت دی جائے ۔چنانچہ بادشاہ نے اجازت دی۔

مختصر یہ کہ ان بزرگوں ، خداشناسوں اور زاہدوں کی پاکیزہ اورملکی زندگی کی وجہ سے عراق اوراس کی تمام اطراف میں مسیحیت کی ایسی اشاعت ہوئی جس طرح کہ دوسرے ممالک میں ہوئی تھی۔ عراق کے کونے کونے میں خانقاہیں اور عبادت گاہیں بننی شروع ہوئیں۔ ہرایک خانقاہ میں ہزاروں تارک الدنیا رہتے تھے جو شب وروز ذکر اذکار میں مشغول ومصروف رہتے تھے۔ اگرآپ بکری کی معجم ما استعجمم کے (۳۵۸- ۳۸۱) تک کو اوریا قوت الحموی کے (۲: ۶۱۰، ۷۳۹) کو بغور مطالعہ کریں توآپ خانقاہوں اور عبادت گاہوں کی کثرت کو دیکھ کر محو حیرت ہونگے ۔ حالانکہ یہ وہ خانقاہیں اور عبادت گاہیں ہیں ۔ جن کا ذکر عرب کے شاعروں کے اشتعار میں ہے۔ مثلاً دیرابلق اہواز میں دیرابی سف موصل کے اوپر بلد کے قریب دیارات الاساقف (بشپوں کی خانقاہیں) نجف میں قصرابی ۔ خصیب اور سدیر کے مابین۔ ویری الاسکوں حیرہ اور باسط کے قریب جن میں مذہبی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ویراشمونی بغداد کے قریب دیرااعلیٰ موصل میں اس پہاڑ پر جودجلہ کے کنارہ پر ہے۔ دیرباشہراسامراد بغداد کے مابین دیرباعرباموصل اور الحدیثہ کے درمیان دجلہ کے کنارہ پر دیر میخائیل ودیر الثعالب جنکو بنی ثعلبہ نے بغداد کے قریب حارثیہ میں بنوایا تھا۔ دیراالجرعہ حیرہ میں دیر الخوات عکبرامیں۔ ویراالخنافس آس پہاڑ کی چوٹی پر جو دجلہ و نینوہ کے کنارہ پر ہے۔ دیردرثا بغداد کے مغرب میں دیردمدا بصرہ کے پاس ، دیر نرندور بغداد کے مشرق میں دیرسابورو دجلہ کے مغرب میں ۔ دیرسمالو بغداد کے قریب ہیں۔ دیرسوسی سترمن رای (اب سامرا) کے پاس دیرستاء کوفہ میں ، دیرصباعی تکریب کے مشرق میں۔ دیرطوادیس سامرہ میں ، دیرعاقول مدائن کسریٰ اور نعمانیہ کے درمیان دیرا العجاج تکریت وہیت کے درمیان ۔ ویراالعلث ، دیرفیثون دونوں سامرامیں ۔ دیرالقباب دیر قوطادونوں بغداد کی نواحی میں ۔ دیر القیارہ موصل کے پاس دیرافیثون حیرہ میں نجف کے نیچے۔ دیرماء سرجین سامرا کے قریب۔ دیر متی نینوہ کے قریب۔ دیرمدیان کرخایا کہ دریا پر بغداد کے قریب ۔ دیرمار جرجیس مزافہ میں جو بغداد کے

گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔ دیرمار مار سامرامیں ۔دیر مریحنا تکریت میں ۔ ویر ملکیسا واموصل کے اوپر ، دیر ہزقبل بصری کی اطراف میں وغیرذالک جن سے آپ مسیحیوں کی کثرت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

بکری اور یاقوت نے اور بھی خانقاہوں کا ذکر کیاہے۔ مثلاًویرابن براق حیرہ کے باہر دیرابن عامر ریرا بن وصناع جس کا دوسرا نام دیرما۔ عبدا ہے۔ حیرہ کے قریب ذات الالیرح میں جس کو عبدا ابن حنیف بن وضاح اللحیانی نے بنوایا تھا۔ دیر حنظلہ جس کو حنظلہ بن عبدالمسیح بن علقمہ بن مالک لحمی نے بنوایا تھا۔ دیرحنہ جوایک قدیم خانقاہ ہے۔ اکیراع میں ایک اور دیرحنہ ہے جو کہ جلیخ کے پاس ہے۔ دیر خندف دیراسلوا، دیر عبدالمسیح ، دیرالغداری سرمن رای وخطیرہ کے مابین جس میں صرف کنواری لڑکیاں رہتی تھیں ۔ دیر علقمہ حیرہ میں دیرقرہ دیراللج ، دیرہند الکبریٰ ، دیرہند الصغریٰ۔

دیرہند الکبریٰ کے متعلق ابوعبید البکری معجم ما استعجم (صفحہ ۳۶۴) میں اور یاقوت معجم البلدان (۲: ۹-۷) میں لکھتے ہیں کہ اس کی پیشانی پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ:

"وكان فی صدره (ای صدر ديرهند) مكتوب بنت هذه البعة هندبنت الحارث بن عمربن حجره الملكة بنت الا ملاكه وام املكه عمر بن المنذر امته المسيح وام عبده وابنة عبده فی زمن ملك الاملكه خسرو نواشروان فی زمن افرائيمه الاسقف . فالاله الذی بنت له هذا الدير يعغفر حطيتها يتر حمه عليحده اوعلی ولدها ويقبل بها وبقومها الی امانة الحق ويكون لا له (ورياقوت الله) معها ومع ولدها الدهر الدهر ۔

یعنی اس عبادت گاہ کو ہند بنت الحارث بن عمرو بن حجر جوملکہ اور بادشاہوں کی ماں اور ملیک عمر بن المندر کی ماں اور مسیح کی لونڈی اور ان کے غلام کی ماں اوران کے غلام کی لڑکی ہے۔ شہنشاہ نوشیرواں کے عہد اور بشپ افرایم کے زمانہ میں بنوائی ۔ پس وہ خدا جس کے لئے میں نے یہ عبادت گاہ بنوائی ۔ میرے قصوروں کو معاف کرے اور مجھ پر اور میرے والد اورمیری قوم پر رحم کرے اور اس کو قبول فرمائے اور خدا ہمیشہ میرے اور میرے بیٹے کے ساتھ رہے۔

اس عبادت سے نہ صرف یہ ثابت ہوتاہے کہ عمر بن ہندعیسائی تھا بلکہ یہ بھی ثابت ہوتاہے کہ کندہ کے تمام بادشاہ عیسائی تھے۔

یہ توان چند خانقاہوں کا ذکرہے کہ جن کو عربوں نے اپنے اشعار میں ذکر کیاہے۔ اسی طرح عبادت گاہوں کی بھی کثرت تھی۔ فیروزآبادی لکھتاہے کہ وكان فی لحيرة كثير من الكناس البهية" یعنی حیرہ میں شاندار گرجوں کی کثرت تھی ۔" زبرقان بن بدرجو مشہور مسیحی شاعر تھا اور جس کے کلام کی تعریف خود آنحضرت نے کی تھی کہ ان من البیان لسحراً جب ایک وفد میں آنحضرت کے پاس آیا تواپنی قوم کے گرجے بنانے پر فخریہ یہ کہا

نحن الكرام ولاحی يعاد لنا

منا المولك وفينا تنصب البيع

یعنی ہم شریف ہیں۔ شرافت میں کوئی قوم ہماری برابری نہیں کرسکتی ہے۔ ہمارے کثرت سے ملوک ہیں اورہم میں کثرت کے ساتھ گرجے کھڑے ہیں۔

معجم البلدان (۲: ۳۰۷ میں لکھاہے کہ:

كان اهل ثلاث بيوتات تيبارون فی البيع وربها (كذا) اهل المنذر بالحيرة وغسان بالشام وبنوالحارث بن كعب بشحران و بنواديار اتهمه فی المواضع الترهة الكثيرة الثعبدو الرياض والغدا وان ويجعلون فی حيطا نها الف نفس وفی سقو فها الذهب والصور رد كان بنوالحارث بن كعب علی ذالكه الی ان جاء السلام .

یعنی تین فرقے تھے جو گرجے بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھے۔ اہل منذر حیرہ میں۔ اہل غسان شام میں۔ بنی حارث بن کعب نجران میں ۔ یہ اپنے گرجوں کو پرفضا سرسبز شاداب جگہوں میں بناتے تھے جن کی دیواروں کو فسافس (کاشی کاریوں) سے آراستہ کرتے تھے۔ اور ان کی چھتوں کو سونے اور تصویروں سے مزین کرتے تھے۔ بنی حارث کی اسلام آنے تک یہی کیفیت تھی۔

ہمارا ارادہ تھا کہ ہم ان سرکردہ پادریوں کے نام بھی لکھ دیں جو اس پانچویں صدی عیسوی میں ان گرجوں اور خانقاہوں کی خدمت پر مامور تھے۔ لیکن بخوف طوالت سابقہ اشارات اور آئندہ مختصرات پر اکتفا کرتے ہیں۔

الجزیرہ میں مسیحیت

ہم نے عربستان کے تین قابل اعتنا اور بڑے حصص کو بالتفصیل بیان کیاہے ۔ جن تین بڑی عظیم الشان سلطنتیں یعنی غسانی ۔ تبابعہ اور مناذرہ حکمرانی کرتے تھے۔ اب ہم سرسبز وشاداب خطہ کا بیان لکھیں گے ۔ جس کو دجلہ اور فرات اور دیگر چھوٹی بڑی نہار سیراب کرتی ہیں ۔ اسی خطہ کو جو موصول کی اطراف سے لے کر فرات کے منبع تک ارمن اور شام کے مابین واقعہ ہے الجزیرہ کہتے ہیں۔ ابن حوقل اس کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ " وکانت ارض الجزیرہ فی غایة الخصب تتخلها النهیرات الکثیر ہ فضلا عن الانهارالکبیره (یعنی دجلہ وفرات) نهمه الخابور ونهرا لبلیج والزماں الاعلیٰ والاسفل وغیرها والذالکہ کثرت فیمها الفعواکہ والمنترهات والخضرة النصرة الی سعة غلات من القمع والشعیر" یعی الجزیرہ نہایت سرسبز شاداب خطہ ہے جس میں دجلہ اور فرات کے علاوہ چھوٹی چھوٹی نہریں کثرت کے ساتھ بہتی ہیں ۔ جن میں سے نہر حابور ، نہر البلیج زبان بالا ، زبان پائیں وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ اس میں کثرت کے ساتھ طرح طرح کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں کثرت کے ساتھ سبزہ زار اور باغ باغیچے ہیں۔ غلے بھی مثلاً گیہوں اور جو کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں (قاموس الامکنہ والبقاع مطبوعہ مصر صفحہ ٨٣)۔

گذشتہ زمانہ میں یہ خطہ اپنی زرخیزی اور سرسبزی اورپیداوار کی وجہ سے نہایت آباد اور معمور خطہ تھا۔ جس میں کثرت کے ساتھ بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ لیکن زمانہ کی دستبرد کی وجہ سے اب نجران کے خرابے اور کھنڈروں کے یا ان جدید شہروں کے جوان جگہوں پر بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً نصیبین دارا، دیبسر آمد ، میافارقین ، سعرت ، ماردین ، رقہ ، راس العین ، قمر قمیش ، قرقیسیا ، الرھا ، جن پر الجزیرہ کا اطلاق ہوتاہے۔ اور کوئی نشان باقی نہیں ہے۔

چونکہ یہ خطہ کیا بلحاظ آب وہوا اور کیا بلحاظ سرسبزی اور شادابی اہل عرب کے لئے نہایت مناسب اور موزوں تھا۔ لہذا نہایت قدیم زمانہ سے عرب کے مختلف قبیلے آکر اس میں بسنے لگے ۔ بکر بن وائل نے دجلہ کے مغرب نصیبین پہاڑوں سے لے کر دجلہ تک جس میں حصن ، کیفا ، آمد ، میافارقین شامل ہیں۔ اور اس کے آگے سعرت ، حیزان ، حینی اور ان کے درمیانی علاقوں تک قبضہ کیا۔

ربیعہ نے موصل سے راس عین ڈینسر ، خابور اوران کے درمیانی علاقوں پر قبضہ کیا۔ مصر کے فرات کے شرقی میدانوں پر قبضہ کیا۔ جس میں حران ، رقہ شمشاط، سروج ، تل موزون شامل ہیں۔ (معجم البلدان ٢: ٦٣٦ ، ٦٣٨)۔

الجزیرہ کی حدود اور قبائل عرب کے بیان کرنے کے بعد اب مسیحیت نفوذ اور اس کے اقتدار کا بیان لکھنا مناسب معلوم ہوتاہے۔

الجزیرہ میں مسیحیت کے نفوذ اور اقتدار کی پہلی دلیل وہ تاریخی آثار اور گرجے اور خانقاہیں ، ہیں جو چوتھی صدی عیسوی سے لے کر آج تک اپنی گذشتہ شان وشوکت یاد دلارہی ہیں۔ نیز عقل ہرگز باور نہیں کرسکتی ہے کہ خداوند کے وہ جاں نثار رسول اور مبلغ جنہوں نے عربستان کے سوساں اور دور دست بیابانوں میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک

مسیحیت کا بیج بویا وہ اپنے قریب ترین اور جنت نظیر مقام کو چھوڑ دیا ہو۔ اگر آپ الجزیرہ میں جا کر مسیحی صوامع اور مغاروں کو ملاحظہ کریں۔ تو آپ یقین کرینگے کہ مسیحیت کی ابتدائی صدیوں میں یہاں مسیحی مذہب پہنچ چکا تھا۔

دوسری دلیل قدیم تواریخ کی شہادت ہے ۔ جن کا متفقہ بیان یہ ہے کہ جس طرح جزیرۃ العرب کے اور حصوں میں رسولوں نے منادی کی۔ چنانچہ عبد یشوع صوبادی ادی رسولوں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ ادی رسول جو خداوند کے ستر شاگردوں میں سے تھے۔ الرھا میں اور پھر نصیبین اور تمام اطراف الجزیرہ میں منادی کی اور لوگوں کو مسیحی بنایا ۔" بشپ ایلیا دمشقی مقدس ادی اور ان کے شاگرد مقدس ماری کے متعلق لکھتے ہیں کہ جنہوں نے خاص صور پر الجزیرہ ، موصل ، ارض بابل ، سواد عراق اور عربستان کی دیگر اطراف میں منادی کی اور لوگوں کو مسیحی بنایا اور ماری تھے (المکتبہ الشرقیہ للسمعانی ۴: ۵- ۲۵)۔

ماری بن سلیمان لکھتے ہیں کہ آحی وماری (آدی کے شاگرد) نے نصیبین کے لوگوں کو بپتسمہ دیا۔ ماری مشرق کی طرف گیا اور اورآحی ، قردی وبازبدی کی طرف اور خواددی ۔ حزہ ، موصل اور باجرمی سے منادی شروع کی اور الرھا کو لوٹ آئے۔" پھر لکھتاہے کہ ادی اپنے دوشاگردوں آحی اور ماری کے ساتھ الرھا ، موصل ، بابل اور عرب کے شمال اور جنوب میں مسیحیت کی دعوت دی ed Gismendi .I۔

اخبار فطار کتہ کرسی المشرق میں عمر بن متی الطیرہانی کا قول مذکورہ ہے کہ" پھر ماری نے تمام اطراف ارمن بابل اور عراقین اور اھواز اورایمن اور جزائر بلادِ عرب کے خیمہ نشین لوگوں میں نجران اور جزائر یمن میں منادی کی اور مسیحی بنائے ed Gismendi .I۔

اگر آپ ہمارے گزشتہ شواہد اور دلائل پر پھر ایک بار نگاہ ڈالیں کہ کس طرح خداوند کے رسولوں نے پہلی صدی کے اختتام پر عرب میں آکر منادی کی اور کس طرح مقدس برتلماؤس نے عرب میں منادی کا آغاز کیا تو اس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا ہے کہ الجزیرہ میں بھی ابتدائی صدی سے مسیحیت پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ مقریزی بھی اس کے قائل ہیں کہ یہوداہ نے جو تداوس کے نام سے مشہور ہیں۔ سوریہ اور الجزیرہ میں منادی کی" (الخطط مطبوعہ بولاق ۱۲ ۴۸۳۱)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر ہم ان آثار اور تواریخی شواہد کا تفحص کریں۔ جن کا تعلق رسولی زمانہ سے لے کر دوسری صدی اور تیسری صدی مسیحی کے ساتھ ہے تو بلاشبہ تمام الجزیرہ کو ہم مسیحیوں سے بھرا ہوا پائینگے ۔ الرھا ہی پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں بائبل مقدس کا سب سے پہلا ترجمہ سریانی میں ہوا جس کا نام ترجمہ بسیطیہ " ہے۔ تاریخ آداب سریاینہ ازریت صفحہ ۳) Wise Man, Horoe Syria Col.p.3

الرہاہی میں طوطیانوس جو کہ شہید یوستینوس فلسفی کے شاگرد تھے دوسری صدی کے نصف آخر میں اناجیل اربعہ کی تنسیق کی جو دیاطا ساروں کے نام سے مشہور ہے۔(المشرق ۴: ۱۰۰)

جس بادشاہ کے متعلق سریانی کلیسیاؤں میں یہ مشہور ہے کہ اس نے حضور مسیح کو خط لکھا کہ یہودی آپ کو تکلیف دے رہے ہیں۔ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں وہ الرھاہی کا بادشاہ تھا جس کا نام اباجر جو معروف بہ ادخاما تھا۔

الرھاہی میں سب سے پہلے دو جلسہ عام منعقد ہوئے ۔ جن میں سے پہلا جلسہ ۱۵۱ ء میں ہوا جس میں انیس بشپ (پرسبٹر) شریک ہوئے۔ تاکہ عید فسح کی تاریخ کی تعیین پر غور کریں Man si Collectis Coneihorum I,719 et 727اور دوسرا جلسہ اس کی تھوڑی مدت بعد منعقد ہوا جس میں چودہ بشپ شریک ہوئے۔ تاکہ ابیون وار تیمون اور طادووطس کے خیالات وعقائد پر غور کریں۔

ان بشپوں کی تعداد سے اس کا اندازہ بخوبی ہوسکتاہے کہ الجزیرہ میں کس کثرت کے ساتھ مسیحی ہونگے۔

چوتھی دلیل یہ کہ جب چوتھی صدی اور پانچویں صدی کا زمانہ آگیا تو یہ وہ زمانہ تھا۔ جس میں مسیحی مذہب نے رومی سلطنت کو مغلوب کیا اور مسیحیت اپنی تمام شان جلالت کے ساتھ الجزیرہ میں پرتو افگن ہوئی اور مسیحی راہبوں اور عارفوں کے قدم میمنت لزوم کے طفیل الجزیرہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک مسیحیت کی ضیا پاشیوں سے منور ہوتا رہا۔ بزرگ اوگین کے طفیل جو بزرگ انطونیوس کبیر کے شاگرد تھے۔ الجزیرہ میں رہبانیت اورسلوک کی بنیاد پڑگئی۔ کلدان اور سریان کے تمام مورخین اس پر متفق ہیں کہ بزرگ اوگین چوتھی صدی کے عشر ودیم میں مصر سے یہاں آگئے اور نصیبین میں جبل ازل میں گوشہ نشین ہوگئے اور نصیبین میں تبلیغ کا کام شروع کیا اور نصیبین کے گورنر اوراس کی اولاد کو بپتسمہ اور بلاد قردی اور بازبدی اور نصیبین کی دوسری اطراف میں گشت لگا کر بے حساب لوگوں کو بپتسمہ دیا۔ اور بہت سی خانقاہیں بنوائیں جن میں ویرا الزعفران دنوں یعقوبیہ کا صدر مقام ہے۔ بہت ہی مشہور ہوا اور بالآخر نصیبین میں اس دارفانی سے انتقال کیا۔

مورخ سوزماں بھی سریانی مورخین کی یاد میں الفاظ تائید کرتاہے۔ کہ " بزرگ انطونیوس کے شاگرد بزرگ اوگین کی سعی مشکور کی وجہ سے الجزیرہ اور عجم کی سرحدوں میں رہبانیت کے مناسک اور سلوک جاری ہوئے۔ پھر کہتاہے کہ بزرگ، اوگین نصیبین کے فارانا (Phadana) میں مسکنِ گزیں تھے۔ پھر ان کے شاگردوں کا ذکر کرتاہے جوان کے ہم سیرت تھے۔ مثلاً، جبل سنجار میں باتاؤس، اوسابیوس، برجس، کالس، آبا، لعزر، جو نصیبین کا بشپ مقرر ہوا۔ اور عبداللہ، زینون، ہیلیودورس اور حراں میں اوسابیوس الجیس، پرتوجاں جو حراں کا بشپ ہوا۔ تاریخ سوزماں کتاب ششم فصل ۳۴، ۳۹۱ Minge P.P GLXV.A.A

سریانی مورخین نے بزرگ اوگین کے اور شاگردوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً شلیطا الراب جس نے بازبدی اورسابا میں منادی اور بہت سی خانقاہیں بنوائیں۔ یوحنا کا بھائی جس نے مسیحیت کی تبلیغ میں بہت کام کیا۔ (تاریخ ماری بن سلیمان صفحہ ۲۶ والمکتتبہ الشرکیہ سمعانی ۴: ۸۶۵) ان کی کوششوں سے اور بہت سے راہب پیدا ہوئے۔ جن کی جدوجہد سے اس کثرت سے الجزیرہ میں خانقاہیں بن گئیں کہ الجزیرہ۔ راہبوں کا مالک کہلانے لگا۔ اب بھی الجزیرہ کے پہاڑوں اور مغاروں میں ان خانقاہوں کے آثار باقی ہیں۔ جو ان خداشناسوں کی جاں گدازیاں یاد دلارہے ہیں۔

ان راہبوں میں بڑے بڑے عالم اور ولی اللہ بھی شریک کارتھے۔ جن میں سے ذیل کے بزرگ بہت مشہور ہوئے۔

بزرگ یعقوب نصیبینی۔ بزرگ افرام، برسیس، اولوجیوس۔ ربولا۔ بولیان سابا،

ان عالموں، زاہدوں، راہبوں کے روحانی اثر کا یہ عالم تھا کہ الجزیرہ کی اطراف او کناف سے لوگ جوق درجوق روحانی برکت اور فیض حاصل کرنے کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اپنے بیماروں کو ساتھ لایا کرتے تھے کہ ان کی دعاؤں سے ان کو صحت مل جائے۔ چونکہ ان سے کھلے طور پر معجزے ظاہر ہوئے تھے۔ اس لئے مسیحیت کے قبول کرنے میں ان کو کوئی عذر نہ ہوتا تھا۔ اور بے دھڑک مسیحی ہوتے جاتے تھے۔ سریانی اوریونانی مورخین کے بیانات کو پڑھ کر مورخ سمعانی کو مجبوراً لکھنا پڑا کہ " وہ عربی قبائل جو الجزیرہ اور نواحی کلدان اور خلیج عجم کے آس پاس بس گئے تھے۔ ۱۹۳۰ء سے قبل الرہا کے بشپوں اور رہبانوں کی کوششوں کے طفیل سب کے سب مسیحی ہوگئے تھے۔"

(المکتبہ الشرکیہ ۴: ۸۹۸)

عرب الجزیرہ کے مسیحی ہونے کے متعلق یونانی مورخ سوزمان لکھتاہے کہ " ان زاہدوں نے تمام سریاں اور کثیر التعداد عربوں اور عجمیوں کو بُت پرستی سے چھڑا کر مسیحی بنایا" (ک ۶ ف ۳۴)۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ نہ صرف سریانی اور یونانی مورخین عرب الجزیرہ کے مسیحی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ بلکہ مورخین عرب بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن

قیتبہ المعارف میں لکھتے ہیں " وکانت النصر انیة فی ربیعة یعنی قبیلہ ربیعہ مسیحی تھا۔" (صفحہ ۳۰۵ مطبوعہ مصر) سیرۃ حلبیہ کا مصنف لکھتا ہے کہ ومن قبائل العرب المتنصرہ بکرو تغلب ولخم وبھراء و جذام۔ "یعنی بکرو تغلب و لخم وبہراء وجذام مسیحی قبائل تھے بلکہ ان میں بڑے بڑے بشپ بھی تھے۔ چنانچہ بزرگ ماروثا کی سوانح عمری میں لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے تین بشپ مقرر کئے۔ تاکہ وہ عربی قبائل کی نگرانی کریں۔ وہ بیت رزیق ، بنی جرم اور بنی ثعلبہ کے بشپ تھے (المکتبہ الشرکیہ سمعانی ۲: ۴۱۰) اسی طرح بنی معد ، تنوخ اور عقیل کے بھی بشپ تھے۔ (آثار المسریانہ مجموعہ لند Land Anecdete Syrica I4 .7.50

چھٹی دلیل یہ کہ ان خانقاہوں کی کثرت سے جن کو عرب کے مورخین نے بیان کیا ہے۔ صاف معلوم ہوتاہے کہ الجزیرہ کے تمام باشندے عیسائی ہوگئے تھے۔ چنانچہ معجم البلدان میں الجزیرہ کے ذیل کی خانقاہوں کے نام مذکور ہیں۔

ویرالابیض الرھا کے احویشا سعرت میں جس میں چار سو راہب تھے۔ دیرباثاو(جزیرہ ابن عمر کے قریب ، دیرباعرباموصل والحدثیہ کے مابین - دیرباعوت موصل وجزیرہ ابن عمر کے مابین - دیرماطاموصل وتکریت کے درمیان - دیرمیخائل موصل کے اوپر - دیررصافہ رقہ کے قریب - ویرزرنوق جزیرہ ابن عمر سے دو فرسخ، ویرزعفران (اس کا ذکر ہوچکاہے) دیرزکی الرھا کے دروازہ پر - دیرصلوباجوموصل کے گاؤں میں ہے - دیرعبدون جزیرہ ابن عمرد کے قریب دیراالعذاری علاقہ الرقہ میں جو موصل وباجرمی کے درمیان ہے۔ دیرقنسیری فرات کے کنارہ پر دربار مصر میں بنج سے چار فرسخ دور۔ جس میں تین سوستر راہب رہتے تھے۔ دیراالکلب موصل وجزیرہ ابن عمرو کے درمیان۔ اس کا نام دیرالکلب اس لئے پڑگیا کہ پاگل کتا جب کسی کو کاٹتا تھا تو اس کو یہاں لے آتے تھے اور یہاں کے راہبوں کی دعا کی طفیل وہ اچھا ہوجاتا تھا۔

دیرلبی فرات کے ساحل پر بنی تغلب کے علاقہ میں دیرمار - سرجیس فرات کے ساحل پر - دیرمتی موصل کے مشرق میں - دیرمار توما میافارقین میں - دیرمار جرجیس ، جزیرہ ابن عمر اور شہر کے درمیان دیرماعوث فرات کے ساحل پر- دیرمار یوحنا تکریت کی طرف دجلہ پر- دیرمنصور نہر خابور پر- دیریونس دجلہ کی طرف موصل کے بالمقابل -

ان خانقاہوں سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں - کہ الجزیرہ میں مسیحیت کی کیسی رونق اور دبدبہ تھا-

سوریہ کے شمال میں مسیحیت

سوریہ کے شمال میں بڑے بڑے وسیع میدان ہیں جو کہ دمشق کی اطراف سے لے کر تدمر، حمص، حماۃ، حلب، کو گھیرتے ہوئے نہر فرات تک پھیلے ہوئے ہیں - اسلام سے مدتوں پہلے عرب کے مختلف قبیلے اس میں آکر بسے ہوئے تھے - بنی کلب فرات کے متصل مشرق میں اس خطہ میں سے تھے۔ جس کو سماوہ کہتے ہیں - چنانچہ ہمدانی -

اپنی کتاب " فی صفتہ جزیرۃ العرب " میں لکھتے ہیں کہ " اما کلبہ فمکسنھا السماؤ والا یخا لطہ نہانی المساوہ احسد . ومن کلب بارض الغوطہ عامر بن الحصبن وابن رباب المعقلی " یعنی سماہ میں خاص بنی کلب رہتے تھے. جن کے بطوں میں کوئی اور شخص داخل نہیں ہوسکتا تھا. اور غوطہ میں بنی کلب میں سے عامر بن الحصین وابن رباب المعقلی سکونت پذیر تھے" (صفحہ ۱۲۹).

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام اطراف میں جن میں عرب کے قبائل بس چکے تھے۔ مسیحیت اپنی تمام شان میں پرتو افگن ہو گئی تھی۔ اگر ہمارے پاس کوئی اور دلیل بھی نہ ہوتی تو صرف اتنا ہی کافی تھا- کہ یہ خطہ ایک ایسی جگہ میں واقع ہے- جس کی چاروں اطراف کو مسیحیت نے گھیر لیا تھا- مثلاً فلسطین ، شام، انطاکیہ ، حلب ، الرھا، دمشق ، تدمر اور ان کے

مشرق میں ارض عراق ایسے علاقے اورشہر ین ہیں جو سراسر مسیحی علاقے اورشہر تھے۔اس لئے ممکن نہیں کہ یہ خطہ مسیحیت سے محروم رہاہو۔Migne.P.G.T.32 Col.697

ان اطراف میں مسیحیت کے قرون اولیٰ میں بہت سے کراسی اسقیفہ بشپی علاقے قائم ہوچکے تھے۔ نہ صرف بڑے بڑے شہروں میں بلکہ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور بستیوں میں بھی۔ چنانچہ بزرگ باسیبوس کے رسالہ سے جو ۱۹۰ ءمیں مفلیوخیوس کولکھتاہے ثابت ہے۔

دیونیسیوس اسکندری نے بھی اقطاع مافوق کے مسیحی ہونے کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ وہ پوپ اسطفانس کو لکھتاہے کہ " تمام سوریا اوراس کی اطراف کے بلاد عرب اور بلاد مابین شہرین آپ کے تعلیمات کی تصدیق کرتےہیں۔"
اوسابیوس کی تاریخ کلیسیا کتاب ہفتم فصل پنجم)

مزید برآں محققین آثار قدیمہ نے سوریا کے شمال میں بہت سے خانقاہیں گرجیں اور مسیحی نقوش اور دریافت کئے۔ جن سے ثابت ہوتاہے کہ یہ علاقے سراسر مسیحی علاقے تھے(المشرق ۹: ۹۵۳)۔

ان تمام آثار عتیقہ میں سب سے زیادہ قابل اعتنا اور مہتم بالشان وہ کتبہ [1] ہے۔ جس کو ایک یورپین محقق نے زبد میں دریافت کیاہے۔ زبد حلب کے پاس ہی واقع ہے۔ یہ کتبہ یونانی، سریانی اور عربی تینوں زبانوں میں لکھاہواہے۔ اس کی تاریخ ۸۲۳ اسکندری ہے۔ جو ۵۱۲ مسیحی کے مطابق ہے۔ یہ سب سے پہلا کتبہ ہے جو عربی رسم الخط میں ہجری سے ۱۱۰ سال قبل لکھا گیاہے۔ یہ خالص مسیحی کتبہ ہے جو بزرگ سرجیوس کے مشہد پر بطور یادگار کنندہ کیا گیا تھا۔ ساویرس جو فرقہ یعقوبیہ کے بطریک ہیں لکھتےہیں کہ جب اہل عرب مسیحی ہونا چاہتےہیں تو بزرگ سرجیوس کے گرجے میں بپتسمہ لینے کے لئے اصرار کرتےہیں۔
Btudi Orientals p.577, 587

سوریا کے مسیحی ہونے کے تاریخی شواہد میں سے ایک شہادت یہ ہے کہ میخائل اعظم وابن عبری افسس کے بشپ (پرسبٹر) یوحنا سے روایت کرتےہیں کہ مجمع خلقدونیہ کے بعد بہت سے مسیحی جو عربی تھے بادیہ تدمر میں بنک اور قرتیین اور حوارین میں جا کر مقیم ہوئے۔ اور اسلام کی فتح کے بعد تک باقی تھے۔ چنانچہ یاقوت الحموی بھی قرتیین کے متعلق لکھتاہے کہ " ان اھلھا کلھم نصاریٰ یعنی قرتیین کے تمام باشندے مسیحی تھے" یاقوت کے علاوہ ہمدانی بھی اپنی شہرہ آفاق کتاب " وصف جزیرۃ العرب میں لکھتاہے کہ ان میدانوں کے جو شام اورحلب اور فرات کے درمیان واقع ہیں۔ اکثر باشندے غسان، تغلب ، تنوخ اوربنی کلب تھے جو سب کے سب مسیحی فرقے تھے۔ یاقوت نے المقتضب کے (صفحہ ۳۶) میں اور تاریخ ابن عسا کر ترجمہ نائلہ میں لکھاہے کہ تمام بنی کلب مسیحی تھے" ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ کے(۲: ۲۱۹) میں ان کی تصدیق کی ہے۔

ابن ہشام لکھتاہے کہ جب اسلام ظاہر ہوا تو بنی کندہ اور بنی کلب نے اپنے دین یعنی مسیحیت سے انکار نہیں کیا۔ اسی طرح یاقوت نے المقتضب میں قبیلہ مدر یعنی اہل بادیہ کے متعلق لکھتاہے کہ " اسلمت کلب غیر مدرھا کانو نصاریٰ یعنی بنی کلب میں سے مدر مسلمان نہیں ہوئے یہ مسیحی تھے" ۔ اور ان میں جو مسلمان ہوگئے تھے۔ وہ بھی مسیحی عادات ورسم رواج پر قائم تھے۔ چنانچہ ابن فقیہ کی کتاب البلدان (صفحہ ۳۱۵) میں یہ عبارت ہے کہ " انھمہ مسلمون فی اخلاق النصاری یعنی فرقہائے مافوق اگرچہ مسلمان ہوگئےہیں۔ لیکن مسیحیوں کی عادات پر ہیں۔" اسی طرح ابن قیتبہ عیوان الاخبار کے (صفحہ ۱۷۴) میں اور جاحظ البیان والنبیین (۲: ۶۲)میں لکھتےہیں کہ ان میں سے جو مسلمان ہوگئے تھے وہ ناقوس بجاتے تھے اور ان گرجوں میں جاتے تھے جہاں انہوں نے بپتسمہ لیا تھا۔"

[1] اس کتبہ کا علامہ شیخو نے اپنی کتاب میں بعث کیاہے۔

ان عربی مورخین کی عبارات سے صاف واضح ہوجاتاہے کہ یہ بھی یونانی اور سریانی مورخین کے ساتھ اس امر پر متفق ہیں کہ وہ عربی قبائل جو سوریا کے شمال میں سکونت پذیر تھے عیسائی تھے۔

یورپ کے زمانہ حاضرہ کے متشرقین بھی اس کے قائل ہیں کہ شمالی سوریا کے تمام باشندے مسیحی تھے ۔چنانچہ محقق دوزی (Doozy) لکھتاہے کہ " سوریہ کے عرب سب کے سب مسیحی تھے علاوہ تولاک لوگولڈزہر ولونرمان(Lenorman)سب کے سب شمالی سوریہ کے مسیحی ہونے کے قائل ہیں۔

حجاز اور نجد میں مسیحیت

آپ نے دیکھ لیا کہ ہم نے عربستان کی تین اطراف میں مسیحیت کا استقصا کیااب اس کی ایک طرف باقی ہے۔ جس کو حجاز ونجد کہتے ہیں۔ ہم اس فصل میں اس خطہ کی سیاحت کرینگے اور اس فصل کے ساتھ اس تاریخی مبحث کو بھی ختم کرینگے۔

عرب کا جو سب سے زیادہ طویل السلسلہ پہاڑ ہے۔ اس کا نام جبل السرائ ہے جو یمن سے شروع ہو کر شام میں جا کر منتہی ہوتاہے۔ اس پہاڑ نے عرب کو مشرق اور مغربی دوحصوں میں منقسم کردیاہے۔ مغربی حصہ مشرقی حصہ ہے بہت چھوٹاہے اور عرضاً دامن کوہ سے سواحل بحرا احمر تک اور طولاً حدود یمن سے حدود شام تک پھیلتا گیا ہے۔اسی مغربی حصہ کا نام حجاز ہے۔ حجاز کا جنوبی حصہ چونک نسبتاً نشیب اور پست ہے۔ تہامہ اور عنور کہلاتاہے مشرقی حصہ چونکہ بلند ہے اور عراق تک چلا گیا ہے نجد کہلاتاہے۔ تہامہ اور نجد کے درمیانی حصہ کو اس لئے حجاز کہتے ہیں ۔ کہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان بطور عاجز یعنی پردہ کے واقع ہے ۔ حجاز کے مشور شہروں میں مکہ ، مدینہ ، طائف ، دومتہ الجندل شامل ہیں ۔

یہ خطہ بھی اور خطوں کی طرح اصنام پرستی اور اجرام سماوی کی پرستاری میں مبتلا تھا۔ جس کی وجہ سے مسیحی مبلغین نے یہاں بھی مسیحیت کی تبلیغ اور دعوت کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ ہم گذشتہ وراق میں بحوالہ تاریخ ابن خلدون لکھ آئے ہیں کہ سرزمین حجاز میں سب سے پہلے مقدس برتلمائے جو حضور مسیح کے رسول تھے منادی کی (ابن خلدون ۲: ۱۵)۔ علامہ طبری بھی یہی شہادت دیتاہے کہ "وکان ممن توجہ من الحوارمیین .ابن تلما الی العربیہ وحی ارض الحجاز" یعنی حضور مسیح کے حواریں میں سے برتلماؤس نے عرب یعنی حجازمیں مسیحیت کی تبلیغ کی (طبری مطبوعہ لنڈن ۱ : ۷۳۸)۔

ابن ہشام بھی سیرۃ الرسول میں یہی لکھتا ہے - وبعث من الخواربین ....این تلما الی الاعربیہ وھی ارض الحجاز" یعنی حوارئین سے برتلما سرزمین حجاز میں بھیج دئے گئے۔" مقدس یعقوب کی سوانح عمری میں جو یروشلیم کے پرسبٹر (بشپ) تھے۔ لکھاہواہے کہ "انہوں نے فلسطین او راسکی اطراف عمص وقساریہ اورسامرہ اور بادیہ حجاز کے لوگوں کو مسیحیت کا پیغام پہنچایا۔"(۱۷)۔

یہاں تک تو عام طور پر ہم نے حجاز کا ذکر کیا ہے۔ جس میں کسی حصہ کی تخصیص نہیں۔ لہذا مناسب معلوم ہوتاہے کہ حجاز کے ان خاص خاص حصوں کا ذکر کیا جائے جہاں مسیحیت کا نفوذ اور اقتدار عروج پر تھا۔ شمال مغرب میں جہاں جہاز کی حد ختم ہوتی ہے۔ وہ ایلہ ہے ، لہذا ہم ایلہ سے شروع کرینگے اور بالترتیب ملکہ اور اس کی دیگر اطراف کی طرف بڑھتے آئیں گے۔

ایلہ۔ حجاز کی وہ آخری سرحد ہے۔ جہاں سے شام کی سرحد شروع ہوتی ہے ۔ یہاں کے باشندے عیسائی تھے اور کچھ کچھ یہودی بھی رہتے تھے۔ اسلام کے آغاز میں اس کا حاکم ایک عیسائی تھا۔ جس کا نام یوحنا بن روبہ تھا۔ اس نے آنحضرت کے ساتھ سالانہ ۳۰۰ دینار پر صلح کرلی تھی۔ کتاب وفادات العرب میں ابن سعد لکھتاہے کہ " وقدم یحنہ بن روبہ علی النبی وکان ملک ایلہ ومعہ اھل جریاء اوذرج فاتو وفصا لحم وقطع علیھمہ جریۃ معلومتہ ....اجز عبدالرحمنٰ بن جابر عن ابیہ

قال: آیت علی یخہ بن روبہ یوم اتی النبی صلیبا من ذھب وھو معقود الناصیة فلماء رائ رسول اللہ کفر وامابراسہ فاوما الیہ النبی ان ارفع راسلہ مصالحہ یوملن وکسا ہ رسول اللہ برہ یمفتہ "یعنی یوحنا بن روبہ ایلہ کا حاکم تھا۔ جب یہ آنحضرت کے پاس آگیا تو اس کے ساتھ جرباء اور اذرح کے لوگ بھی تھے۔ آنحضرت نے ان کے ساتھ سالانہ جزیہ پر صلح کرلی۔ عبدالرحمٰن بن جابر اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ جب یوحنا بن روبہ آنحضرت کے پاس آگیا تو اس کے گلے میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ اور اس چہرہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔ جب آنحضرت کو دیکھا تو اظہار عجز کیا اور اپنا سر جھکایا۔ تب آنحضرت نے کہا اپنا سر اٹھالو اور اس کے ساتھ صلح کرلی اور اس کو چادر پہنائی۔

مسعودی کتاب الیہنبیہ والاشتراق میں لکھتا ہے کہ ان یحنہ ابن روبتہ کان اسقف ایلہ دانہ قدم علی محمد ۹ للھجری وھوفی تبوک فصالحہ علی ان لکل حالمہ بھاد دینار افی السنة ۔"

یعنی یوحنا بن روبہ جوایلہ کا بشپ تھا۔ ۹ ھ میں تبوک میں آنحضرت کے پاس آگیا اورآنحضرت نے اس شرط پر صلح کرلی کہ تم میں سے ہرایک بالغ شخص سالانہ ایک دینار دے(مطبوعہ لندن صفحہ ۲۷۳)۔

دومتہ الجندل۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان ایک بہت مشہور قلعہ تھا جو دمشق سے سات منزل اور بقول بعض سات دن کی اور مدینہ سے پندرہ دن اور بقول بعض تیرہ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ چونکہ یہ قلعہ مضبوط پتھروں سے بنا تھا۔ اس لئے اسکا نام دومتہ الجندل رکھا گیا تھا۔ اس کی چاروں طرف شہری آبادی تھی اور شہر کی چاروں طرف شہر پناہ تھی۔ یہ شہر بھی ظہور اسلام کے وقت ایک عیسائی شہر تھا۔ یہاں ایک بشپ (پرسبٹر)رہا کرتا تھا جو شہر دمشق کے ماتحت تھا۔ اس کا حاکم جس کا نام اکید تھا عیسائی تھا۔ آنحضرت نے ۵ ھ ربیع اولال میں خالد بن ولید کو اس پر چڑھائی کا حکم دیا۔ خالد نے اس کو گرفتار کیا۔

دومتہ الجندل پر مسلمانوں نے کئی بار چڑھائی کی ہے جن میں سے ایک وہ ہے جس کا نام تاریخ خمیس (۱۱۰۲) میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے اکیدر کو جو عیسائی حاکم تھا شکست دی۔ لیکن رومیوں نے پھر اس پر قبضہ کیا۔ مسعودی کتاب الیہنبیہ والا شراق میں آنحضرت کے لڑائی کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"وفیھا (ای السنة الخامسة لا محرة) کانت غزوة رومة الجندل وھی اول غزوة النبی للررم ومر کان صاحبھا ای اکید ربن عبدالملک الکندی یدین بالنصرانیة وھوفی طاعة ہرقل ملک الروم وکان یعنرض سفر المدینة وتجارھم (قال)قلبع اکیدرً اسیرہ فھرب و تفرق اھل رومة وصارا الیھا فلم یجد بھا احداً فاقام یاماً وعاد الی المدینہ ثم الیہ خالد اً السنة التاسعة للھجرة فاخذہ اسیراً وفتح اللہ علیہ ومتہ"۔

یعنی ۵ ھ میں دومتہ الجندل کی لڑائی ہوئی اور یہ آنحضرت کی پہلی لڑائی تھی جو رومیوں کے ساتھ دومتہ الجندل کا حاکم اکیدر عبد الملک کندی تھا جو عیسائی تھا اور ہرقل کے ماتحت تھا۔ یہ شخص مدینہ کے مسافروں اور سوداگروں کے ساتھ مداخلت کرتا تھا۔ جب اکیدر کو اس حملہ کی خبر پہنچی تو خود بھاگ گیا اور اس کے باشندے ادھر ادھر روپوش ہوگئے۔ جب آنحضرت وہاں پہنچ گئے تو شہر کو سنسان پایا اور چند دن قیام کرکے وہاں سے واپس مدینہ آئے اور پھر ۹ ھ کو خالد کو بھیجا۔ جس نے دومتہ الجندل کو فتح کیا اور اکیدر کو گرفتار کیا۔"(۶۴۸)۔

ابن سعد کتاب وفادات العرب میں یوحنا بن روبہ حاکم ایلہ کے ذکر کے بعد لکھتا ہے ہے کہ قال ورائت اکیدر حین قدم بہ خالد وعلیہ صلیب من ذھب

وعلیہ الدیباج ظاھلاً یعنی اس نے کہا کہ میں نے اکیدر کو دیکھا کہ جب خالداس کو آنحضرت کے پاس لے آیا تو اس کی گردن پر سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی اور دیباج کا کپڑا پہنا ہوا تھا۔" (صفحہ ۲۷)۔

معجم البلدان میں یاقوت لکھتاہے کہ ثم ان النبی صالح اکیدرعلی دومتہ دامنہ وقرر علیہ علی اھلہ الجزیۃ وکان نصرانیاً ۔ یعنی پھر آنحضرت نے اکیدر کے ساتھ صلح کرلی اوراماں دی اور اس پر اس کی رعایا پر جزیہ مقرر کیا۔اکیدر عیسائی تھا۔"(۲: ۶۲۶)۔

دومتہ الجندل کے باشندے بنی اسکون تھے ۔ جو بنی کندہ کی ایک شاخ تھی جو مشہور مسیحی فرقہ تھا۔ نیزدومتہ الجندل میں بنی کلب کے کچھ لوگ بھی رہتے تھے۔ جن کی مسیحیت پر ہم بحث کرچکے ہیں۔

وادی القریٰ ۔ یہ وادی شام اور مدینہ کے درمیان واقع ہے ۔ اس کووادی القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں کثرت سے قریے اور سبزہ زار اور شاداب جگہیں ہیں ۔ سب سے اول یہودی یہاں آکر بس گئے تھے۔ ان کے بعد میں قضاعہ جو عیسویت میں سے زیادہ راسخ تھے آکر بس گئے تھے۔ بنی سلیخ بھی جن کی نصرانیت کے تمام مورخین قائل ہیں۔ اسی فرقہ بنی قضاعہ میں سے ہیں۔ یہ وادی ان خاص مقامات میں سے ایک ہے ۔ جہاں مسیحی رہبان کثرت کے ساتھ عزلت گزینی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ شعرائے عرب میں ان کا ذکر کثرت کے ساتھ آتاہے۔ چنانچہ جعفر بن سراقہ کہتاہے کہ :

ونحن منعنا دالقریٰ من عدونا

وعذرة اذنکقی یھوداً وبعثرا

منعتاہ من علیا معدو انتمہ

سفا سیف روایج بین قرخٍ وخیبرا

فریقان رھبان باسفل ذی القری

وبا لشاھر عرافون فیمن تنصرا

ترجمہ ۔ہم ہی ہیں جنہوں نے ذالقرلی کی دشمنوں سے حفاظت کی جبکہ یہودی اور نبی بعثر سے لڑتے تھے۔

ہم نے اس کی حفاظت بنی سعد کے ٹیلوں میں سے کی ۔ تم تو ہوا کے جھونکوں کی طرح قرح اور خیبر کے درمیان ادھر ادھر پھرتے ہو۔

ذی القریٰ کے اسفل میں رہبان رہتے ہیں اور شام میں مسیحی اطباء رہتے ہیں۔

تیماء ۔ یہ حجاز میں شام اور وادی القریٰ کے درمیان واقع ہے۔ اسی جگہ سموئیل مشہور شاعر کا مشہور قلعہ بنام ابلق تھا۔لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سیموئیل یہودی تھا۔ حالانکہ وہ عیسائی تھا۔ لیکن یہودی مائل عیسائی ۔(Judes Christien) علامہ شیخو نے المشرق ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۶۲ جلد ۱۲ میں زبردست دلائل سے ثابت کیاہے کہ وہ یہودی مائل عیسائی تھا۔چنانچہ ان کے ذیل کے شعر سے بھی ثابت ہوتاہے کہ وہ عیسائی تھا۔

وفی آخر الزمان جاء مسیحنا فاھد بنی الدنیا سلام التکامل

ترجمہ : آخری زمانوں میں ہمارے مسیح آگئے اور دنیا کے لوگوں نے ان کو کامل سلام پیش کیا۔

اگر سیموئیل عیسائی نہ ہوتا تو ہرگز یہ نہ کہتا کہ " ہمارے مسیح آخری زمانوں میں آگئے" کیونکہ یہودی یہ نہیں کہہ سکتے ہیں مسیح آگئے بلکہ ان کا یہ خیال ہے کہ مسیح آئیں گے۔"

نیز قبیلہ کے عیسائی بھی تیماء میں رہتے تھے۔

Arnold, Islam History and Relations with Christianity .p34

تبوک ۔ وادی قریٰ اور شام میں الحجر سے چار منزلوں پر ایک مضبوط جگہ ہے۔ جس میں نخلستان اور چشمہ بھی تھا۔ مسلمانوں نے اس کو ۹ ھ میں رومیوں کے ساتھ جنگ کرکے فتح کیا۔ اس لڑائی میں عیسائیوں کے فرقہ عاملہ و لخم اور جذام بھی رومیوں کے ساتھ بطور مددگار شریک۔

اس کے رہنے والے بنی قضاعہ کے عیسائی تھے۔ چنانچہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "دومتہ الجندل اور تبوک کے لوگ سب کے سب عیسائی ہوگئے تھے۔(۲: ۲۴۹)۔

معان۔ کے رہنے والے بھی عیسائی تھے اور روم کے تحت اسلام کے ظہور کے وقت اس کا حاکم ایک عیسائی تھا۔ جس کا نام فروہ بن بنی عامر تھا۔ اور بنی جذام کا جو عیسائی فرقہ ہے شیخ تھا۔ معان کے قریب ہی موتہ میں ۸ھ میں مسلمانوں اوررومیوں میں ایک مشہور لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کا لشکر زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواعہ کی قیادت میں تھا اور رومیوں کا لشکر تاودورس المعروف بہ نائب کی قیادت میں تھا۔ مورخین عرب کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں رومی فوج میں ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عرب کے مسیحی تھے۔ مسلمانوں کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور ان کے سردار مارے گئے۔ لیکن ایک سال کے بعد پھر مسلمانوں نے جو حملہ کیا اور رومیوں کو شکست دے کر معاں اورجہات بلقاء پر قبضہ کیا۔(تاریخ یعقوبی ۲: ٦٦، و معجم البلدان ۴: ۸۸، ۵۷۱)۔

مدینہ : اس کا اصلی نام اپنے بانی کے نام پر یثرب تھا۔ یثرب میں سب سے اول عمالقہ آکر بس گئے۔ پھر یہود مختلف زبانوں میں مثلاً حضرت موسیٰ ویشوع بن نون کے زمانہ میں حضرت داؤد کے زمانہ میں اور اس وقت جبکہ اشوریین نے یروشلیم اور اس کی ہیکل کو مسمار کردیا۔ پھر حضور مسیح کے بعد جب رومیوں نے یروشلیم کو فتح کیا۔ مسیحی آآکر یثرب میں بستے گئے۔ بنو قریظہ والمنضیر وبہدل بطحان اور مہزور کی وادی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ جہاں انہوں نے مضبوط قلعہ ہوئے (کتاب آغانی ۱۹: ۹۵ وروایات الاآغانی ۲: ۱- ۵ ومجلہ دردس یہودیہ
Revue des Etudes Juives VII, 167 et X, 10

مسیحیت سے قبل یثرب کا مذہب یہودیت تھا۔ لیکن جب مسیحیت حضور مسیح کے صعود کے بعد ہی یثرب میں داخل ہوئی تو یثرب کا مذہب یہودیت اور مسیحیت میں منقسم ہوگیا اور مسیحیت کو یثرب میں ایسی ترقی حاصل ہوئی کہ مسیحیت کے مختلف فرقے نہایت کثرت کےساتھ یثرب میں ظاہر ہوگئے ۔مثلاً فرقہ یہودی مائل مسیحی (Judus Chretrences) فرقہ ناصریین (Nazarenes) ابیونیین (Ebionius) کسائیین (Elkesaites) انہی فرقوں میں سے ایک اور فرقہ تھا جس کو فطائرئیین (Cotlyridiens) کہتے تھے۔ یہ فرقہ مریم مقدسہ کی بے حد عزت اور تعظیم کرتا تھا۔ طرح طرح کی قربانیاں ادا کرتے تھے۔ جن میں سے فطیر کی قربانی بے حد مشہور ہے۔ اسی لئے اس کا نام فطاریہ پڑگیا۔ ان کا ذکر بزرگ ابیفا بنوس نے بھی اپنی کتاب اہرطقات میں تفصیل کے ساتھ کیا۔ ابن بطریق ان کا مریمیہ ار برابرنیہ کے نام سے یاد کرتاہے اور کہتاہے کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ " خدا کے علاوہ مسیح اوراس کی ماں خدا تھے" ۔ سورہ المائدہ میں اسی فرقہ کی طرف اشارہ ہے کہ " اتخذونی والی الٰھین"

یثرب میں یہ مسیحی فرقے اپنے اپنے خیالات کی ترویج میں ہمہ تن نہمک تھے کہ یمن سے سیل عرم یا کسی اور وجہ سے چند اور مسیحی فرقے مثلاً الحرث ابن بہشتہ وفرقہ غسان میں سے بنی شنطیہ اور ازد میں سے بنی الادس اور خزرج یثرب میں آگئے اوریہیں مقیم ہوگئے۔ لیکن نہایت تنگی اور افلاس کی حالت میں ان کا تمام تر گزارہ زراعت پر تھا۔ کیونکہ باقی تمام امور اور سرمایہ داری یہودیوں کے ہاتھ میں تھی(اغانی ۱۹: ۹۵)۔ جب مسیحیوں نے کوئی اور چارہ نہ دیکھا تو چھٹی صدی عیسوی میں ان کا ایک سردار جس کا نام مالک بن عجلان تھا۔ ایک وفد لے کر شام کے بادشاہ ابوجبیلہ غسانی کے پاس گیا۔تاکہ یہودیوں کے برخلاف ان کی امداد کرے۔چنانچہ اس نے یہودیوں کے برخلاف ان کو امداد دی اور یہودیوں کو بری طرح سے دبایا۔ یہاں تک کہ یثرب کے سفید وسیاہ کے مالک اوس اور خزرج ہوگئے اور ظہور اسلام تک یثرب میں انہی کی ریاست رہی۔

یثرب والوں کا مذہب یہودیوں کو چھوڑ کر شرک اور بُت پرستی تھا۔ ان کا خاص بُت مناۃ تھا(ملل والنحل شہرستانی صفحہ ۴۳۴ مطبوعہ لندن)لیکن جب مسیحیت یہاں داخل ہوئی تو مسیحیت کو غلبہ حاصل ہوگیا اور سب مسیحی ہوگئے ۔ اب یثرب میں بجز یہودی اور مسیحی مذہب اور کوئی مذہب باقی نہ تھا۔

یثرب میں مسیحیت کا غلبہ اور اکثریت کے لئے دلائل کافی ہیں۔

(۱) ہم اس ثمرہ کے شروع میں لکھ آئے ہیں کہ مسیحیت کے عین آغاز میں مسیحی مبلغین سرزمین حجاز میں مسیحیت کی تبلیغ میں ہمہ تن کوشاں تھے۔ جن کو خاص کامیابی حاصل ہوئی۔

(۲) ہم سطور مافوق میں اوس اور خزرج کا ذکر کرچکے ہیں۔ یہ دونوں فرقے عیسائی تھے۔ اول تو اس لئے کہ یہ غسانی شاخ تھے اور فرقہ غسان کے عیسائی ہونے میں کوئی کلام نہیں دیگر یہ کہ اگر یہ دونوں فرقے عیسائی نہ ہوتے تو اباجبیلہ شام کا بادشاہ جو عیسائی تھا ہرگز ان کی مدد نہ کرتا۔

(۳)قرآن شریف میں اہل کتاب کا اطلاق اکثر باشندگان مدینہ پر ہواہے۔ اور اُمی کا اطلاق مشرکین مکہ پر۔ چنانچہ شہرستانی ملل والنحل میں لکھتاہے کہ " الفرقتان متقا بلتان قبل المبعث هم اهل الكتاب والا ميون والامى من لايعرف الكتابة فكانت اليهود والنصارى بالمدينة والا لميون بمكة (صفحہ ۶۲ مطبوعہ لندن) شہرستانی کی عبارت سے معلوم ہوتاہے کہ مدینہ کے باشندے دو فریق میں منقسم تھے۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر یہودی تھے۔ اوس اور خزرج اور قضاعہ عیسائی تھے ۔ امام قسطلانی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اہل کتاب کا اکثر اطلاق عیسائیوں پر ہی ہواہے۔

(۴) اہل مدینہ کے عیسائی ہونے کی ایک اور زبردست دلیل یہ ہے کہ مدینہ کے قریب ہی ای پہاڑ پرایک خانقاہ تھی۔ جس کا نام " دیر سلع" تھا۔ یہ خانقاہ کسی طرح سے یہودیوں کے قبضہ میں آگئی ۔ جس کو انہوں نے قبرستان سے تبدیل کیا اور اسی قبرستان میں حضرت عثمان شہید ہونے کے بعد دفن کئے گئے (طبری ۱ صفحہ ۳۴۷)۔

(۵) کلدانی کلیسیا کی تقویم قدیم میں جس کو خوری پطرس صاحب نے ۱۹۰۹ء میں شائع کیا ہے مذکورہ ہے کہ نسطوریوں کی طرف سے یثرب میں ایک مطروبولیطن رہا کرتا تھا اور اس میں تین گرجے تھے جو کہ ابراہیم وایوب وموسیٰ کے نام پر نامزد تھے۔

المختصر مدینہ کا مسیحیوں کے گھر ہونے میں بجز اس شخص کے جس کا دل لوث وتعصب سے سیاہ ہوچکا ہو اور کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا ہے۔

مدینہ میں یہودی اور عیسائی توآنحضرت کی وفات کے بعد حضرت عمر کے زمانہ تک موجود تھے۔ چنانچہ حضرت حسان آنحضرت کے مرثیہ میں کہتے ہیں کہ :

فرحت نصارى يثرب يهودها لماتوارى فى الضريح المحذا

یعنی جب آنحضرت فوت ہو کر دفن ہوئے تو مدینہ کی یہودی اور عیسائی خوش ہوئے۔

مکہ ۔ خطہ حجاز کے پائے تخت اور تمام قبائل عرب کا مرجع اور زیارتگاہ تھا۔ اور اب تمام دنیائے اسلام کی زیارت گاہ اور مقدس شہر ہے۔ ہم صفحات مافوق میں مورخین عرب کے حواریوں کی بناء پر بیان کرچکے ہیں کہ عین رسولی زمانہ میں حضور مسیح کے رسولوں نے یہاں آکر مسیحیت کی تبلغ کی تھی۔ چنانچہ مورخین عرب اس پر متفق ہیں کہ جرہم ثانی کے عہد میں مسیحی مذہب حجاز میں داخل ہوا۔ اگرچہ جرہم ثانی کہ زمانہ میں مورخین کو اختلاف ہے۔ لیکن یورپ کے محققین اس پر متفق نہیں کہ جرہم ثانی کازمانہ تاریخ میلاد (مسیح کی پیدائش) سے کچھ ہی پہلا ہے۔ عجیب تر کہ مورخین عرب مثلاً ابن اشیر ابن خلدون اور ابولفدا وغیرہم بیان کرتے ہیں کہ ملوک جرہم کے چھٹے بادشاہ کا نام عبدالمسیح تھا۔ اور سرسید مرحوم لکھتے ہیں کہ " نام سے بلاریب ثابت ہوتاہے کہ وہ عیسائی تھا۔" (خطبات احمدیہ)اس بیان سے ثابت ہوتاہے کہ مسیحی مذہب حضور مسیح کے صعود کے تھوڑے دنوں بعد مکہ میں داخل ہوا۔

ابی الفرج اصفہانی کتاب آغانی میں لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں بنی جرہم کے زمانہ میں اسغزا لنة وهى بئرفى بطنه ويلقىٰ فيه الحلى والمتاع الذى يهدى

له وهو يومذ لاسقف عليه" یعنی ایک خزانہ تھا کنوئیں کی صورت میں تھا۔ لوگ اس میں زیوارت اور دیگر اشیاء بطور ہدیہ ڈالتے رہتے تھے۔ اور ان دنوں میں وہ ایک اسقف (بشپ) کے ہاتھ میں تھا (۱۳: ۱۰۹) اسقیفت خاص مسیحیوں کا مذہبی عہدہ ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتاہے کہ اس زمانہ میں مکہ معظمہ سراسر مسیحیوں کا شہر اور انہی کے اختیار میں تھا۔ اور حضور مسیح کی تصویر کا خانہ کعبہ میں آویزاں ہونا۔ اس قدر مشہور ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے (اخبار ازرقی مطبوعہ لیزبک صفحہ ۱۱۰، ۱۱۲)۔

یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتاہے کہ " اما من تنصر من احياء العرب فقوم من قريش من بنى اسد بن عبدالغزىٰ منهم عثمان الحويرث بن اسدوورقه بن نوفل بن اسد " یعنی " عرب کے ان قبیلوں میں سے جو مسیحی ہوگئے قریش کا ایک فرقہ اسد بن عبدالعزیٰ میں سے بھی مسیحی ہوگیا تھا۔ جس میں عثمان بن الحویرث اور ورقہ بن نوفل تھے" (مطبوعہ لیڈن ۱: ۲۹۸)۔

شاید یہی وجہ ہے کہ مسیحی شعراء کی نگاہ میں کعبہ کی بہت بڑی عزت تھی۔ چنانچہ وہ جب قسم کھاتے تھے تو کعبہ کو صلیب کے ساتھ ملاتے تھے۔ چنانچہ عدی بن زید کہتاہے کہ

سحى الا عداء لايالون شراً

عليك ورب مكة والصليب

اعشیٰ کہتاہے کہ:

حلفت بثوبى راهب الديروالتى

بنا ها قصى والمضاض بن جرهم

مکہ میں مسیحیت کے آثار اسلام کے بعد بھی بہت دنوں تک موجود تھے۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھاہے کہ مکہ کے قریب ہی ایک جگہ ہے جس کا نام موقف نصرانی ہے۔ ارزقی اخبار مکہ میں لکھتاہے کہ:

مقبرة النصارى دبرالمقلع على طريق بئر وعنبة بذى طوى.

یعنی سرعنبہ کے راستہ پر کوہ مقلع کے پیچھے ذی طویٰ میں مسیحیوں کا قبرستان تھا۔

مقدسی اپنے جغرافیہ میں لکھتاہے کہ "مکہ کے قریب کے ہی میں ایک جگہ تھی۔ جس کا نام مسجد مریم تھا۔"(صفحہ ۷۷)

دیگر یہ کہ آنحضرت کے زمانہ میں حنفاء کا عروج کرنا بھی مکہ میں مسیحیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں حنیف مسیحی کا نام تھا۔ چنانچہ ہذیل کا ایک شاعر کہتاہے کہ:

كان تواليه بالمئلا

فصارى يسا قون لاقوا حنيفاً

یعنی جس طرح عیسائی اپنے راہب (حنیف) کی زیارت کے لئے جاتے تھے۔ اسی طرح اس کے پاس لوگ جاتے تھے۔

یمن بن ضریح عشاء ربانی کے شیرہ انگور کی تعریف میں کہتاہے کہ:

وصهبا ء جرجانية لم لطيف بها

حنيف ولم تنغربها ساعة قدر

ولمه يشهد القس اليمن نارها

طروقاولا صلى على طبخها حبر

اس شعر میں بھی حنیف راہب کے معنوں میں ہے۔ کیونکہ دوسرے شعر میں قسیس (پادری) اور حبر (عالم مذہب) کا ذکر کیاہے۔

حنفا کے ذکر میں اتنی بات یادرکھنی چاہیے کہ یہ لوگ مسیحی تو تھے۔ لیکن خالص نہیں بلکہ ان کے عقائد میں کچھ آمیزش بھی تھی۔:

مکہ میں مسیحیوں کے کثرت ہونے کی سبب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ کتاب الخراج میں لکھاہے کہ " عزب الرسول ﷺ نصرانی بمکہ دیناراً کل سنة۔"

یعنی آنحضرت نے مکہ کے عیسایئوں پر سالانہ ایک دینار خراج لگایا۔" اگر عیسائی آنحضرت کے زمانہ میں مکہ میں نہ ہوتے توان پر خراج کا لگانا کیامعنے رکھتاہے؟

عکاظ۔ جس میں مشہور بازار لگتا تھا۔ اور جس میں بڑے بڑے شاعر آکر اپنے اشعار کہتے تھے۔ ایک مسیحی جگہ تھی۔ چنانچہ تقویم نطوری میں جس کو خوری پطرس صاحب نے ۱۹۰۹ میں شائع کیاہے۔ صاف طور پر بتلایا گیاہے کہ عکاظ میں بہت سے نسطوری مسیحی رہتے تھے۔اور ان کے گرجے تھے"(صفحہ ۸)۔

طائف ۔مکہ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اس کے مسیحی ہونے کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ امیہ بن ابی صلت جیسے مسیحی شاعر یہیں کا رہنے والا تھا۔ جس نے قریباً بائبل مقدس کے تمام بیانات کو عربی اشعار میں عربوں میں رائج کیا۔

نجد۔ جزیرہ عرب کے وسط میں واقع ہے۔ یہاں کی آب وہوا اور فصاحت وبلاغت بے حد مشہور ہے۔ نجد میں بہت سے مسیحی قبائل سکونت رکھتے تھے۔ مثلاً طی۔ سکزن، وسکاسک، کندہ وغیرہ امراء القیس مشہور مسیحی شاعر اسی خطہ کا رہنے والا اور شاہزادہ تھا۔ یہاں بھی مسیحیوں کی خانقا ہیں تھیں ۔ مثلاً دیر سعد، غطفان میں اور دیر عمر وجبال طی جوکے قریب ہیں۔ ہم ملوک کندہ کا ایک کتبہ کھیں نقل کرچکےہیں ۔ جس سے بالوضاحت ملوک کندہ کا مسیحی ہونا ثابت ہوتاہے۔

مناسب معلوم ہوتاہے کہ میں اس حصہ کو زمانہ حاضرہ کے ایک بہت بڑے مصری مسلمان محقق کے قول کے ساتھ ختم کروں کہ تغلغلت النصرانیہ اذن کما تغلغلت الیہود فی بلاد العرب ، واکبر ظن ان الاسلام اولمہ بظاہر الانتھی الامر الی عتناق احدی ہاتین الدیا نیتن، یعنی " جس طرح یہودیت بلاد عرب میں گھس آئی۔ اسی طرح مسیحیت بھی گھس گئی۔گمان غالب ہے کہ اگر اسلام ظاہر نہ ہوتا تو تمام عرب انہی دو مذہبوں کے حلقہ بگوش ہوجاتے۔ (ادب الجاہلیہ، از ڈاکٹر طہٰ حسین صفحہ ۱۵۵ ، مطبوعہ مصر،)

عربستان میں مسیحیت کے فیوض

حصہ دوم

اس مقدمہ کے حصہ اول میں مسیحیت کے انتشار کے تاریخی ثبوت کا بیان تھا کہ مسیحیت نے اپنے آغاز کے ابتدائی دور میں عربستان کے طول عرض میں ہمہ گیر نفوذ واقتدار حاصل کرلیا۔ حتیٰ کہ عربستان میں کوئی فرقہ قبیلہ ایسا نہ تھا جو مسیحی یا مسیحیت کے زیر اثر نہ ہو۔ اس حصہ میں ، میں اس پر بحث کرونگا کہ مسیحیت کے طفیل عربستان کو کیا فیوض پہنچے اور مسیحیوں نے اپنے ملک اور قوم کی کیا خدمت انجام دی ۔ میں ان فیوض کوجداگانہ عنوانات کے ماتحت ہدیہ ناظرین کرتا رہونگا ۔ جویقین ہے کہ قارئین کرام بے حد دلچسپی کے ساتھ پڑھینگے ۔ اور ساتھ ہی یہ عرض کرونگا کہ اس کے جملہ حقوق صرف میرے لئے محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب اس اخلاقی جرم کے مرتکب نہ ہوں۔

فیض اول ۔ فن کتابت

بعض لوگوں کا جن کو عربستان کی تاریخ پر کامل عبور حاصل نہیں ہے یہ خیال ہے کہ عربستان میں فن کتابت کا آغاز اسلام کے ظہور یا اس سے کچھ ہی قبل ہوا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس جزیرہ میں ایک رسم الخط کبھی بھی جاری نہیں تھا۔ بلکہ اس کے مختلف اقطاع واضلاع میں مختلف رسم الخط جاری تھے۔ اور ایسے علاقے بھی تھے جن میں مطلق کتابت جاری نہیں تھے۔ یمن کے علاقہ میں بنی حمیر کے درمیان ایک کتابت جاری تھی جس کو مسند کہتے تھے۔ اس خط میں اور حبشی خط کے بہت سے حروف میں کامل مشابہت ہے۔ یورپ

کے مفتشین آثار قدیمہ کو مثلاً ارنو، ہالوی اور گلازر کو اس خط کے ہزارہا کتبے ملے ہیں۔ جن میں سے بعض کی تاریخ مسیحی سن سے بھی چار یا پانچ سوسال پہلے کی ہے اور بعض کی تاریخ چھٹی صدی مسیحی تک ہے۔ جب یہ کتبے پڑھے گئے اور ان کے اسرار ورموز کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جیسے دعویٰ کیا جاتاہے ۔ عربیت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس علامہ ابن خلدون کا یہ کہنا کہ "ومن حمیر تعلمت مصر الکتابت العربیۃ (مقدمہ ابن خلدون ۲ : ۳۴۱ مطبوعہ پیرس) صحت سے خالی ہے۔

جزیرہ عرب کے گوشہ شمالی وغربی میں ایک اور خط جاری تھا۔ جس کو نبطی کہتے تھے۔ اس کی دو صورتیں تھیں ایک کے حروف مربع شکل کے تھے جس کو اکثر نقود اور بناؤں میں استعمال کرتے تھے۔ نبطی خط کی یہ صورت آرامی خط سے بہت ہی ملتی جلتی ہے۔ اس خط کی دوسری صورت یہ تھی کہ اس کے حروف مستدیر (گول) تھے۔ اور اکثر لکڑی پر کندہ کئے جاتے تھے اور صکوک (چکس) اور دیگر معاملات میں استعمال کرتے تھے۔ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے کہ یہی نبطی خط اپنی دونوں صورتوں کے ساتھ جس کو عربوں نے اپنے ہمسایہ عیسائی بھائیوں سے حاصل کیاہے۔

مسلمانوں نے تمام قابل اعتماد مورخین اور یورپ کے مایہ ناز متشرقین واثرائین اس پر متفق ہیں کہ عربستان میں فن کتابت مسیحیوں کے طفیل جاری ہوا۔ جس کووہ قبیلہ طے کے (جو مشہور مسیحی[1] قبیلہ تھا) چند افراد کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی اپنی مشہور کتاب المزھر میں لکھتے ہیں۔

ان اول من کتب نجطنا هذا وهوالجزم مرامر بن مرة واسلم بن سدرة وعامر بن جاررة وهمه من عرب طی ...... علموه اهد الاتبار ومنهمه انتشرت اکلتابة فی العراف والحيرة وغيرها

[1] ایک مسیحی قبیلہ تھا۔ ملاخطہ ہو حصہ اول ۔ منہ

فتعلمها بشر بن عبد الملک اوکان لا رصاحبة بحرب بن امیه لتجارة . عند هم فتعلم حرب منه الکتابت ، ثم سافر معه الی مکة فتعلمه منه جماعة من قریش قبل اسلام

ترجمہ ۔ جنہوں نے اول ہمارے اس خط کے ساتھ جو جزم کہلاتاہے کتابت کی وہ مرامر بن مرہ اوسلم بن سدرۃ وعامر بن جدرۃ تھے اور یہ قبیلہ طے کے لوگ تھے ۔۔۔۔۔ انہوں نے یہ خط اہل انبار کو سکھلایا اور یہیں سے فن کتابت عراق حیرہ وغیرہ علاقوں میں پھیل گیا۔ پھر بشر بن عبدالملک نے اس کو سیکھا۔ چونکہ تجارت کی وجہ سے حرب بن امیہ کے ساتھ اس کا میل جول تھا۔ لہذا حرب نے اس سے کتابت سیکھی۔ پھر بشر اس کے مکہ آگیا اور قریش کی ایک جماعت نے اسلام سے قبل اس سے یہ خط سیکھا۔" (۱ : ۳۹۰)۔

اسی طرح مصنف الفہرست ابن عباس سے روایت کرتاہے کہ:

"اول من کتب بالعربیة ثلثة رجال من بولان وهی قبیلة سکنوالا نبار وانهمه اجتمعوا فو ضعوا حروفاً مقطلعه وموصولة وهمه مرامر بن مرة (ویقال مروة) واسلمه بن سدرة وعامر بن جدرة (ویقال جدالت) ناما مرامر فوضع الصور واما اسلمه فضصل ووصد ل واما عامر فوضع الاعجام وسئکه اهل الحیره ممن اخذ الحظ العربی فقالو ا امن اهل الانبار۔"

ترجمہ: سب سے اول بولان کے تین شخصوں نے کتابت کی ۔ بولان ایک قبیلہ تھا جو انبار[2] میں سکونت پذیر تھا۔ انہوں نے مل کر حروف مقطعہ اور موصولہ وضع کئے ۔ یہ تین شخص مرامر بن مرۃ واسلم بن سدرۃ وعامر بن جدرت تھے۔ مرامر نے شکلیں وضع کیں اور اسلم

[2] یہ بھی مسیحی قبیلہ تھا۔ ملاحظہ حصہ اول (منہ)

نے بعض کو ملالیا اور بعض کو جدا کیا۔ اور عامر نے نقطے لگاے، اہل حیرہ سے سوال کیا گیا کہ یہ تم نے کس سے سیکھا تو کہا اہل انبار سے۔ صفحہ ۴

ابن عبدربہ العقد الفرید میں لکھتا ہے کہ:

"رحکوان ثلاث نضر من طی اجتمعوا ببعقة وهمه مرامر بن مرة واسلمه بن سد رة وعامر بن جدرة فوضعوالخط وقا سوا هجاء العربية على هجاء . الله يريانية فتعلمه قوم من الانبار وجاء السلام وليس الحد كتب بالعربية غير بضعة عشر افساناً .

ترجمہ۔ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ طے کے تین شخص یعنی مرامر بن مرۃ واسلم بن سدرۃ وعامر بن جدرۃ بقعہ میں جمع ہوگئے اور اس خط کو وضع کیا اور عربی حروف تہجی کو سریانی حروف تہجی پر قیاس کیا اور اہل انبار نے اس کو سیکھا۔ جب اسلام آیا تو بجز چند لوگوں کے اور کوئی اس خط کو نہیں جانتا تھا۔(۲: ۲۰۵)۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن بلاذری نے بقعۃ کے عوض میں بقتہ لکھاہے جو صحیح ہے۔ بقتہ انبار کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ نیز بشر کے متعلق قدرے تفصیل کے ساتھ لکھاہے۔ جس کی عبارت یہ ہے کہ:

"وكان بشر بن عبدالمالک احوا کیدر بن عبداملک بن عبد الجن الكندى ثمه السكونى صاحب دومته الجندل ياتى الحيرة فيقيم بها الحين وكان نصرانياً فتعلمه بشرا الخط العربى من اهل الحيرة ثمه اتى مكة فى بعضه ستانه فراء سفين بن امية بن عبد شمس وابو قيس بن مناف بن زهره بن كلاب يكتب فسالا ان يعلهما الخط فعلمها الهجاء ثمه ارهما الخط فكتبا ثمه ان بشراً واسفين وابا قيس اتوا لطائف فى تجارت وصجهم عيلان بن سلمه القفى معلمه الخط منهم وفار قهم بشر ومضى الى ديار مضر فتعلمه الخط منه عمر وبن زوارة بن عدس فسمتى عمرا لكاتب ثمه اتى بشر الشام فتعلمه الخط منه اناس هناک وتعلمه الخط من الثلثة ، مطائيين ايضاً رجل من طانجة كلب فعلمه رجلاً من اہل وادی القرى فاقى الوداى يترد فاقام بها وعلم الخط قوماً من اهلما."

ترجمہ: بشر بن عبد الملک اکیدر بن عبد املک بن عبد الجن کندی ثم سکونی حاکم دومۃ الجندل کا بھائی حیرہ آگیا اور ایک مدت تک وہیں رہا۔ یہ شخص عیسائی تھا۔ بشر نے عربی خط کو اہل حیرہ سے سیکھا۔ پھر کسی وجہ سے مکہ آگیا تب سفین بن امیہ بن عبد الشمس اور ابوقیس بن مناف بن زہرہ بن کلاب نے اس کو لکھتے دیکھا اور اس سے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو۔ چنانچہ اس کے ان دونوں کو حروف تہجی سکھائے اور پھر خط لکھتا۔ پھر بسرو سفین و بواقیس تجارت کی عرض سے طائف آگئے۔ اور غیلان بن سلمہ انکی صحبت میں رہا۔ اوران سے یہ خط سیکھا۔ تب بشر ان سے جدا ہو کر مصر کے اطراف میں گیا۔ اور عمر بن زارۃ بن عدس نے اس سے یہ خط سیکھا اور عمر والکاتب کہدیا۔ پھر بشر شام آگیا۔ یہاں پر بھی بہت سے لوگوں نے اس سے یہ خط سیکھا۔ اسی طرح کلب کے ایک شخص نے طے کے تینوں شخصوں سے سیکھا۔ اور اس نے وادی القریٰ کے ایک شخص کو سکھایا جس نے اپنی قوم کو سکھادیا۔" (صفحہ ۴۷۱)۔

شرح العقیلہ اور اشتقاق ابن درید اور اسی کے امالی میں آیا ہے کہ " بشر بن عبد الکندی نے سب سے اول خط عربی کو جو جزم کہلاتا ہے۔ انبار میں مرامر اور اسلم سے سیکھا جو طائی تھے اور پھر بشر مکہ میں آگیا اور حرب بن امیہ کی لڑکی سے شادی کی جس کا نام صہباء تھا اور صفیان بن حرب کو یہ خط سکھایا اور حضرت معاویہ نے اپنے چچا سفیان سے سیکھا اور اس طرح مکہ میں قریش کے بہت سے لوگوں نے یہ خط سیکھا۔"

ایک کندی شاعر باشندہ دومتہ الجندل قریش کو خطاب کرکے بشر کے اس بہت سے بڑے احسان کو یاد دلاتا ہوا کہتا ہے کہ

لا تجعد وانعماء بشر عليكمه

فقد كان ميمون التقبة ازهرا

اتا كمه بخط الجزم حتى حفظتم

من المال ماقد كان شتى مبثرا

وا تقنتم ما كان بالمال مهملاً

وطا منتم مان كان منه منفرا

فاجرتيم الاقلام عوداً وبداهً

وضا اهيتم كتاب كسرى وقيصرا

واغيتم من مسند القوم حمير

وماد برت فى الكتب اقبال حميرا

یعنی اے" قریش کی اولاد بشر نے جو تجھ پر احسان کیا ہے۔ اس سے انکار مت کرو۔ وہ تو مبارک طبعیت والا شخص تمہارے پاس خط جزم لے کر آیا۔ جس کی وجہ سے تم اس قابل ہوگئے کہ اپنے پراگندہ مال کی حفاظت کرو۔

تم نے اپنے مال کے کم اور زیادہ کو مستحکم کیا۔ تم نے قلم رانی سیکھ کر کسری اور قیصر کے کاتبوں کی برابری کی۔ اسی طرح تم حمیر کے خط مسند اور ان کے شاہانہ خط وکتابت سے مستغنی ہوگئے۔"

مصنف آغانی لکھتے ہیں کہ مرقس اکبر اور اس کے بھائی حرملہ کو ان کے بھائی نے حیرہ کے ایک عیسائی کے پاس بھیجا تا کہ اس سے خط کتاب کی تعلیم حاصل کریں۔"(۵: ۱۹۱)۔

سب سے بڑی دلیل اس امر پر کہ عربی رسم الخط کے موجد مسیحی ہیں یہ ہے کہ وعربی دو کتبے جو اس وقت تک دریافت ہوئے ہیں دونوں خالص مسیحی کتبے ہیں۔ ان میں سے ایک تو وہی خط ہے جس کا مفصل بیان ہم حصہ اول کے سوریہ کے شمال میں مسیحیت" کے عنوان کے تحت میں کرچکے ہیں۔ یہ سب سے پہلا کتبہ ہے جو عربی رسم الخط ہی ہجری سے ۱۱ سال پیشتر لکھا گیا تھا۔ اور خالص مسیحی کتبہ ہے۔ اور دوسرا کتبہ وہ ہے جو حران میں دریافت ہوا ہے۔ اور یونانی وعربی رسم الخط میں ہے۔ اس کی تاریخ ۵۶۸ء ہے۔ یعنی ہجرت سے ۵۴ سال پیشتر کا ہے۔ یہ کتبہ حضرت یوحنا (یحیٰ) کی مشہد پر لکھا ہوا تھا۔ جس کی عربی عبارت از قرار ذیل ہے۔

"انا سٹرجیل[1] بر(بن) طلمود(ظالم) بنیت ذالمرطول (مشھد) ۴۶۳ء ---۔ غرضکہ انہی اثری دریافتوں اور تاریخی واقعوں نے متشرقین یورپ کو بھی مجبور کردیا وہ عربی رسم الخط کو مسیحیوں کا ایجاد سمجھیں۔ چنانچہ سب سے اول جس نے اس مبحث پر قلم اٹھایا ہے وہ مشہور متشرق دی ساسی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ عربوں نے عراق کے مسیحیوں اور مابین النہرین کے مسیحیوں سے فن کتابت سیکھا۔"

(مجلہ اسیو یہ جلد دھم صفحہ ۲۱۰، صفحہ ۲۱۱)۔

مسٹر فلپ پرگر جو ایک مشہور متشرق ہے اپنی مشہور کتاب اصول الکتابتہ میں لکھتا ہے کہ عربی خط آنحضرت سے قبل موجود تھا اور یہ خالص مسیحی خط تھا جس کو اسلامی بنایا گیا۔

---

[1] یعنی" میں سٹرجیل بن طلمونے اس مشہد کو ۴۶۳ء میں بنوایا" (منہ)

Hiecire de Ecriture i A uiuquite 2 de et 287

اسی طرح علامہ ولہوزن لکھتے ہیں کہ " عربی رسم الخط والاً عیسایئوں میں جاری ہو۔ خصوصاً حیرہ اور انبار کے فرقہ عبابیین میں۔

J Wellhauisen Renv Arab Heidentums p. 232

اسی طرح جرمن کے مشہور فاضل روتستین[1] اور پروفیسر گولڈزیر بھی اس کے قائل ہیں کہ عربی رسم الخط کے موجد مسیحی تھے۔

المختصر عربی خط کے ایجاد کا سہرا مسیحیوں کے سر پر ہے۔ اور ان کے اس احسان اور عظیم الشان ایجاد پر جس قدر بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

ان تواریخی اور اثری شواہد و اکتشافات کے علاوہ اگر آپ زمانہ جاہلیت کے اشعار کا استقصار کریں تو آپ یہ دیکھ کر متعجب ہونگے کہ کتابت کے تمام متناسبات وادوات کا ذکر بیشتر بلکہ تمام تر ان شعراء کے اشعار میں آیا ہے۔ جو مسیحی تھے یا مسیحیوں کے زیر اثر اور مقلد تھے اور جن کا زمانہ آنحضرت کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ان اشعار کو لکھیں گے۔ جن میں کتابت اور ان کے متعلقات کا بیان ہے۔

قلم

معاویتہ الجعفری کہتاہے :

فان [2] لها منازل خاديات
على نملى وقفت بها الركابا
من الاجزاع اسفل من نيل

[1] G .Rothstein Die Dynastie d Labmden in at Hira p.26

[2] جب میں نمل پہنچ کر اپنی سواری کھڑی کردی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری محبوبہ کی منزلیں جو نمل اور اس کے انتہائی نکڑوں میں واقع ہیں۔ بالکل ویران پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے کھنڈر ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا کسی نے قلم کے ساتھ دوبارہ کتاب کی کتابت سدھاری ہے۔

كما رجعت بالقلمه لكتاب
(معجم البکری صفحہ ۵۸۶)

کعب بن زبیر کہتاہے :

اتعرف [3] وسماً بين زهمان فالرقم
الى ذى هراهيط كما خطه بالقلمه
(البکری صفحہ ۱۴۴)

لبید کہتاہے :

وجلا [4] السيول عن انطلال كانها
زبر تجد متونها اقلا مها (معلقہ لبید)

اس زمانہ میں چونکہ کاغذ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ اس لئے کھالوں اور درختوں کی چھالوں لمبی چوڑی ہڈیوں اور سیسے کے تختوں پر لکھا کرتے تھے۔ ان میں سے بعض کا ذکر اشعارِ ذیل میں موجود ہے۔

اویم (کھال)

سرقش کہتاہے کہ :

الدار قضر والرسوم كما رقش فى ظهر الاديم قلمه

[3] اور کیا تو ان علامتوں کو پہچانتا ہے جو زہمان اور الرقم سے لے کر ذی مراہیط تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور جو یوں معلوم ہوتی ہیں کہ کسی نے دوبارہ قلم سے لکھا ہے۔

[4] سلابوں نے میری محبوبہ کے مکان کے کھنڈروں کو اسی طرح ظاہر کردیا ہے جس طرح قلم کتاب کے متن کو پھر دوبارہ لکھ کر روشن کرتا ہے۔

ترجمہ: گھر خالی پڑا ہوا ہے اور اس کے نشان ایسے ہیں۔ گویا کسی نے کھال پر قلم سے نقش کیا ہے۔

ورق

کاغذ کے ایجاد سے قبل اہل عرب ان باریک کھالوں کو جن پر لکھا کرتے تھے ورق کہتے تھے۔ کیونکہ ان میں اور درخت کے پتوں میں ہمواری کے لحاظ سے مشابہت ہے۔

ابی زیاد کلابی کہتا ہے:

اشا قتکه الدیار بهضب حرض

کحظ . معلمه ورقاً بنقس (یاقوت ۴: ۵، ۹)

ترجمہ: کیا حرس کے ٹیلہ پر جو گھر ہیں تم کو مشتاق کر دیا ہے جو ایسے ہیں گویا کسی استاد نے ورق پر سیاہی سے لکھا ہے۔

رق (کھال)

خالد بن ولید المخرومی کہتا ہے کہ

هل تعرف الدار افحت آیها عجبا

کالر ق اجری علیها احاذق قلما (الاغانی ۳: ۱۱۲)

ترجمہ: کیا تو اس گھر کو پہچانتا ہے۔ جس کی نشانیاں ایسی ہو گئی ہیں۔ کہ گویا کسی عقلمند نے رق پر قلم چلایا ہے۔

مہرق

صغانی کہتا ہے کہ " المهرق ثوب حریر بیض لسیقی الصمع ویصقل ثم یکتب فیه والکلمه قدیمة یعنی " مہرق ایک ریشمی سفید کپڑا ہے۔ جس کو گوند میں تر کر کے صیقل کرتے تھے اور پھر اس پر لکھتے تھے اور یہ ایک قدیم لفظ ہے۔

حارث بن حلزہ اپنے معلقہ میں کہتا ہے:

وذاکر احلف ذی المحازوما

قدم فیه العهود والکفلاء

حذر الجود والتعدی وهل

نیقض مافی المهارق الاهواء

ترجمہ: ذی المحاذ کے عہد و پیماں کو یاد کرو کہ ظلم اور جور سے ڈرو۔ کیا کتابوں کے لکھے ہوئے کو خواہشات مٹا سکتی ہیں۔

عیب
(کھجور کے درخت کی چھال)

امراء القیس کہتا ہے کہ

لمن طلل الصیرته فشجانی

کحظ زبور فی عیلب بمانی

ترجمہ: یہ کھنڈر کس کے ہیں۔ جن کو دیکھ کر مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور جو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ یمنی جریدہ نخل پر کتابت کی ہوئی ہے۔

الرقیم
(سیسہ کی تختی)

امیہ بن ابی صلت اس لوح کے متعلق کہتا ہے جو اصحاب کہف کے غار کے دروازے پر چسپاں تھا کہ:

ولیس بها الا الرقیم مجاوراً

وصید همه والقوم فی الکهف هجد

ترجمہ: وہاں پر بجز سیسہ کے تختہ کے جو اس کے دروازہ پر تھا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اور وہ لوگ جو خود غار کے اندر سوئے ہوئے تھے۔

کتاب

زہیر اپنے معلقہ میں کہتا ہے کہ:

یوخر فیو ضع فی کتاب فیدخر

یوم الحساب اویحعل فینقم

ترجمہ: خدا اگر سزا میں تاخیر کرتا ہے تو ان کو کتاب میں قیامت کے لئے لکھ چھوڑتا ہے۔ ورنہ جلدی اسی دنیا میں سزا دیتا ہے۔

عدی بن زید انجیل جلیل کے متعلق کہتا ہے کہ

ناشد تنا بکتاب الله حرتمنا

ولم تکن بکتاب الله ترقفع

ترجمہ: تونے خدا کی کتاب کی وجہ سے ہماری بے عزتی کی ہے۔ حالانکہ خدا کی کتاب کی وجہ سے ہماری بے عزتی نہیں ہوتی۔

قط

(وہ کتاب جس پر لکھتے تھے)

امیہ اپنی قوم بنی آیاد کے متعلق کہتا ہے کہ:

قوم لهم ساحة العراق اذا

سارو اجمیعا والقط والقلم

ترجمہ: یہ قوم ہے جن کے لئے عراق کا میدان مخصوص ہے۔ جب یہ لوگ وہاں سے چل دیتے ہیں تو کتاب اور قلم ان کے ساتھ روانہ ہوجاتے ہیں۔

صحیفہ

لقیط الایادی کہتا ہے کہ

سلام فی الصحیفة من لقیط

الی من بالجزیره من ایاد (تاریخ ابن اثیر ۱ : ۱۵۷)

ترجمہ: جزیرہ کے رہنے والے آیاد کو لقیط کی طرف سے بذریعہ اس صحیفہ کے سلام پہنچے۔

مصحف

امراء القیس کہتا ہے کہ:

قفا نبکی من ذکری حبیبٍ وعرفان

ورسم عفت آیاته منذازمان

اتت ججج بعدی علیها فاصبحت

کحظ زبورٍ فی مصاحف رهبان

ترجمہ: کھڑے ہوتا کہ اپنے دوست واحباب کو یاد کرکے روئیں۔ اور ان گھروں کو جن کو مرور زمانہ ہٹا رہا ہے۔ میرے بعد بہت سالوں کے گذر جانے کی وجہ سے یہ علامتیں ایسی ہوگئی ہیں کہ گویا رہبان کی کتاب کے خطوط ہیں۔

مجلہ

مجلہ کے متعلق ابن درید لکھتا ہے کہ المجلة الصحیفة یکتب فیها شئی من الحکمة " یعنی مجلہ اس صحیفہ کو کہتے ہیں جس میں حکمت کی باتیں لکھی جائیں۔" (الاشتقاق صفحہ ۱۹۲)۔

نابغہ ذیبانی بائبل مقدس کے متعلق کہتا ہے کہ:

مجلتهم ذات الاله ودينهم

قوم فما يرجون غير العواقب

اسکا ترجمہ حصہ اول میں دیکھو:

قمطر

(جس میں کتاب رکھی جاتی ہے لفافہ)

ليس بعلمه مايعى قمطر   ماالعمله الا مادعاه الصدر

(التاج ۳: ۲۰۶)

ترجمہ: علم وہ نہیں جو غلافوں (لفافوں) میں ہے۔ بلکہ علم وہ ہے جو سینوں میں ہے۔

سطر

شماخ کہتا ہے کہ

كما خط عبرانية بيمينه

بتيماء حبر ثم عرض اسطراً   (اللسان ۵: ۲۲۹)

ترجمہ: تیماء میں اس کے دہنے ہاتھ میں گویا عبرانی خط کھینچا گیا ہے۔ جس پر سیاہی سے خطوط لگائے گئے ہیں۔

عنوان

ابوداؤد الايادى کہتا ہے کہ

لمن طلل كمعنوان الكتاب

(التاج ۹: ۲۷۶)

ترجمہ: یہ کھنڈر کس کے ہیں جو کتاب کے سرنامہ کی طرح ہیں۔

تنميق

(عنوان کو آراستہ کرنا)

علقمہ بن عبدہ کہتا ہے کہ:

وذكرينها بعد ماقد نسيتها

ديار علاها وابل متبحق

باكنات شمافٍ كان رسومها

قضيم صناعٍ فى اديم ممق

ترجمہ: پھر محبوبہ کو مجھے ان مکانوں نے جو شام کی اطراف میں تھے یاد دلایا جن پر کثرت کے ساتھ بارش برسی تھی۔ اس کے آثار ایسے معلوم ہوتے تھے۔ جس طرح کا تب نے سفید چمڑے پر نقش و نگار کیا ہو۔

روبتہ انجیل جلیل کے متعلق کہتا ہے کہ

انجيل احبارٍ وحى منهنه

ماخط فيه بالمداد قلمه

ترجمہ: انجیل خدا کی وحی سے آراستہ کی گئی ہے۔ سیاہی کے قلم سے اس میں خطوط نہیں کھینچے گئے ہیں۔

مداد (سیاہی)

المتلمس اس خط کے متعلق کہتا ہے جس کو عمرو بن ہند نے بحرین نے گورنر کے نام لکھ کر دیا تھا کہ جب متلمس پہنچے تو اس کو قتل کرو:

والقيته بالثنى من بطن كافر

كذالكه افنى كل قط مضلل

رضيت بها لمارای مدادها

یجول بھا التیار فی کل جدول

(یاقوت ۴: ۲۲۸)

ترجمہ: جب میں نے اس کو سیاہی دیکھی جو جدولوں میں موج مار رہی تھی تو اس کے تلف کرنے پر خوش ہوا۔ کیونکہ گمراہ کن خط کے ساتھ ایسا ہی سلوک مناسب ہے۔

دواۃ

سلامہ بن جندل کہتا ہے کہ:

لمن طلل مثل الکتاب المنمق

خلا عھدہ بین الصلیب فمطرق

اکب علیہ کاتب بدواتہ

وحادثہ فی العین حدۃ محرق

ترجمہ: وہ کھنڈر کس کے ہیں جو بمقام صلیب اور مطرق کے مدت سے پڑے ہوئے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کاتب اپنی دوات لے کر اس پر اوندھا پڑا ہوا ہے اور چمک کی وجہ سے آنکھوں میں سما رہے ہیں۔

فیض دوم

الٰہیات

مقام گذشتہ میں ہم نے یہ ثابت کیا کہ عربی کتابت کے ایجاد کا فخر مسیحیوں کو حاصل ہے۔ اس مقالہ میں ہم یہ ثابت کرینگے کہ خدا اور اس کی صفات، فرشتے، جنت، دوزخ اور اس قسم کے دیگر امور کا علم صرف مسیحیوں کے طفیل سے عربوں کو حاصل ہوا۔ اگرچہ یہودیوں سے بھی عربوں کو بہت کچھ فیض پہنچا۔ جس سے انکار نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ فیض صرف انہی علاقوں تک محدود تھا۔ جہاں جہاں یہودی مسکن گزیں ہوئے تھے۔ برخلاف اس کے مسیحیوں کا فیضان کسی خاص علاقہ تک محدود نہ تھا۔ بلکہ عربستان کے تمام حصص پر شامل تھا۔ کیونکہ مسیحی جیسا کہ ہم حصہ اول میں ثابت کرچکے ہیں۔ عربستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے۔

اگر آپ اس مقدمہ کا حصہ اول کے ابتدائی کو پھر ایک بار پڑھیں۔ تو آپ دیکھینگے کہ مسیحیت سے عربستان کے تمام فرقے اور قبیلے اصنام پرستی۔ کفر اور شرک، ضلالت اور بے دینی میں اس قدر مبتلا تھے کہ ان کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ کوئی حقیقی خدا بھی ہے جو مستجمع جمیع صفات کمال ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر عرب جیسے بت پرست اور مشرک لوگ کو حقیقی خدا کا اور اس کی صفات اور اس کے دیگر متعلقات کا علم کہاں سے حاصل ہوا ہے؟ ہمارا جواب یہ ہے کہ اہل کتاب اور بالخصوص مسیحیوں کے طفیل حاصل ہوا۔ کیونکہ ان سے قبل اور کوئی خدا پرست فرقہ تو عربستان میں موجود نہ تھا۔

المختصر آپ شعراء جاہلیت کے اشعار کا تتبع کریں اور مسیحیوں کے اشعار کو پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ الٰہیات کے تمام شعبے کثرت کے ساتھ ان کے کلام میں موجود ہیں۔ اور آنحضرت سے مدتوں پہلے اہل عرب ان سے واقف ہوچکے تھے۔ چنانچہ ہم ذیل میں مسیحی شعراء کا کلام ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

اللہ

لفظ اللہ کی اصل میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل الاہے۔ شروع میں سے حمزہ حذف کردیا گیا اور اس کی جگہ الف لام (ال) بڑھادیا گیا تو اللہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل اَلَ ہے جس کے معنی تحیر کے ہیں۔ کیونکہ جب انسان خدا کی ذات میں غور وفکر کرتا ہے۔ تو حیرت میں آجاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل اِلاہے۔ واؤ حمزہ کے ساتھ بدل گیا۔ لالہٰ ہوا۔ جس کے معنی والہ شیدا ہونے کے ہیں۔ چونکہ تمام مخلوقات خدا کی والہ وشیدا ہیں۔ اس لئے اس نام سے نامزد ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی اصل لاہ یلوہ سے ہے

جس کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ چونکہ خدا سب کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اس لئے اس کا نام اللہ ہوا۔ اور اس کی جمع الہٰ آتی ہے۔

لفظ الہ کا استعمال معبود حقیقی (خدا) ومعبود غیر حقیقی (بت وغیرہ دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن معبود حقیقی کے لئے الف لام کے ساتھ (اللہ) آتا ہے۔ اور غیر حقیقی کے لئے الف۔ لام کے بغیر آتا ہے۔ یعنی الہ (تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۱۸ تفسیر بیضاوی جلد اول صفحہ ۱۵ مفردات۔ راغب اصفہانی)۔

علمائے اسلام کو لفظ اللہ کے مادہ کے ڈھونڈنے میں اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ اگر وہ اس کے مادہ کو عبرانی زبان بالتخصیص کتب مقدسہ (بائبل) میں تلاش کرتے۔ کیونکہ یہ لفظ درحقیقت عربی لفظ نہیں ہے۔ بلکہ عبرانی لفظ ہے۔ اور کتب مقدسہ میں نہایت کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ لفظ الہٰ کا مادہ عبرانی میں الہ ہے۔ جس کے معنی عَبَدَ (عبادت) کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ بحیثیت مادہ کتب مقدسہ میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ البتہ الوہ جو لفظ اللہ کی اصل ہے۔ اس سے مشتق ہوا ہے۔ اور کتب مقدسہ میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے اور معبود حقیقی ومعبود غیر حقیقی دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

الوہ یا اللہ بمعنائے معبود حقیقی نحمیاہ ۹: ۱۷، زبور ۵۰: ۲۲ و، دانیال ۱۱: ۲۲ الوہ یا اللہ بمعنائے معبود وباطل دانیال ۱۱: ۳۷، ۳۸ وتواریخ ۳۲: ۱۵ اور حقبوق ۱: ۱۱، ایوب ۱۲: ۶ اور اس کی جمع الوہیم اور الہیںٰ دونوں طرح آتی ہے۔ (پیدائش ۱: ۱ ودانیال ۱: ۳، ۵، ۱۱: ۲۳)۔

مسیحی شعراء کے کلام میں یہ لفظ اپنی دونوں (اللہ والہ) ہیئت کے ساتھ زید بن عمر وکہتا ہے کہ:

الی اللہ اھدیٰ مدحتی وثنائیا
وقولا رضینا لاینی الدھر باقیا
الی الملک الاعلی الذی لیس فوقه
اله ولا رب یکون مدانیا
رضیت بک اللھم رباً ولن اری
ادین الھاً غیرک اللہ ثانیا

ترجمہ: میں خدا کے حضور مدح وثنا کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اور یہ کہ زمانہ باقی رہنے والا نہیں۔ میں اس مالک کے حضور مدح وثنا کا تحفہ پیش کرتا ہوں جس پر کوئی فرمانروا نہیں اور نہ کوئی اورر ب اس سے زیادہ قریب ہے۔"

اے رب میں تیری ربوبیت پر خوش ہوں اور تیرے سوائے کسی اور خدا کی پرستش کرنے کو مناسب نہیں سمجھتا۔ (ابن ہشام صفحہ ۱۵۹)

اعشیٰ کہتا ہے کہ:

وذا النصب المنصوب لا تسکننه
ولا تعبد الاوثان واللہ ناعبدا

ترجمہ: گڑے ہوئے بتوں کی عبادت مت کرو۔ صرف خدا کی عبادت کرو۔"

بنی آیاد کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

نحن ایاد عبید الاله   ذرهط مناجیه فی السلمه

ترجمہ: ہم بنی آیاد ہیں۔ خدا کے بندے اور اس کے کلیم کی قوم ہیں۔"

(کتاب البیان للجاخط ۱: ۱۹)۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ

اله العالمین وکل ارض   ورب الراسیات من الجبال

ترجمہ: خدا تمام مخلوقات زمین اور پہاڑوں کا رب ہے۔"

بن اوس سن حجر کہتا ہے کہ:

اطعنا ربنا وعصاه قوم فذ قنا اطعم طاعتنا وذقوا

ترجمہ: " ہم خدا کی اطاعت اور دوسروں نے سرکشی کی ۔ ہم نے طاعت کا مزا پایا اور دوسروں نے سرکشی کا مزا پایا۔"

اسماء الحسنی

مسلمانوں کے علماء اسماء الحسنی سے وہ صفات مراد لیتے ہیں جو خدا کے مخصوص ترین کمالات واوصاف کو ظاہر کرتی ہیں۔ اس قسم کے اسماء کی تعداد جن کوانہوں نے قرآن شریف کی بعض آیتوں سے استخراج کیا ہے ننانوے (۹۹) ہے۔

میں نے اپنی تصنیف " ہمارا قرآن " میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔ اور بائبل مقدس کی آیتوں کو لفظ بہ لفظ قرآن شریف کی آیتوں کے بالمقابل کرکے بتلایا ہے۔ کہ یہ تمام صفات لفظ بہ لفظ بائبل مقدس سے مستعار ہیں۔ یہاں پر یہ دکھانا مقصود ہے کہ عربستان میں جب بت پرستی کے مقابل مسیحیت کو فتح وعروج حاصل ہوا تو مسیحیوں کے طفیل سے آنحضرت سے مدتوں پہلے عربوں کو خدا کی صحیح صفات کا علم حاصل ہوچکا تھا۔ انہیں صفات کو جن کو مسیحیوں نے عربستان کے طول وعرض میں پہنچایا تھا۔ قرآن شریف نے لفظ بہ لفظ اختیار کیا اور اپنا بنایا۔ ذیل میں ہم مسیحی شعراء کے ان اشعار کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ۔ جن میں خدا کی صفات بیان ہوئی۔

امیہ بن ابی صلت جن کو بائبل مقدس کے حقائق ومعارف بیان کرتے ہیں ایک خداداد ملکہ حاصل ہے کہتا ہے کہ:

لک الحمد والنعماء والملکہ ربنا

فلاشی اعلیٰ منکہ مجداً وامجد

ملیک علی عرش السماء مھیمن

لعزتہ تعوالوجرہ وتسجد

علیہ حجاب النور والنور حولہ

وانھار نورٍ حولہ تتو قد

فلا بشر یسموعلیہ بطر فیہ

ودون حجاب النور خلق موید

ترجمہ: اے ہمارے رب حمدو نعمتوں اور ملک کاصرف توہی سزاوار ہے۔ کوئی چیز تجھ پر بزرگی وعظمت میں فوقیت نہیں رکھتی ہے ۔ توآسمانی عرش کا مالک ہے اور محافظ ۔ تیری عزت کے آگے تمام چہرے عاجز اور جھکے ہوئے ہیں۔ تو نور کے حجاب میں نور ہے۔ جس کی چاروں طرف نورہی نور کے دریا بہ رہے ہیں۔ کوئی انسان تیری طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اور پردہ نور کی ماوری تائید یافتہ خلق بستی ہے۔ (فرشتے)

پھر کہتا ہے کہ

فسجان من لایعرف الخلق قدرہ

ومن ھوفوق العرش فرد موحد

ومن لمہ تنازعہ الخلائق ملکہ

وان لمہ تفردہ العبا قمفرد

ملیک السماوات الشد ادوارضھا

ولیس لشئی عن قضاہ تاود

ترجمہ: وہ خدا پاک ہے جس کی قدرت کو کوئی پہچان سکتا ہے۔ وہی خدا ہے جو عرش پر فرد اورواحد ہے وہی خدا ہے جو بلاشرکت غیر مخلوقات کا مالک ہے۔ اگرچہ بعض بندے اس کو فرد نہیں مانتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یکتا (فرد) ہے۔

وہی زمین وآسمان کا مالک ہے اور کوئی چیز اس کی قضا سے سرکشی نہیں کرسکتی ہے۔"

ورقہ بن نوفل کہتاہے کہ

سبحان ذی العرش سبحاناً یعادلہ

رب البریۃ فرد واحد صمد

مسخہ کل ماتحت السماء لہ

لا ینبخی ان ینادی ملکہ احد

لاشئی ممانری تبقی بشاشتہ

یبقی الالہ ویودی المال والولد

ترجمہ: اے خدا جو صاحبِ عرش اور بے مثل ہے۔ پاک ہے۔ وہ مخلوقات کا رب ہے ریکتاہے۔ واحد ہے۔ اور صمد ہے۔ آسمان کے نیچے کے سب کچھ اس کے ماتحت ہے اور کسی کو یہ جرات نہیں کہ اس کے ملک کا دعوے دار بن جائے۔ بجز خدا کے نہ مال نہ بیٹا اور نہ کوئی چیز باقی رہ سکتی ہے۔" (اغانی ۳: ۱۴)۔

زید بن عمرو کہتاہے کہ:

فکل معمرلا بدیوماً

وذی الدنیا بصیرالی الزوال

ویفنی بعد جدتہ ویبلی سوی الباقی المقدس ذی الجلال

ترجمہ: "ایک نہ ایک دن دنیا کے عمر یافتے اور ہر ایک چیز پوشیدہ ہوجائینگے اور مٹ جائینگے۔ بجز خدائے باقی مقدس اور ذوالجلال کے۔"

پھر کہتاہے کہ:

ان الالہ عزیز واسع حکما

بکفہ الضروالبا ساء والنعم

ترجمہ: "خدا عزیز ہے ۔ واسع ہے حکم ہے وہی منعم ہے اور وہی مذل ہے۔" (اتقان صفحہ ۱۵۴)۔

امیہ بن صلت کہتاہے کہ:

ھو اللہ باری الخلق والخلق کلھم

اماء لہ طوعاً جمعیاً واعبد

وانی یکون الخلق کا لخالق الذی

یدوم ویبقی والخیقۃ تنفد

ترجمہ: وہی خدا ہے جس نے کل مخلوقات کو خلق کیا اور سب کے سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ میں اس کی پرستش کرتا ہوں ۔ مخلوقات کو خالق سے کیا نسبت ہے وہ سب فنا ہوں گی اور خدا ہمیشہ باقی رہیگا۔"

پھر کہتاہے کہ:

ونفنی ولا یبقی سوی الواحد الذی

یمیت ویحیی دائباً لیس یھمد

ترجمہ: ہم سب فنا ہونے والے ہیں بجز خدا کے جو محی اور ممیت اور ہمیشہ رہنے والاہے۔ کوئی اور چیز باقی نہ رہیگی۔"

قس بن ساعد کہتاہے کہ:

الحمد اللہ الذی لمہ یخلق الخلق عبث

ترجمہ: اس خدا کی تعریف ہو جس نے مخلوقات کو بےفائدہ خلق نہیں کیا۔"

عدی بن زید کہتاہے کہ:

لیس شئی علی المنون بباق

غیر وجہ المسج الخلاق

ترجمہ: خدا کی ذات کے سوائے جو مسیح وخلاق ہے اور کوئی چیز باقی نہیں رہ سکتی۔"

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

اذا قیل من رب ھذی المساء

فلیس سواہ لہ یضطرب

ولو قیل رب ہوی ربنا

لقال العباد جمیعاً کذب

ترجمہ: جب کہا جائے کہ اس آسمان کا رب کون ہے تو بجز خدا کے اور کسی طرف نظر نہیں اٹھتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہمارے رب کے سوائے کوئی اور رب ہے تو سب لوگ یہ کہینگے کہ یہ جھوٹ ہے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

مجدد واللہ وھو للجداہل

ربنا فی السماء امسی کبیرا

ذالک المنشی الحجارۃ المو

تی واحیا ھمہ وکان قدیرا

ترجمہ: خدا کی تمجید کرو۔ کیونکہ وہ اس کا اہل ہے۔ ہمارا خدا وہ ہے جو آسمان پر بزرگ (کبیر) ہے خدا ہی پتھروں اور موت کا خالق ہے اور ان کو وہ زندگی بخشتا ہے کیونکہ وہ قدیر ہے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

ان الا نام رعایا اللہ کلھم

ان السلیطط فوق الارض مقتدر

ترجمہ: تمام مخلوق خدا کی رعیت ہے۔ وہ زمین پر مسلط ہے اور مقتدر ہے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

ثم یجلو النھار رب کریم

بمھاۃٍ شعا عھا منشور

ترجمہ: خدائے کریم نے دن کو آفتاب کی روشنی سے روشن کردیا۔"

زہیر بن ابی سلمیٰ اپنے معلقہ میں کہتا ہے کہ:

فلا تکمتن اللہ ممافی صدورکم

یخفی ومھما یکتم اللہ یعلمہ

یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر

لیوم الحساب والیعجل فینقمہ

ترجمہ:" جو تمہارے دلوں میں ہے۔ ان کو خدا سے مت چھپاؤ۔ کیونکہ جو کچھ تم چھپاؤ گے خدا ان سب کو جانتا ہے۔ اگر عذاب دینے میں تاخیر کرے۔ تو اس کو کتاب میں جمع کرے گا۔ قیامت کے لئے اور اگر جلدی کرے تو یہیں تمہیں سزا دے گا۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

لک الحمد والمن رب العبا

دانت الملیکہ دانت الحکمہ

ترجمہ: اے رب العباد تعریف اور احسان تیرے لئے مخصوص ہے تو ملیک ہے اور حکم ہے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

واشھد ان اللہ شئی بعدہ

علیاً وامسی ذکرہ متعالیا

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوائے اور کوئی بلند (علی) نہیں اور اسی کا ذکر بلند (متعال) ہے۔

اعشی کہتا ہے کہ:

فلئن ربک من رحمتہ

کشف الفیقة عنا وفسح

ترجمہ: اگر تیرا خدا اپنی رحمت سے ہماری تنگی دور کرے اور وسعت دے۔"

مثقب العبدی کہتا ہے کہ:

لحی الرحمان اقواماً اضا عو

علی الوعواع افراسی وعیسی

ترجمہ: خدا جو رحمان ہے ان اقوام کو ہلاک کرے۔ جنہوں نے میرے گھوڑے اور اونٹوں کو ضائع کردیا ہے۔"

سلامہ بن جندل کہتا ہے کہ:

عجلتمہ علینا حجتین علیکمہ

وما یشا الرحمان یعقد ویطلق

ھو الجابر العظم الکسیر ماشا

من الامر یجمع بینہ ویفرق

ترجمہ: تم نے ناحق ہم پر جلدی کی مہربان خدا جس کو امر چاہتا ہے۔ بند کرتا ہے اور کھول دیتا ہے۔ وہ توفی ہڈیوں کو جوڑ دیتا ہے۔ اور جس امر کو جمع کرنا چاہتا ہے جمع کرتا ہے اور جس کو جدا کرنا چاہتا ہے جدا کرتا ہے۔

زید بن عمرو کہتا ہے کہ:

ارباً واحداً ام الف ربٍ

ادین اذا تقسمت الامور

ولکن اعبدالرحمان ربی

لیغفرذنبی الرب الغفور

ترجمہ: کیا میں ایک خدا کی پرستش کروں یا ہزاروں کی۔ جبکہ امور بٹ چکے ہیں۔ میں تو اپنے رب رحمان کی پرستش کرونگا تاکہ میرے گناہ کو بخش دے۔ کیونکہ وہ غفور ہے۔

ورقہ ابن نوفل کہتا ہے کہ:

ادین لرب یستجیب ولا اری

ادین لمن لا یسمع الدھر داعیا

اقول اذا صلیت فی کل بیعة

تبارکت قد اکثرت باسمک داعیا

ترجمہ: میں اس خدا کی پرستش کرونگا۔ جو دعاؤں کا جواب دیتا ہے میں اس خدا کی ہرگز پرستش نہ کرونگا جو کبھی نہیں سن سکتا ہے۔

جب میں گرجوں میں عبادت کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ الہیٰ تو مبارک ہے تیرے نام پر کثرت کے ساتھ لوگ دعامانگتے ہیں۔

خدا کے یہ اسماء نہ صرف شعراء نصاریٰ کے کلام میں پائے جاتے ہیں بلکہ مسیحیوں کے یادگاری کتبوں میں بھی ملتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس مقدمہ کے حصہ اول میں ابرھہ کے ایک کتبہ کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں لفظ رحمان رحیم مکرر آیا ہے جس کی متعلقہ عبادت یہ ہے کہ:

"رحمان الرحیم اور اس کے مسیح اور روح القدس کی مہربانی سے۔" پھر اسی کتبہ میں ہے کہ رحمان [1] کی عنایت ہے۔

انہی وجوہات سے مجبور ہو کر مولوی سلیمان صاحب ندوی کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ "رحمان کا نام یہود و نصاریٰ کے ساتھ مخصوص تھا۔" چنانچہ آپ مسیحیت کے عروج کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ "ستارہ پرستی نے تو شکست کھائی۔ گوستاروں کے ہیکل اب بھی ویران نہ تھے۔

---

[1]

تاہم اب " شمس " المقہ" اور "عشتار" کے پہلو بہ پہلو رحمان کا نام بھی آنے لگا جو قبل اسلام یہودو نصاری کے ساتھ مخصوص تھا۔" (ارض القرآن حصہ اول صفحہ ۲۹۹)

المختصر اسماء الحسنیٰ کے متعلق جتنے مسیحانہ اشعار ہم نے سطور بالامیں نقل کئے ہیں۔ ان میں خدا کے بہت سے نام مذکور ہیں۔ مثلاً الله ، الرب ، الواحد ، الاحد، الفرد، الصمد، الاول، الآخر، الباقی ، العزیز ، العظیم . الکبیر ، العلی. المتعال . الماجد، المجید، الاول ، القادر ، القوی، القہار، المقتدر ، الملک، مالک ، ملک ، رب ، العرش، ذ ی، الجلال، القدوس، السبحان، الحق، العلیم ، لحکیم، الغنی، الخالق ، النور، العادل ، المحی، المحیط ، المعز ، المذل، المہین، المحمود، الواسع، المنعم، السلطان، الکریم،الرحمان ، الرحیم ، الجابر، السمیح، الرزاق وغیر ذالک .

اب سوال یہ ہے کہ مسیحیوں کو ان صفات الہیٰ کا علم کہاں سے ہوا؟ صحف مطہرہ، یعنی بائبل مقدس سے جس پرہم نے "ہمارا قرآن" میں مفصل بحث کی ہے اور خدا کے ان ننانوے اسموں کو جو قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ بائبل مقدس سے ماخوذ ثابت کیا ہے۔

ملائکہ ۔ فرشتے

جس طرح خدا اور اس کی صفات کا علم صحف مطہرہ (بائبل) کی وساطت سے عربوں کو حاصل ہوا اسی طرح فرشتوں کا علم بھی آنحضرت کی بعثت سے مدتوں پیشتر اہل کتاب بالتخصیص مسیحیت کے وسیلے سے عربوں کو حاصل ہوا ۔چنانچہ اشعار ذیل سے ہمارے دعوی کی تصدیق ہوتی ہے۔

امیہ بن ابی صلت کہتاہے کہ :

ملائکہ اقدام مہم تحت عرشہ

بکفیہ لولا الله کلووا بلدوا

قیام علی الاقدام عانین تحتہ

فرائصھم من شدہ الخوف ترعد

وسبط صفوف ینظرون قضاء

یصینحون بالا سماع للوی رکد

ترجمہ:"خدا کے عرش کے چاروں طرف فرشتے کھڑے ہیں ۔ اگر خدا نہ ہوتا تو وہ تھک کر رہ جاتے۔ اور آنکھیں نیچے کئے کھڑے ہیں اور خدا کے خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں جو صف در صف کھڑے ہیں اور خدا کے احکام کے منتظر ہیں اوراس کی وحی پر کان لگائے ہوئے ہیں۔

پھر یہی شاعر فرشتوں کے مختلف طبقات اور ان کے متعلقہ احکام اور ان کے درجوں اوران میں سے بعضوں کے نام کا بیان کرتاہے کہ :

امین لوحی القدس جبریل فیھم

ومیکال ذوالروح القوی المسلد

وحرا س ابواب السماوات دونھم

قیام علیھا بالمقالید رصد

فنعمہ العباد المصطفون لا مرہ

ومن دونھم جند کثیف مجند

ملائکۃ لا یفترون عبادۃً

کروبیۃ منھم رکوع وسجد

فساجد ھمہ لایرفع الدھر راسہ

یعظم رباً فوقہ ویحجد

وارکھمہ یحنولہ الدھر خاشعاً

یدردوالاء لہ ویحمد

ومنھم ملف فی الجنا حین راسہ

بکار لذکری ربہ تیفصد

من الخوف لا ذوما مۃ بعبادۃ

ولاھو من طول التعبد یجھد

ودون کثیف الماء فی غامض الھوا

ملائکۃ تخط قیہ وتعصد

وبین طباق الارض تحت بطونھا

ملائکۃ بالا مرنیھا تردد

ترجمہ: ان فرشتوں میں جبرئیل ہے جو خدا کی وحی کا امانتدار ہے اور میکائیل ہے جو صاحب قوت ہے۔ ان کے علاوہ آسمان کے دروازوں کے دربان ہیں جو کنجیاں لئے کھڑے ہیں۔ یہ خدا کے کیا ہی اچھے بندے ہیں۔ اس کے حکم کے بجالانے پر مقرر ہیں۔ اور ان کے علاوہ فرشتوں کی اور بے شمار فوج ہیں۔ یہ وہ فرشتے ہیں جو خدا کی عبادت سے کبھی نہیں تھکتے ہیں۔ اور کروبین ہمیشہ رکوع اور سجود میں پڑے رہتے ہیں۔ ان میں سے جو سجدے میں ہیں وہ کبھی اپنے سر نہیں اٹھاتے ہیں۔ اور ہمیشہ خدا کی عمدہ تمجید میں مشغول ہیں۔ اور جو رکوع میں ہیں ہمیشہ خدا کے حضور خشوع اور خضوع ہیں۔ گھٹنے ٹیکے ہوئے ہیں اور خدا کی نعمتوں کی شکر گزاری کرتے رہتے ہیں۔ اور فرشتے ایسے ہیں جو اپنے سروں کو اپنے پروں میں چھپائے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ خدا کے ذکر میں پگھل جائیں۔ یہ خوف الہیٰ کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ عبادت سے تھک جانے کی وجہ سے اور نہ زیادہ عبادت کی وجہ سے وہ انکار کرتے ہیں۔ آسمان کے درمیان اور بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو نیچے اور اوپر آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح زمین اور اس کے انتہائی طبقوں میں ایسے فرشتے ہیں جو خدا کے احکام کے مطابق گردش کرتے رہتے ہیں۔"

عبدالقیس کا ایک شاعر نعمان کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

تعالیت ان تعزی الی الانس خلۃ

ولانس من یعزول فھو کذوب

فلست لاء نسیٍ ولکن لملاک

تنزل من جو اسماء یصوب

ترجمہ: تو اس سے بہت بلند ہے کہ تیری عادتوں کو انسانوں سے نسبت دی جائے۔ اور جو شخص انسانوں کی طرف نسبت دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ تو انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے۔" شرح قصیدہ بانت سعاد از ہشام)۔

ورقہ بن نوفل کہتا ہے کہ:

وجبریل یایتہ ومیکال معھما

من اللہ وحی بشرح صدر منزل

ترجمہ: جبرئیل اور میکائل خدا کی وحی لے کر شرح صدر کے لئے اترتے ہیں۔"

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ:

حبس السرافیل الصوافی تحتہ

لاواھن منھم والا مستوغد

ترجمہ: اسرافیل (ساروفیم) اس کے تخت کے نیچے کھڑے ہیں۔ جن میں سے کوئی عبادت میں سستی اور کاہلی نہیں کرتا ہے۔" (کتاب البدء للمقدسی صفحہ ۱: ۱۶۸ وعجائب المخلوقات للتفردینی)۔

اگر آپ اشعار بالا کو قرآن شریف کی آیات سے مقابلہ کریں تو عجیب لفظی اور معنوی مطابقت پائینگے۔

آسمان

جس طرح عربوں نے خدا کی ذات اور اس کی صفات کا علم مسیحیوں سے حاصل کیا۔ اسی طرح آسمان، جنت، دوزخ اور شیاطین کا علم بھی انہی سے حاصل کیا۔ چنانچہ اشعار ذیل سے ظاہر ہے۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

فاتمہ ستاً فاستوت اطباتها

واتی بسا بعةٍ فانی تورد

ترجمہ: خدا نے آسمان کے چھٹیوں طبقوں کو مکمل کرکے ساتویں کو بنایا۔"

پھر یہی شاعر کہتا ہے کہ:

وکان بررقع اوالمالک حرها سلا تواکلة قسوائم اجرد

ترجمہ: گویا آسمان درخت سدرہ ہے۔ جس کی چاروں طرف فرشتے اسی طرح کھڑے ہیں۔ جس طرح کم مو گھوڑے بیری کے درخت کے چاروں طرف کھڑے رہتے ہیں۔

پھر کہتا ہے کہ:

لمہ یخلق السماء والنجوم

والمشس معها قمر یقوم

قدره المهیمن القیوم

والحش والجنة والنعیم

الا لا مرشانہ عظیمہ

ترجمہ: مہیمن اور قیوم خدا نے آسمان۔ تاروں، شمس، اور قمر، جنت اور اس کی نعمتوں کو ایک عظیم الشان مقصد کے لئے بنایا ہے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

ملک علی عرش السما محیمن

تعنو لعزته الوجوه وتسجد

ترجمہ: خدا آسمان کے عرش کا مالک ہے۔ جس کے آگے تمام چہرے سجدے میں ہیں۔"

ورقہ بن نوفل کہتا ہے کہ:

سبحان ذی العرش سبحاناً یعادله

رب البریة فرمہ واحد صمد

ترجمہ: خدا سبحان اور صاحب عرش اور بے عدیل ہے۔ وہ مخلوقات کا مالک اور واحد اور صمد ہے" (آغانی ۳: ۱۴)۔

پھر امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

مجدوا اللہ فھو للمجد اہل ربنا فی السماء امسی کبیر

بالبناء الاعلی الذی سبق الخلق وسوی فوق السماء سریرا شرجعاً ماینالہ بصر العین تری دونہ الملائک صورا۔

ترجمہ: خدا جو آسمان پر سب سے بڑا ہے۔ اسی کی تمجید کرو۔ کیونکہ وہی اس کا اہل ہے۔ وہی خدا ہے جس نے بلند آسمان بنایا اور آسمان کے اوپر تخت بچھایا۔ یہ وہ تخت ہے جس کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور جس کے چاروں طرف فرشتے ہیں۔ (کتاب البدء والتاریخ للمقدسی ۱: ۱۶۵)۔

جنت

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

ربی لا تخر مننی جنة الخلد

رکن ربی بی رود فا حفیا

ترجمہ: اے خدا تو مجھ کو جنت الخلد سے محروم نہ کر اور مجھ پر بے حد مہربان ہو۔

حکیم بن قبیصہ اپنے بیٹے بشر کو خطاب کرتا ہے کہ:

فما جنته الفردوس ہاجرت تتبغی

ولکن دعاک الخبروالتمر احسب

ترجمہ: تو جنت الفردوس کی خواہش کی وجہ سے جدا نہیں ہوا۔ بلکہ روٹی اور کھجور کی خواہش نے تجھ کو جدائی پر آمادہ کیا۔"

نابغہ کہتا ہے کہ:

نابغہ کہتا ہے کہ:

فسلام الا لہ یغد وعلیهم

وفیو الفردوس ذات الظلال

ترجمہ: جنتیوں پر خدا کی طرف سے سلامتی ہوگی اور جنت الفردوس کے سایوں میں رہیں گے" (المخصص ۹: ٦)۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

وحل المتقون بدارصدقٍ

وعیش ناعم تحت الظلال

لهم مایشتهون وما تمنو

من الافراح فیها وار لکمال

ترجمہ: متقی دار الصدق (جنت) عیش و عشرت کے ساتھ اس کے سایوں میں اتریںگے۔ جو کچھ وہ وہاں چاہیں گے خوشی کے اعتبار سے ان کو پورے طور سے ملے گا۔"

دوزخ۔ شیاطین

کعب بن مالک کہتا ہے کہ:

تلظی علیهم حین ان شد حمیها

بزبرا الحدید والمحارة ساجر

ترجمہ: دوزخ کی حرارت ان لوہوں کے ٹکڑوں او رپتھروں سے جو اس میں بھر دیئے گئے ہیں شدت کے ساتھ ان پر بھڑکیگی (اتقان ۱: ۱۵۸)۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

فار کسوا فی حمیم النار انهمہ

کانو اعتاتاً یقولون الکذب والزورا.

ترجمہ: دوزخ کی آگ میں سرنگوں ڈال دئے جائینگے۔ کیونکہ وہ سرکش اور جھوٹے ہیں۔"

پھر یہی کہتا ہے کہ:

وسیق المجرمون وهم عراة

الی ذات لقامع والنکال

فنا دوا ویلنا ویلاً طویلاً

وتجوافی سلا سلها الطوال

فلیسوا امیتین فیستر یحوا

وکلهم بجرا لنار صال

ترجمہ: گنہگاروں کو ننگے بدنِ ذلت اور عذاب کی جگہ کی طرف ہنکالے جائینگے۔ تب وہ وہاں زنجیروں سے بندھے ہوئے افسوس کرتے ہوئے چلائینگے۔ وہ مرتے نہیں کہ عذاب سے راحت پائیں۔ بلکہ سب کے سب آگے کے دریا میں بہتے رہینگے۔"

پھر کہتا ہے کہ:

فهم يطفون كالا قذاء فيها

لئن لم يغفر الرب الرحيم

ترجمہ:وہ خس وخاشاک کی طرح دوزخ میں تیرتے پھرینگے۔ اگر رحیم خدا ان کو نہ بخش دے۔"

نابعہ جعدی گنہگاری کے طور پر کہتا ہے کہ:

اطرح بالكا فرين فی الدرک

الا سفل یارب اصطلی الضرما

ترجمہ: اے خدا اگر تو میرے گناہوں کو معاف نہ کردے۔ تو میں کافروں کے ساتھ سب سے نچلے طبقہ میں جلتا رہونگا۔ (خزانتہ الارب ۴: ۴)۔

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

فمتهم فرح راض بمبعثه

واخرون عصواما واهم السقر

یقول خزانها ما كان عندكم

الم يكن جاء كم من ربكم نذر

قالو ابلی فتبعنا فتية بطروا

وغر ناطول هذا العيش والعمر

قالو امكتوا فی عذاب الله مالكم

الا سلاس والا غلال والسعر

ترجمہ: قیامت میں دو قسم کے لوگ ہونگے۔ ایک تو وہ ہونگے جو جی اٹھنے سے خوش ہونگے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہونگے جن کا ٹھکانا سقر ہوگا۔

دوزخ کے درواغے ان سے کہیں گے تمہیں کیا ہوگیا تھا۔ کیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے۔

گنہگار کہیں گے ہاں آئے تھے۔ لیکن ہم نے سرکشوں کی پیروی کی۔ اور دنیا کی عیش وعشرت نے ہمیں دھوکا دیا۔ تب دوزخ کے درواغے کہیں گے کہ پس خدا کے عذاب میں زنجیروں میں بندھے ہوئے پڑے رہو۔"

(کتاب البدء ۲: ۱۴۶)

پھر کہتا ہے کہ:

ايما شاطن عصاه عكاه

ثم يلقن فی السجن والا غلال

ترجمہ: جب کوئی شیطان خدا کی نافرمانبرداری کرتا ہے تو خدا اس کو زنجیر سے باندھ کر قید (دوزخ) میں ڈال دے گا۔"

عدی بن زید کہتا ہے کہ:

وهبط الله ابليساً واو وعده

ناراً تلهب بالاء سعار والشرر

ترجمہ: خدانے شیطان کو نیچے گرا کر دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ سے اس کو ڈرایا۔

حشر نشر۔ حساب کتاب

الٰہیات کے شعبوں میں سب سے اہم شعبہ قیامت کی اور اس کے متعلقات کی تعلیم ہے۔ مسیحیت نے جس زور شور کے ساتھ عربستان میں اس تعلیم کو جاری کیا ہے اس کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوسکتا ہے۔

قس بن ساعدہ جو عربوں میں ایک بے مثل پادری (قسیس) گذر چکے ہیں کہتے ہیں کہ:

یانا عی الموت والا موات فی جدث

عليهم من بقايا يا خزهم خرق

رعهم فان لهم يوماً يصاح بهم

فهم اذا انبتهوا من فومهم فرق

حتى يعود وابحال غير حالهمہ

خلقاً جديد اکمامن قبلها خلقوا

منهم عراة وموتى فى ثيا بهم

منها الجديد ومنها الا ورق الخق

ترجمہ: اے موت کی خبر لانے والے ! مردے تو اپنی قبروں میں اپنے پھٹے کپڑوں (کفن) میں بوسیدہ پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو ان کی حالت پر چھوڑدے ۔ کیونکہ ایک دن (قیامت) آنے والا ہے کہ وہ جگائے جائینگے اور وہ ڈرتے ہوئے اٹھینگے ۔ وہ ایک نئی حالت میں اٹھیں گے۔ جس طرح کہ وہ پہلے نئی حالت میں پیدا کئے گئے تھے۔ ان میں سے بہت سے عریاں اور بہت سے جدید لباس (نئی انسانیت) میں ہونگے اور بہت سے پریشان حال ہونگے۔"

(الشریشی ۲: ۲۷۵ ومحاضرات ابن العربی ۲: ۶۷ وکتاب المعمرین لابی حاتم سجتالی صفحہ ۲۷)۔

الٰہیات کے ماہر اور عرب کے استاد امیہ بن ابی صلت کہتے ہیں کہ:

الوارث الباعث الاموت قد ضمنت

اياهم الارض فى مهر الدهارير

ترجمہ: خدا ان مردوں کو اٹھا کھڑا کرنے والا ہے۔ جن کو زمین نے مدتوں سے اپنے گھر اندر چھپائے رکھا ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ:

ويوم موعد همہ ان يحشر وازمراً

يوم التغابن اذلا ينفع الحذر

مستو سقين مع الداعى كا نهم

رجل الجراد رقتہ الريح تناشرا

وابر زوا الصعيد مستوٍ حرزٍ

وانزل العرش والميزان والذبر

وحو سبوا بالذى لمہ يحصہ احد

منهم وفى مثل ذالک اليوم معتبر

ترجمہ: خدا کا وعدہ ہے کہ وہ سب کے سب اٹھاوئے جائینگے ۔ یہ وہ دن ہوگا جس سے ڈر سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ وہ پکارنے والے کی آواز سے اس طرح اٹھینگے کہ گویا وہ ارض الجراد کے پورے ہیں جو ہوا کے جھونکے کے ساتھ بکھر رہے ہیں۔ وہ ایک سنسان اور صفا چٹ میدان میں ظاہر ہونگے جہاں خدا کی عرش اور میزان اور کتابیں (اعمال نامے) ہونگی۔ اس دن وہ سب اپنے اعمال کے حساب کتاب دینگے۔" (کتابت البدء ۲: ۱۴۶)۔

پھر کہتے ہیں کہ:

ان يوم الحساب يوم عظيم

شاب فيہ الصغير شيباً طويلاً

ليتنى كنُت قبل ماقد بدالى

فى قلال الجبال ارعى الوعرلا

كل عيش دان تطاؤن دهرا

منتهى امره الى ان يادلا

واجعل الموت تصب عينک ذاحذر

غولة الدهر ان للموت غولا

ترجمہ: حساب کا دن وہ عظیم الشان دن ہے۔ جس میں بچے بڑھے بن جائینگے ۔ کاشکہ اس حقیقت کے ظاہر ہونے سے قبل میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر بزاں کوہی چراتا پھرتا یعنی جاہل ہوتا۔ دنیا کی زندگی کتنی لمبی کیوں نہ ہو۔اس کی انتہا زوال ہے۔ پس ہمیشہ موت کومدِ نظر رکھ کر اور اس دن سے ڈرتا رہ۔

پھر کہتے ہیں کہ:

لا تخلطن خبیثاتٍ بطیبة

واخلع ثیابک مها وانج عریانا

اوسیا مدیتا کاقدی دانا

ترجمہ: خبردار نیکی کو برائی سے آلودہ مت کر اور اپنے آپ کو برائی سے پاک رکھ۔ ہر شخص کو اس کی نیکی اور بدی کا قرض ادا کیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ وہی کیا جائیگا جو اس نے کیا ہے (خزانتہ الارب ۴: ۷)۔

پھر کہتے ہیں کہ:

ولا یوم الحساب وکان یوماً

عبوساً فی الشدائد قمطریرا

ترجمہ: یوم الحساب کو معمولی دن مت سمجھو وہ بڑا سخت اور خطرناک دن ہوگا"(اتقان ا : ۱۵۸)۔

لبید کہتا ہے کہ:

وکل امری یوماً سیعلمہ سعیہ

اذا کشفت عندالا لہ المحاصل

ترجمہ: ہر شخص اپنی کوشش کے نتیجہ کو جان لے گا۔ جب خدا کے پاس اعمالنامے کھولے جائینگے۔

(لبید کا دیوان صفحہ ۲۸)

پھر امیہ بن ابی صلت کہتے ہیں کہ:

یوقف الناس للحساب جمعیاً

فشقی معذب وسعید

ترجمہ: سب لوگ حساب کے لئے کھڑے ہونگے۔ ان میں سے بعض نیک بخت ہونگے اور بعض بد بخت قابلِ عذاب۔"

زبیر بن سلمی اپنے معلقہ میں کہتا ہے کہ:

فلا تکتمن اللہ مافی صدور کم

لیخفی ومهما یکتمہ اللہ یعلمہ

یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر

لیوم الحساب اویجمل فینقم

فیض دوم۔ الہٰیات

وحی۔ الہٰی کتابیں

مذہب کی دو قسمیں ہیں جن کو فطری اور وضعی کہتے ہیں۔ فطری مذہب کا تمام تر دارومدار عقلی امور پر ہے۔ اس لئے وہ اثبات اور نفی میں ہمیشہ دائر رہتا ہے ۔ اور قلبی اطمینان کا باعث نہیں ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف ضعی مذہب کا واضع یعنی بانی مبانی خود خدا ہے۔ جو اپنی مرضی کو اپنے انبیاء کی وساطت سے بذریعہ وحی (الہام) ظاہر کرتا ہے ۔ جس سے اس کے بندوں کو اطمینان قلبی نصیب ہوتا ہے۔ پس خدا کی طرف سے جو باتیں القا ہوتی ہیں وہ وحی والہام کہلاتی ہیں۔ اور جن مقدسین کے قلوب میں القا ہوتی ہیں وہ نبی یا رسول کہلاتے ہیں۔ اور یہ الہامی باتیں جب جمع کی جاتی ہیں تو الہامی کتاب کہلاتی ہیں۔

ہم اس کتاب میں ایک سے زیادہ بار لکھ چکے ہیں کہ اہل کتاب کی آمد سے قبل عرب کے لوگ کسی وضعی مذہب کی پیروی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے فطری مذہب کو بھی اصنام پرستی اور دیگر امور قبیحہ سے تبدیل کرچکے تھے۔لہذا وہ الہیات کے دیگر شعبوں کی طرح الہام، الہامی کتاب اور پیغمبر کے الفاظ سے بھی بے خبر اور ناآشنا تھے۔ لیکن اہل کتاب کی آمد کے بعد اور اسلام کے آغاز کے قبل کے زمانہ میں ان اشعراء کے اشعار میں جو اس درمیانی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ الہٰیات کے تمام اصول کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ پایاجاتا ہے۔جن سے ہمارے ناظرین واقف ہوچکے ہیں۔اس بحث میں ہم ثابت کرینگے کہ عرب قبل از اسلام مسیحیت کے طفیل الہام ، الہامی کتابیں اور انبیاء سے بھی دیگر امور کی طرح خوب واقف ہوچکے تھے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

وحی

ورقہ بن نوفل جو مشہور عیسائی راہب اور بی بی خدیجہ کا قریبی رشتہ دار تھا کہتا ہے کہ :

وجبر[1] یل یاتیہ ومیکال معھما

من اللہ وحی یشرح الصدر منزل

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ :

وسبط صفوف ینظرون قضا ئہ

یصیخون بالا سماع للوحی رکد

امیں لوحی القداس جبریل فیھم

ومیکال ذوالروح القوی المسدد

لبید اپنے معلقہ میں کہتا ہے کہ:

فمد افع الریان عری رسمھا

خلقا کما ضمن الوحی[2] سلامھا

ترجمہ: ریان پہاڑ کے نالوں کے نشان بوسیدہ ہونے کی وجہ سے مٹ چکے ہیں۔ صرف اسی قدر باقی ہیں۔ جس قدر پتھر کے سخت سلاخوں پر کتابت باقی رہتی ہیں۔

زہیر بن ابی سلمیٰ المزنی کہتا ہے کہ:

لمن طلل کا لوحی صاف منازلہ

ترجمہ: یہ علامتیں کن کے گھروں کی ہیں جو اس کتاب کی طرح باقی ہیں جو چٹانوں میں کندہ ہوئی ہو۔(شعراء النصرانیہ صفحہ ۵۷۵)۔

الہامی کتاب

جس طرح اشعار بالا کے دوآخری شعروں میں وحی کا اطلاق مجازاً الہامی کتاب پر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اہل کتاب نے اپنی الہامی کتابوں کو اور نام بھی دیئے ہیں ۔ مثلاً۔ سفر ، کتاب اللہ، مصحف، مجلد وغیرہ ذالک۔

سفر ۔ درحقیقت عبرانی(ס פ ד) لفظ ہے۔ جس کے معنی کتاب کے ہیں۔ لیکن اہل کتاب کی اصطلاح میں اس کا اطلاق صرف آسمانی کتابوں پرہوتا ہے۔ چنانچہ ابن ورید اپنی کتاب شتقاق میں لکھتا ہے کہ السفر الکتاب من التوراۃ والانجیل وما اشبھما "یعنی سفرِ تورات اور انجیل کی کتابوں کو اوران کی مانند دیگر کتابوں کو کہتے ہیں کہ " (صفحہ ۱۰۳) قرآن شریف کی سورہ الجمہ میں بھی یہی لفظ انہی معنوں میں آیا ہے۔

کتاب اللہ ۔ عدی بن زید کہتا ہے کہ

ناشد تنا بکتاب اللہ حرمتنا

---

[1] جن اشعار کے ترجمے نہ ہوں توآپ سمجھ لیں کہ گذشتہ ابواب میں کہیں ان کے ترجمے ہوچکے ہیں ۔

[2] یہاں وحی کو مجازاً کتاب کے معنوں میں استعمال کیاہے۔ مسیحی عربوں کا یہ قاعدہ تھا کہ چٹانوں پر یا بڑے بڑے پتھر کے سلوں پر کتب مقدسہ میں سے کوئی نہ کوئی ریت کندہ کردیا کرتے تھے۔ جورفتہ رفتہ کتابت اور کتاب کے معنوں میں استعمال ہونے لگی۔

ولم تكن بكتاب الله ترتفع

مصحف . امراء القیس کہتاہے کہ :

قفا بتک من ذکری حبیب وعرفان

ورسم عفت آیاتہ منذاز مان

اتت حجج بعدی علیہ فاصبحت

کخط زبوانی مصاحف رہبان

مجلہ: نابغہ بنی غسان کی تعریف میں یہ کہتاہے کہ:

مجتهم ذات الالہ ودینهمہ

قویم فما یرجون غیر العواقب

سورۃ بھی اہل کتاب کی اصطلاح ہے اور عبرانی(ש ררר) لفظ ہے جس کے معنی دیواروں کی اینٹ یا گاڑی کی قطار کے ہیں اور مجازاً کتاب کے کسی حصہ کو کہتے ہیں۔ نابغہ نعمان کی تعریف میں کہتاہے کہ:

الم تران الله اعطاک سورۃ

ترجمہ: کیا تو نہیں دیکھتاہے کہ خدا نے تجھ کو تمام بادشاہوں پر غلبہ اور شرف بخشتاہے۔

الہام ۔ الہامی کتابیں

عرب قبل ازسلام میں صرف تین کتابیں یعنی توریت ، زبور، انجیل الہامی کتاب سمجھی جاتی تھیں اور اس قدر مشہور ہوگئی تھیں کہ اس زمانہ کے شعراء کے اشعار ان کے ذکر سے بھرے ہوئے ہیں۔ مثلاً سمیوئیل کہتاہے کہ:

وبقایا الاسباط یعقوب

دراس التورات والتابوت

ترجمہ: یعقوب کے بیٹے اسباط کے بقایا ہیں۔ جو توریت اور تابوت سکینہ کے درس دینے والے ہیں۔(دیوان سیموئیل مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۲)۔

بعض لغت دان مسلمانوں نے توریت کے اشتقاق میں عجیب خیالات کا اظہار کیاہے۔ ایک گروہ یہ کہتاہے کہ یہ مصدر ہے۔ عرب کے لوگ وری الزنا ناد توریۃ"۔ اس وقت کہتےہیں کہ جبکہ چمقاق سے آگ نکلتی ہے۔ اور بعض کہتےہیں کہ توریت نبی طی کی لغت ہے اور دونوں صورتوں میں اس کے معنی ضیاء یعنی روشنی کے ہیں۔ المفضلیات کاشارح کہتاہے کہ توریت دراصل دوارۃ تھی۔ پہلی واؤ چھوٹی ہ سے تبدیل ہوکر توراۃ ہوگئی۔ لیکن صاحب التاج نے زجاج سے جو روایت لکھی ہے ۔ کہ " لفظ[1] غیر عربی بل ہو عبرانی اتفاقاً درست اور صحیح ہے۔ کیونکہ یہ عبرانی (חדדח) تورہ ہے جس کے معنی علم اور حکمت کے ہیں۔

عرب قبل ازاسلام کے اشعار میں زبور اس کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے کہ ان سب اشعار کو جن میں زبور آیا ہے جمع کئے جائیں توایک ضیغم رسالہ بن جائیگا۔

مرقش اکبر کہتاہے کہ:

وکذالک لا خیر ولا شر علی احد بدائمہ

قد خطذ الک فی الزبور رالا ولیات القدائمہ

ترجمہ: زبور کی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ تم میں سے کسی پر نہ توعیش وراحت باقی رہے گی اور نہ رنج وکلفت۔

امراء القیس کہتاہے کہ:

لمن طلل البصرتہ فشجانی

کخط زبور فی عسیب یمانی

ایک جگہ اور کہتاہے کہ:

---

[1] "یعنی توراۃ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ بالاتفاق عبرانی لفظ ہے۔

اتت جحج بعدی علیھانا تاصحبت کحظ زبور فی مصاحف رھبان

زبور کی جمع زبَرَ بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ مرار بن منقذ ایک گھر کے متعلق کہتا ہے کہ:

وتری منھا رسوماً قد عفت

مثل خط الکلام فی وحی الذبر

ترجمہ: کیا تو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر کے کھنڈرات اسی طرح مٹ چکے ہیں۔ جس طرح لام کی کشش زبور کی کتاب میں۔"

امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

وابرزوبصعید مستوجِرزٍ

وانزل العرش والمیزان والزبر

زبور کے اشتقاق میں بھی مسلمان لغت دانوں نے خوف جدت دکھائی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ زبر الکتاب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی لکھنے کے ہیں۔ صاحب التاج اس کے مادہ (زبر) میں لکھتا ہے کہ ازھری کہتا ہے ۔ کہ اعرفہ النقش فی الحجارۃ یعنی زبور کی مشہور قسم پتھر پر کندہ کرنے کے ہیں۔" اور بعض کہتے ہیں کہ اچھی طرح لکھنے کو زبور کہتے ہیں۔ چنانچہ عرب کہتے ہیں کہ زبرت الکتاب اذا تقنن کتابت۔

اصل زبور عبرانی لفظ زمر سے ماخوذ ہے۔ زمر کی میم بے کے ساتھ اسی طرح تبدیل ہوگی۔ جس طرح زبن ایک سریانی لفظ ہے۔ عربی زمن یعنی زمانہ ہوگیا۔ پس مزمور در حقیقت (םדתדד) ہے۔

اسی طرح انجیل مقدس کا بھی کثرت کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ عدی بن زید کہتا ہے کہ:

واوتیا الملک والانجیل نقراۃ تشفی بحکمۃ احلامنا علکا

من غیرما حاجۃ لیجلعتا

فوق البریہ اربا با کما فعلا

ترجمہ: خدا نے ان کو سلطنت دی اور انجیل جس کو ہم پڑھتے ہیں اور جس کی حکمت سے ہم اپنی عقلوں کو سقم سے درست کرتے ہیں۔ اس کی اور کچھ ضرورت نہ تھی بجز اس کے کہ ہم کو تمام دنیا پر فوقیت دے۔

(کتاب الحیوان للجاحظ مطبوعہ مصر ۴ :۶۶)

ایک اور شاعر جس کا نام معلوم نہیں ایک راہب کی جو رہبانیت کو ترک کرکے دنیا پرستی کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ ہجو میں لکھتا ہے کہ:

هجر الانجیل حبا للصبی واری الدنیا غروراً فرکن

ترجمہ: خواہش نفسانی کی وجہ سے انجیل کو چھوڑ کر دنیا کی طرف جس کو چند روز سمجھتا تھا۔ مائل ہوگیا۔ (معجم ما استعجم للکبری صفحہ ۳۶۱)۔

اسی طرح ایک اور لڑکے کے متعلق کہتا ہے کہ جو انجیل کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھتا تھا کہ:

اذراجع الانجیل واھتز مائلا

تذکر مخزون الفوادغریب

ترجمہ: جب انجیل کو خوش آوازی کے ساتھ جھوم جھوم کر پڑھتا ہے۔ ۔ اس وقت ایک عمزہ مسافر اپنا گذرا ہوا زمانہ یاد کرتا ہے۔

رویہ کہتا ہے کہ:

انجیل احبار وحی منمنہ ماحط فیہ بالمداد کلمہ

انجیل ایک یونانی لفظ ہے۔ جس کے معنی خوشخبری کے ہیں اور سریانی زبان کی وساطت سے عربی زبان میں منتقل ہوگیا۔

گذشتہ اوراق میں ،میں نے نہایت اختصار کے ساتھ بائبل مقدس کے نشر واشاعت پر بحث کرکے اشعار عرب سے یہ ثابت کیا تھا- کہ بائبل مقدس آنحضرت سے بہت پیشتر جزیرہ عرب میں پورے طور سے شائع اور رائج ہوچکی تھی- ان اوراق میں اب میں ان اقتباسات کو نقل کرونگا جو صرف آنحضرت کی احادیث کی زینت بنے ہوئے ہیں-

اس بحث کو مکمل کرنے کے لئے میں علامہ سیوطی کا بے حد متشکر ہوں جن کی کتاب کنوز الحقائق وجامع الصغیر اور اس کی شرح مناوی سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے-

احادیث ذیل میں ناظرین مختصرات ذیل کوملحوظ رکھیں:

(خ) بخاری، (م- مسلم -(ت) ترمذی-(ن) نسائی، (ہ) ابن ماجہ (حص) جامع الصغیر (من) مناوی کے اختصار ہیں-

صحف مطہرہ پیدائش کی کتاب	احادیث
۱- اور خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا- خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا-(۱: ۲۷)	۱- خلق اللہ آدم علی صورتہ (حص ۲۰۴ من نسختنا الخطیہ) لا تقبحوا الوجہ فان اللہ خلقہ علیٰ صورۃ الرحمان (من ۱۹۳)- ترجمہ: خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا- (حص ۲۰۴- قلمی نسخہ) چہرہ کو برا مت کہو -کیونکہ خدا نے اس کو رحمان کی صورت پرپیدا کیا(من ۱۹۳)
۲-اور خدائے برترزمین کی مٹی سے انسان کو پیدا کیا-	۲- خلق آدم من تراب(من ۱۹۳) ترجمہ: خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا (حص ۷۲)
۳- اور خدائے برتر نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا-(۸: ۲)	۳- ان اللہ بناجنات عدن بیدہ (حص) ترجمہ: خدا نے باغ عدن کو اپنے ہاتھ سے بنایا (حص ۳۲)
۴-اور خدا نے ان سب پر جو اس نے بنایا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے" (۱:۳۱)	۴- کل خلق اللہ حسن (حص ۱۱۳) ترجمہ: خدا کی ہر مخلوق اچھی ہے (حص ۱۱۳)-
۵- اور نوح پانچ سو برس کا تھا- جب اس سے سام- حام اور یافت پیدا ہوئے(۵: ۳۲)	۵- ولد نوح ثلاثۃ سام وحام یافث (حص ۱۷۸)- ترجمہ: نوح سے تین بیٹے پیدا ہوئے سام، حام

۶- یہ اس ضیافت کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر ۱۸ باب میں ہے۔	، یافت (حجص ۱۷۸)۔ ۶- کان اول من اضاف الضیف ابراہیم (حجص ۱۱۲)۔ ترجمہ: ابراہیم نے سب سے پہلے مہانداری کی۔(حجص ۱۱۲)۔

خروج کی کتاب	احادیث
۱- تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرتا کہ تیری عمر اس سرزمین پر جو خدائے برتر تجھے دیتاہے۔ دراز ہو۔" (۲۰: ۱۲)۔	۱- ان اللہ تعالیٰ یذید فی عمر الرجل یبروالدیہ (حجص ۱۰۰) من بروالدیہ طوبیٰ لۃ راد اللہ فی عمرہ حجص ۱۵۰) طع اباک (حجص ۱۸) ترجمہ: خدا اس شخص کی عمر کو دراز کرتا ہے۔ جو اپنے والدین سے نیکی کرتا ہے ۔ (حجص ۱۰۰)۔ مبارک ہے وہ جس نے اپنے والدین سے نیکی کی۔ خدا اس کی عمر کو دراز کرتا ہے (حجص ۱۵۰) اپنے باپ کی فرمانبرداری کر۔(حجص ۱۸)
۲- اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں کو مارے البتہ جان سے مارا جائے (۲۱: ۱۵)	۲- من حزب والدیہ فاقتلوہ (حجص ۱۵۴)۔ ترجمہ: جو اپنے ماں باپ کو مارے اس کو قتل کرو۔(حجص ۱۵۴)۔

احبار کی کتاب	احادیث
۱- مزدور کی مزدوری تیرے پاس ساری رات صبح تک رہنے نہ پائے (۱۹: ۱۳) نیز دیکھو کتاب طوبیا ۱۵ :۴۔	۱-اعطوا لا جبیرا جرتہ قبل ان یحف عرقہ (حجص ۶۱ من ۱۹) اوفوالا جیرا جرہ (من ۵۰)۔ ترجمہ: مزدور کی مزدوری و مدد قبل اس کے کہ اس کا پسینہ سوکھ جائے۔ (حجص ۶۱ من ۱۹)۔ مزدو کی مزدوری پوری دیا کرو۔(من ۵۰)
۲- اور اگر کوئی مرد کسی جانور سے جماع کرے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ اور تم اس جانور کو بھی مار ڈالو۔(۲: ۱۵)۔	۲- من اتیٰ بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوھا معہ (حجص ۱۴۶)۔ ترجمہ: جو چوپائے سے بد فعلی کریں اور اس کو اور چوپائے کو قتل کرو۔(حجص ۱۴۶)۔

استثنا کی کتاب	احادیث
۱- تا کہ تم جانو کہ خداوند ہی خدا ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی خدا ہی نہیں (۴: ۳۵ونیز ۳۹)۔	۱- لا الہ الا اللہ ھی الموجبۃ (حجص ۱۸۰) السید ھو اللہ (من ۸۷)۔ ترجمہ: خدا کے سوائے کوئی اور خدا نہیں (حجص ۱۸۰) خدا ہی حقیقی آقا ہے (من ۸۷)۔
۲- لعنت ہے اس پر جو اندھے کو گمراہ کرے اور سب لوگ کہیں آمین (۲۷: ۱۸)	۲- الاعمیٰ عن السبیل (حجص ۱۳۰) ترجمہ: خدا کی لعنت ہے اس پر جو اندھے کو

	گمراہ کرے(جص ۱۳۰)۔
۳۔ لعنت ہے اس پر جو اپنے باپ یا ماں کو حقیر سمجھے۔(۲۷: ۱۶)	۳۔ ملعون من سب اباہ ملعون من سب امہ (من ۴۰۴) ترجمہ: لعنت ہے اس پر جو اپنے باپ کو اور اپنی ماں کو گالی دے"(من ۴۰۴)۔
یشوع کی کتاب	**احادیث**
۱۔ یشوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے سامنے یہ کہا اے سورج تو حیعون پر اور اے چاند تو وادی ایالون پر ٹھہرارہ ۔ اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا۔(۱۰: ۱۲، ۱۳)	۱۔ صاحبست الشمس علی البشر قط الاعلی یشوع بن نون (سن ۳۰۹) ترجمہ: آفتاب کسی کے لئے نہیں ٹھہرا۔ مگر یشوع بن نون کے لئے "(من ۳۸۹)۔
سیموئیل کی کتاب	**احادیث**
۱۔ کیونکہ خداوند انسان کی نظر نہیں کرتا۔ اس لئے کہ انسان ظاہری صورت کو دیکھتا ہے۔لیکن خدا دل پر نظر کرتا ہے(۱۶: ۷)	۱۔ ان اللہ لا ینظر الی صور کمہ واموالکمہ انما ینظر الی قلوبکمہ واعمالکمہ (جص ۷۹)۔ ترجمہ: خدا تمہاری صورت اور مال پر نظر نہیں کرتا ہے۔ بلکہ تمہارے دل اور اعمال پر نظر کرتا ہے۔(جص ۷۹)۔
تواریخ کی دوسری کتاب	**احادیث**
۱۔ کیونکہ فقط تو ہی بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے۔(۶: ۳۰)	۱۔ علم الباطن سر من اسرارہ عزوجل وحکمہ من احکامہ (من ۲۷۹)

[1] اس مقولہ کو داؤد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن زبور میں کوئی ایسا مقولہ نہیں ہے۔(منہ)

ہے۔(۶: ۳۰)	من احکامہ (من ۲۷۹)
۲۔ تو تو آسمان پر سے سن کر عمل کرتا ہے اور اپنے بندوں کا انصاف کرکے بدکار کو سزا دیتا ۔ تاکہ اس کے اعمال کو اسی کے سر ڈالے ۔ اور صادق کو راست ٹھہراتا تاکہ اس کی صداقت کے مطابق اسے اجر دے"(۶: ۲۳)۔	۲۔ ان اللہ لایضیع اجرا المحسنین (خ ۱۹:۳) ترجمہ: خدا نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے"(خ ۳: ۱۹)
طوبیا (یہ اپاکریفل کتاب ہے (منہ)) کی کتاب	احادیث
۱۔صدقہ ہر خطا سے بچاتا ہے۔(۴: ۱۱)	(۱) الزکاۃ طھور من الذنوب (حص ۸۳) ترجمہ: زکواۃ گناہوں سے پاک کرتا ہے (حص ۸۳)
۲۔ جو گناہ کرتے ہیں وہ آپ ہی اپنے دشمن ہیں"(۱۲: ۱۰)۔	۲۔ انما المجنون المقیم علی معصیہ اللہ (مز ۴۵)۔ ترجمہ : پاگل وہی ہے ۔ جو گناہوں پر قائم رہتا ہے۔(مز ۴۵)
ایوب کی کتاب	احادیث
۱۔" جو گناہ کو جوتتے اور دکھ بوتے ہیں وہی اس کو کاٹتے ہیں۔" (۴: ۸) نیز دیکھو امثال ۲۲: ۸، ارمیا ۱۲: ۳۔	۱۔ قال داؤد یازارع السیئات انت لحصد شوکھا وحسکھا (حص ۱۰۷) ترجمہ: داؤد[1] نے کہا کہ اے برائیوں کا بونے والا تو اسکے کانٹے کاٹیگا"
۲۔ کوئی منافق خدا کے حضور نہیں آسکتا	۲۔ ذوالوجھین لایکون عنداللہ وجیھاً (خ وم)۔

۔"(۱۳: ۱۶)	ترجمہ : دوریہ شخص خدا کا منظورِ نظر نہ ہوگا"(خ وم)۔
مزامیر	احادیث
۱۔ بدی سے بھاگ اور نیکی کر "(۳۷: ۲۷)۔	۱۔ایت المعروف واجتنب المنکر (حص) ترجمہ: نیکی کر اور بدی سے کنارہ کر (حص)
۲۔اے خداوند مجھ کو اپنی راہ بتا اور میرے دشمنوں کے سبب مجھے اس راہ پر جو برابر ہے لے چل"(۲۷: ۱۱)	۲۔ رب اغفروارحم واھدنی للسبیل القویم (من)۔ ترجمہ: اے خدا مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔ اور سیدھے راستہ پر مجھے چلا۔(من ۸)۔
۳۔ خداوند کا منتظر رہ اور اس کے راہ یاد رکھ۔ وہ تجھ کو زمین کا وارث کرکے سرفرازی بخشے گا۔(۳۷: ۳۴)	۳۔ اذکراللہ فانہ عون لک علی ما تطلب (حص ۴۸ من ۱۱۴)۔ ترجمہ: خدا کو یاد کر۔ کیونکہ وہ تیرے مطلب تک پہنچانے کا مددگار ہے" (حص ۴۸ من ۱۴)۔
۴۔ اے خداوند اگر تو بدکاری کو حساب میں لائے گا تو اے خداوند کون قائم رہ سکیگا (۱۳۰: ۴)	۴۔من نوقش المحاسبۃ ھلک (حص ۱۶۱) ترجمہ: جو حساب میں مناقشت کرے گا وہ ہلاک ہوجائیگا۔(حص ۱۶۱) ۔
۵۔ایک دن جو تیری بارگاہوں کٹے ایک ہزار سے بہتر ہے۔"	۵۔ رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ (حص ۲۲۷)۔

(۱۰:۸۴)

۶- خدا کا خوف دانائی کا شروع ہے۔"(۱۸: ۱۰)

۷- اے خداوند تیرے خیمہ میں کون رہیگا۔ وہ جو سیدھی چال چلتا ہے اور صداقت کا کام کرتا ہے اور اپنے دل سے سچ بولتا ہے۔ وہ جو اپنی زبان سے چغلی نہیں کھاتا اور اپنے ہمسایہ سے بدی نہیں کرتا۔ اور اپنے پڑوسی پر عیب نہیں لگاتا۔ الخ ۱۵: ۱، ۵)۔

ترجمہ: خدا کے راستہ میں ایک دن رہنا ہزآر اور دنوں سے بہتر ہے (جص ۲۲۷)۔

۶- ۃ اللہ راس کل حکمۃ (جص ۲۰۳) راس الحکمۃ مخافۃ اللہ (المسعودی ۴: ۱۶۸) راس الحکمہ تومعرفۃ اللہ (جص ۹۷)۔

ترجمہ: خدا کاخوف دانائی کا شروع ہے" (جص ۲۰۳)۔

دانائی کاشروع خدا کا خوف ہے"(مسعودی ۴:۱۶۸)۔

حکمت کا شروع خدا کی پہچان ہے۔"(جص ۹۷)۔

۷- قد افلح من اخلص قلبلہ الایمان وجعل قلبلہ سلیماً ولسانہ صادقاً ونفسہ مطمنۃ (جص ۳۱۱)۔

ترجمہ: جس نے اپنے دل میں خالص ایمان رکھا۔ اور جس نے اپنے دل کو سلامت رکھا اور اپنی زبان کو بچا رکھا اور اس کا دل مطمئن ہے وہ رہائی پائے (جص ۳۱۱)۔

۸- خداوند رحیم اور کریم ہے ۔ قہر کرنے میں دھیما اور شفقت کرنے میں بڑھ کر ہے (۱۰۳- ۹،۸)۔

۹- ہماری عمر کی معیاد ستر برس ہے یاقوت ہے تواسی برس (۱۰:۹۰)

۸- عفو اللہ اکبر من ذنوبکمہ (جص ۲۷۷)۔

ترجمہ: خدا کی عفو تمہارے گناہوں سے بڑی ہے" (جص ۲۷۷)

۹- اعمار امتی بین الستین والسبعین (خ)۔

ترجمہ: میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے (خ)

امثال کی کتاب

۱- جو مسکین پر رحم کرتا ہے۔ خداوند کا قرض دیتا ہے۔ اور وہ اپنی نیکی کا بدلہ پائیگا۔(۱۹: ۱۷)۔

۲- اے کاہل چیونٹی کے پاس جا۔ اس کی روشوں پر غور کر اور دانشمند ۔۔۔۔ گرمی کے موسم میں اپنی خوراک مہیا کرتی ہے۔(۶: ۶، ۸)۔

۳- وہ جو داناؤں کے ساتھ چلتا ہے دانا ہوگا۔ پر احمقوں کا ساتھی ہلاک کیا جائیگا"(۲۰:۱۳)۔

احادیث

۱- ان الصدقۃ تقع فی یداللہ (جص ۳۷)۔

ترجمہ: صدقہ خدا کے پاس پہنچتا ہے (جص ۳۷)۔

۲- مثل المومن کمثل النملۃ تجمع فی صیفھا لشتا ئھا (جص ۱۴۳)۔

ترجمہ: مومن چیونٹی کی طرح ہے۔ جو گرمی میں سردی کے لئے جمع کرتی ہے (جص ۱۴۳)۔

۳- ایاک وقرین السوع فانک بہ تعرف (جص ۱۵۲)۔

ترجمہ: بروں کی صحبت سے بچو۔ کیونکہ تو اس سے پہچانا جائیگا۔

۴- جو قہر میں دھیما ہے وہ پہلوان سے بہتر ہے اور وہ جو اپنے نفس پر قابض ہے۔ اس سے جو شہر کو فتح کرتا ہے بہتر ہے ۔ (۱۶ : ۳۲)۔	۴- الشدید بالصرعة انما الشدید من یملک نفسه (خ من) ترجمہ: پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو پچھاڑتا ہے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آتا ہے۔ (خ ۔ من)۔
۵- موت اور زندگی زبان کے قابو میں ہیں (۱۸ : ۲۱)۔	۵- البلاء موکل بالمنطق (جص ۱۶۸)۔ ترجمہ: تکلیف زبان سے وابستہ ہے (جص ۱۶۸)۔
۶- فرمانبردار آدمی فتح کی بات کرے گا(۲۱: ۲۸)۔	۶ -من اطاع اللہ فاز من ۱۴۸)۔ ترجمہ: جو شخص خدا کی اطاعت کرتا ہے۔ کامیاب ہوتا ہے(من ۱۴۸)۔
۷- بھائی جسکی *(* یہ ترجمہ رومن کیتھولک ترجمہ ہے جو نہایت صحیح ہے۔ ہمارے مترجمین نے اس آیت کو ایک چیستان بنا دیا ہے۔) کا بھائی مدد کرے حسین شہر کی مانند ہے اور ان کے فیصلے قلعہ کی سلاخوں کی طرح ہیں (۱۸: ۱۹)۔	۷- ان المر کثیر باخیه (جص ۱۱۰)۔ ترجمہ: انسان اپنے بھائی کی وجہ سے غلبہ پاتا ہے۔(جص ۱۱۰)۔
۸- جس طرح کتا اپنی قے کو پھر کھاتا ہے اسی طرح احمق اپنی حماقت کو دہراتا ہے ۔(۲۶ : ۱۱)	۸- العائد فی صدقه کالکلب یعود الی قیئہ (خ ۲: ۱۲۳)۔

۹-جس کو نیک بخت بیوی ملی اس نے تحفہ پایا اور پر اس خدا کا فضل ہوا۔(۱۸: ۲۲)۔	ترجمہ: جو اپنی خیرات کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے کی طرف لوٹتا ہے ۔(خ ۲: ۱۲۳)۔ ۹- زوجة صالحة خیرما کنزالناس (جص ۳۱۳)۔ ترجمہ: نیک بخت بیوی ان تمام خزانوں سے بہتر ہے جن کو انسان جمع کرتا ہے ۔(جص ۳۱۳)۔
واعظ کی کتاب	احادیث
۱- میں نے معلوم کیا کہ راستباز اور دانشمند اور ان کے کام خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ یہاں تک کہ آدمی نہیں جانتے کہ وہ محبت یا نفرت کے لائق ہیں۔"(۹: ۱)۔	۱- عجبت لطالب دنیا---- وھولایدری ارضی عنه اوسخط (جص ۲۷۵)۔ ترجمہ: طالب دنیا پر تعجب ہے ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ وہ اس سے خوش کیا جائیگا۔ یا ناخوش (جص ۲۷۵)۔
۲- کیونکہ خدا سب کام کو عدالت میں لائیگا ۔تاکہ ہر ایک پوشیدہ بات کا جو نیکی یا بدی کی تھی بدلہ دے(۱۲: ۱۴)۔	۲- من یعمل مثقال ذرة خیراً یرہ ومن یعمل مثقال درہ شراً (خ ۳: ۱۹۹)۔ ترجمہ: جوذرہ بھر نیکی کرے اس کا جزا اس کو ملیگا۔ اور جوذرہ بھر بدی کرے اس کی سزا اس کو ملیگی ۔(قرآن شریف وخ ۳: ۱۹۹)۔

۳- ہر چیز کا ایک موقعہ اور ہر کام کو جو آسمان کے نیچے ہوتا ہے ایک وقت ہے۔(۳: ۱)	۳- کل شئی میقاتہ (سن ۱۵۸) نہ مثلہ للشاعر ورکلا مور مواقیت مقدرہ وکل امرلۃ حدود میزان وقال ایضاً فاذا الشی - اتی فی وقتہ زاد فی العین جمالً لجمال۔ ترجمہ: ہر ایک چیز کا ایک وقت ہے (من ۱۵۸) ایک شاعر کہتا ہے کہ: کاموں کے لئے اوقات مقرر ہیں اور ہر ایک کام کے لئے ایک حد اور میزان ہے۔ ایک اور شاعر کہتا ہے کہ: جب کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ تو اس کی رونق اور خوبصورتی زیادہ نمایاں ہوتی ہے:
حکمت[1] کی کتاب	احادیث
۱- جو چھوٹا ہے اس کی رحمت کے لائق ہے۔ مگر صاحبان قوت کا امتحان سختی سے کیا جائیگا۔(۶: ۴، ۷)۔	۱- اشد الناس عذاباً للناس فی الدنیا اشد الناس عذاباً باعند اللہ یوم القیامۃ۔ (حجص ۱۵۵)۔ ترجمہ: جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف رساں ہے وہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ تکلیف پائیگا -(حجص

[1] ایک اپاکرفل کتاب ہے۔(منہ)

	۵۵)۔
۲- لیکن صادقوں کی ارواح خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ عذاب ان کو نہ چھوئیگا اور جاہلوں کے گمان میں وہ مرگئے اور ان کا گذر جانا بد بختی سمجھا گیا اور ان کا چلا جانا ہم سے ہلاکت تھا۔ لیکن وہ سلامتی میں ہیں۔ اور گو آدمیوں کی آنکھوں میں انہوں نے دکھ اٹھایا مگر ان کی امید بقا سے معمور ہے۔ اور تادیب کے بعد ان کو بڑا ثواب حاصل ہوگا۔ کیونکہ خدا نے ان کو آزمایا۔اور اپنے لائق پایا۔" (۳: ۱، ۶)۔	۲-فی سورۃ آل عمران - (۳: ۱۳۳) لا تحسبین الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً بد احیاءً ولاھم یحزنون۔ ترجمہ: یہ مت سمجھو کہ خدا کی راہ میں قتل کئے ہوئے لوگ مرے ہوئے ہیں۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔-- اور نہ ان پر کچھ تکلیف ہے۔ (سورہ آل عمران ۳: ۱۳۳)۔
۳- اس نے ان کو(صادقوں کو) سونے کی طرح بھٹی میں تایا اور ان کو سوختنی قربانی کی طرح قبول کیا اور وقت پر عزت پائینگے - صادق لوگ چمکیں گے اور چنگاڑیوں کی مانند سرکنڈوں کے درمیان دوڑینگے۔ (۳: ۶، ۹)۔	۳- مثل المومن حین یصیبہ البلاء کمثل الحدیدۃ تاخل النارفیذھب خبثھا ویبقی طیبھا (حجص ۱۳۵)۔ ترجمہ: مومن کی مثال تکالیف میں لوہے کی مثال ہے کہ جب وہ آگ میں ڈالا جاتا ہے تو اس کی خباثت جاتی رہتی ہے اور اس کا اچھا حصہ باقی رہتا ہے (حجص ۱۳۵)
غزل الغزلات کی کتاب	احادیث
۱- میں سوتی ہو ں میرا دل جاگتا ہے (۵: ۲)	۱- تنام عینای ولاینام قلبی (حبص ۱۷۵) ترجمہ: میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے۔(حص ۱۷۵)

یشوع بن سیراخ	احادیث
۱- اے میرے بیٹے اپنی جوانی کے شروع ہی سے تادیب حاصل کر تو، تو حکمت کو بڑھاپے میں پائیگا- پس تو اس کو جلالی پوشاک کی طرح پہنیگا اور خوشی کے تاج کی مانند اپنے سر پر رکھیگا-" (۶: ۱۸، ۳۲)	۱- ان اللہ یحب الشاب الذی یغنی شبابہ فی طاعۃ اللہ (جص ۹۸)- ترجمہ: خدا اس جوان کو دوست رکھتاہے جس نے اپنی جوانی کو خدا کی فرمانبرداری میں صرف کیاہے-(جص ۹۸)-
۲- اپنے آپ کو عورت کے سپرد نہ کروتا نہ ہو وہ تیری طاقت پر غالب آجائے-" (۹: ۲)	۲- طاعۃ المراۃ ندامۃ (جص ۹۴)- ترجمہ: عورت کی فرمانبرداری ندامت ہے (جص ۹۴)-
۳- اپنے دشمن کی موت پر خوش مت ہو، یاد رکھ کہ ہم سب کے سب مرجائینگے (۸: ۸)	لا تظهر الشماتة باخیک فیرحمہ اللہ ویبتلیک (جص ۱۹۱) ترجمہ: اپنے بھائی کی مصیبت سے خوش مت ہو- کیونکہ خدا اس پر رحم کریگا- اور تجھے اس میں مبتلا کرے گا-(جص ۱۹۱)- اگر بمرد عدوجائے شادمانی نیست کہ زندگانی مانیز جداوانی نیست (سعدی)
۴- پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھادیتا ہے- اور خیرات گناہوں سے چھٹکارادیتی ہے -(۳: ۳۳)	الصدقة تطفی الخطیئة کما یطفی الماء النار (جص ۹۲) تصدقوا فان الصدقة فکاککم من النار (جص ۳۲)- ترجمہ: صدقہ دو- کیونکہ صدقہ تمہیں آگ سے چھڑائیگا-(جص ۳۲)-
۵- اپنے سارے کاموں میں اپنے آخری انجام کو یاد رکھ تو تو ابد تک ہرگز گناہ نہ کرے گا(۷: ۴)	۵- اکثر ذکر الموت یسلک عماسواہ (جص ۲۱۳) اکثروا ذکر الموت فانہ یمحص الذنوب ویزھد فی الدنیا (جص ۱۷) ترجمہ: موت کا زیادہ کرنا برائی سے بچاتا ہے-(جص ۲۱۳) اکثر موت کو یاد کیا کرو- کیونکہ وہ گناہ کو دور کرتا ہے اور دنیا سے بے پروا (جص ۱۷)
۶- خداوند کو سب ناپاکی سے نفرت ہے (۱۵: ۱۳)	۶- ان اللہ ینبغض الفاحش البذی (من ۳۴)- ترجمہ: ہر گناہ اور بدکاری پر خدا غصہ ہوتا (من ۳۴)-
۷- نذرانے اور رشوت دانشمند آنکھوں کو اندھا کرتے ہیں اور منہ میں لگام کی طرح اس کی دھمکیوں کو روکتے ہیں" (۲۰: ۳۱)-	۷- الهدیة تعور عین الحکیم - الهدایا لکامراء غلول الهدیة تذهب بالسمع و القلب والبصر (جص ۱۷۶)- ترجمہ: ہدیہ دانا کی آنکھوں کو اندھا کرتاہے- ہدئے امیروں کے طوق گردن ہیں- ہدیہ کان، دل اور بصریت کو بیکار کرتا ہے -(جص ۱۷۶)-
۸- وقت کو جلدی لا اور موت کو یاد کر کہ تجھے عجائبات کی خبر دی جاتی (۳۶: ۱۰)-	۸- اغتنمنوا العل وبادروا الاجل- (جص ۲۰)- ترجمہ: کام کرنے کو غنیمت جانو اور موت کی

۹- "اور غمگینی وقت سے پہلے بڑھاپالاتی ہے۔(۳۰: ۲۶)۔

اشعیا نبی کی کتاب

۱- خداوند نے فرمایا جا ان لوگوں سے کہہ کہ تم سنا کرو پر سمجھو نہیں تم دیکھو کرو پر بوجھو نہیں۔"(۶: ۹)۔

۲-خداوند فرماتا ہے - یہ لوگ زڈان سے تو میری نزدیکی چاہتے ہیں۔ اور لبوں سے میری تعظیم کرتےہیں۔ لیکن ان کے دل مجھ سے دورہیں(۲۹: ۱۳)۔

تیاری کرو۔(حجص ۲۰)

۹- الھم نصف الھرم - (حجص ۱۷۶) وقال المتنبی فی ھذاالمعنی -

والھم یخترم الجسیم مخافة ویشیب ناصیه الصبی فیھرم -

ترجمہ: غم آدھا بڑھاپا ہے(حجص ۱۷۶) -

متنبی نے کیاخوب کہاہے کہ:

غم جسم کو کاٹتا ہے اور بچے کو قبل ازوقت بڈھا بناتاہے۔

احادیث

۱- یدعواللہ المنافق فلا یسمع ینظر ولایبصر (من ۲۳۰)۔ وفی سورة الاعراف (۷: ۱۹۷) وان تدعو ھم الی الھدی الا یسمعوا وتراھیم ینظرون الیک وھمہ لایبصرون -

ترجمہ: خدا منافق کو پکارتاہے لیکن وہ نہیں سنتا اور آنکھ رکھتا ہے لیکن نہیں دیکھتا - (من ۳۰: ۲ سورہ الاعراف ۷: ۱۹۷)۔

۲- ویل لمن یذکر اللہ بلسانہ ویعصی اللہ فی عملہ (حجص ۱۷۸)۔

ترجمہ: افسوس ہے اس پر جوزبان سے خدا کو یاد کرتا ہے - لیکن عمل میں خدا کی نا فرمانی

۳- یہواہ میں ہوں۔ یہی میرا نام ہے۔ میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے لئے روانہ رکھونگا۔(۴۲: ۸)۔

یرمیاہ کی کتاب

۱- خداوند یوں فرماتا ہے کہ ملعون ہے وہ آدمی جو انسان پر توکل کرتاہے اور انسان کو اپنا بازو سمجھتا ہے اور جس کا دل خداوند سے برگشتہ ہوجاتاہے۔(۱۷: ۵)

حزقی ایل نبی کی کتاب

۱- لیکن اگر شریر اپنے گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں - باز آئے اور میرے تمام قوانین پرچل کر جائیز اور رواہیں عمل کرے تو وہ یقیناً زندہ رہیگا۔ وہ نہ مرے گا۔ وہ سب جو اس نے کئے ہیں اس کے خلاف محسوب نہ ہونگے۔(۱۸: ۲۱، ۲۲)

کرتاہے(حجص ۱۷۸)

۳- قال اللہ الکبیر ردائی والعظمة ازراری فمن نازعنی واحداً منھما قذفتہ فی النار (حجص ۳۰۶)۔

ترجمہ: خدا کہتا ہے کہ - کبریائی میرا لباس ہے اور عظمت میری پوشاک جوان میں سے ایک پر بھی میرے ساتھ جھگڑے گا - میں اس کو آگ میں ڈالونگا۔(حجص ۳۰۶)۔

احادیث

۱- من سعی الی الناس فھو لغیر رشدہ (حجص ۱۵۵) -

ترجمہ: جو انسانوں کے پاس دوڑ کر جاتاہے وہ گمراہ ہے(حجص ۱۵۵) -

احادیث

۱- التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (حجص ۱۷۷)۔

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا گناہ نہیں ہے۔(حجص ۱۷۷)۔

دانیال نبی کی کتاب	احادیث
۱ - اور اہل دانش آفتاب کی طرح چمکینگے اور جن کی کوشش سے بہتیرے صادق ہوگئے۔ ستاروں کی مانند ابد الآباد تک چمکیں گے۔(۱۲: ۳)	۱ - ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا(جص ۱۲۷)۔ ترجمہ: زمین پر علماء کی مثال آسمان پر تاروں کی مثال ہے - جن کو دیکھ کر لوگ چلتے ہیں۔(جص ۱۲۷)۔
ذکریا نبی کی کتاب	**احادیث**
۱ - اے بنت صیحون تو نہایت شادمان ہو اور اے دختر یروشلیم خوب للکار۔ کیونکہ دیکھ تیرا بادشاہ آتا ہے - وہ صادق ہے اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے - اور حلیم اور گدھے بلکہ جوان گدھے پر سوار ہے(۹: ۹)۔	۱ - قال فی لسان العرب (۵: ۹۶) فی حدیث عطا ابشری اوری شلمه براکب الحماء قال یرید بیت اللہ المقدس) ترجمہ: لسان العرب (۵ : ۹۶) میں لکھا ہے کہ عطاء کی حدیث میں آیاہے کہ : اے یروشلیم گدھے کے سوار پر خوشی کرو۔
اناجیل مقدسہ	**احادیث**
۱ - تو عورتوں میں مبارک ہے - اور تیرے پیٹ کا پھل مبارک ہے"(لوقا ۱: ۴۲)۔	۱ - کل بنی آدم یمسه الشیطان یوم ولدته امه الامریم وابنھا(۳۱۹) - ترجمہ: ہرایک انسان کو جس دن وہ پیدا ہوجاتاہے - شیطان چھولیتا ہے مگر مریم اور اسکے بیٹے کو نہیں چھوا(جص ۳۱۹)۔
۲ - اور جو نہیں الیشبع نے مریم کا سلام سنا تو ایسا ہوا کہ بچہ (یحییٰ) اس کے پیٹ میں	۲ - خلق اللہ یحی بن زکریا فی بطن امه مومنا (جص ۲۰۵)۔

اچھل پڑا۔اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی (لوقا ۱: ۴۱)۔	ترجمہ: خدا نے یحییٰ زکریا کے بیٹے کو اس کی ماں کے پیٹ میں ایماندار پایا -(جص ۲۰۵)۔
۳- خدا سے سب کچھ ہوسکتا ہے - (مرقس ۱۰: ۲۷)۔ کیونکہ کوئی بات خدا کے نزدیک ناممکن نہیں"(لوقا ۱: ۳۷)۔	۳- اذا اراد اللہ خلق شئ لم یمنعه شئ (جص ۲۵)۔ ترجمہ: خدا جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتاہے۔ تو کوئی چیز اس کو نہیں روک سکتی ہے۔(جص ۲۵)۔
۴- "افسوس تم پر جو دولتمند ہو۔(لوقا ۶: ۲۴)۔	۴۔ویل لکاعنیاء من الفقراء(جص ۴۵۵)۔ ترجمہ: افسوس ہے دولتمندوں پر (جص ۴۵۵)۔
۵- مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان	۵- نعم الشئ الفقر (جص ۱۶۶) قمت علی باب الجنة فاذا عامة من دخلھا المساکین (جص ۳۱۴)۔ ترجمہ: غریبی اچھی چیز ہے۔(جص ۱۶۶) میں جنت کے دروازہ پر کھڑا رہا تو کیا دیکھتا ہوں کہ داخؒ ہونے والوں میں عموماً غریب تھے(جص ۳۱۴)۔
۶ - تم دنیا کے نور ہو۔-۔ اسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو	۶ - اتبعوا العلماء فانھم سرج الدنیا ومصابیح الاخرة(جص ۱۰)۔ ترجمہ: علماء کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ دنیا

اناجیل مقدسه	احادیث
آسمان پر بڑائی کریں۔ "(متی ۱۵ : ۱۴، ۱۶)۔	کے اور آخرت کے چراغ ہیں۔(جص ۱۰)۔
۷۔ تم زمین کے نمک ہو۔ اگر نمک کا مزہ جاتا ہے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائیگا۔"(متی ۵: ۱۳)۔	۷۔ مثل اصحابی کالملح لایصلح الطعام الا بہ (جص ۴۰۲)الایجازو والا عجاز للثعالی (ص ۶) ومثلہ للشاعر بالملح تصلح ماتخشی تغیر فکیف بالملح ان حلت بہ الغیر ۔ ترجمہ: میرے اصحاب نمک کی طرح ہیں ۔ جس کے بغیر خوراک اچھی نہیں ہوسکتی (جص ۴۰۲)۔ ایک شاعر کہتا ہے کہ: جس چیز کے بگڑ جانے کا خوف ہو وہ نمک سے اچھی ہوسکتی ہے ۔ لیکن اگر خود نمک بگڑ جائے تو پھر کس چیز سے اچھا ہوسکیگا۔
۸۔ کبوتروں کی مانند بھولے بنو"(متی ۱۰ : ۱۶)۔	۸۔ کونوا بلھاً کالحمام (احیاء علوم الدین للغزالی۔ دخلت الجنۃ فاذا اکثر اھلھا البلہ (جص ۲۱۷) ۔ ترجمہ: کبوتر کی طرح بھولے بنو۔ احیاء علوم الدین غزالی میں ہے کہ:

اناجیل مقدسه	احادیث
	میں جنت میں داخل ہوا تو جنت کے اکثر رہنے ولے بھولے تھے۔(جص ۲۱۷)۔
۹۔ عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے و۔ اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائیگی۔ اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لئے ناپا جائیگا۔ (متی ۷: ۱، ۲)۔	۹۔مکتوب فی الانجیل کما تدین تدان وبالکیل الذی تکمیل تکتال (جص ۴۰۴)۔ ترجمہ: انجیل میں لکھاہے کہ: جس طرح تم دوسروں کے ساتھ کروگے۔ اسی طرح تمہارے ساتھ کیا جائیگا اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائیگا ۔(جص ۴: ۴)۔
۱۰ ۔مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیاجائیگا۔(متی ۵: ۷)۔ جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تو بھی رحم دل ہو (لوقا ۶: ۳۶)۔	۱۰ ۔من یرحمہ الناس یرحمہ اللہ ومن لا یرحمہ الناس لایرحمہ اللہ (جص ۱۶۲) کونوا رحما فان اللہ رحیم یحب کل رحیم (من ۱۱۵)۔ ترجمہ: جو لوگوں پر رحم کرتا ہے ۔ خدا اس پر رحم کرتاہے ۔ اور جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا ۔(جص ۱۶۲)۔ تم مہربان بن جاؤ۔ کیونکہ خدا مہربان ہے اور وہ مہربان کو پیار کرتاہے(من ۱۱۵)۔
۱۱۔ اسی طرح تمہارے ساتھ میرا آسمانی باپ بھی کرے گا۔ اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کو دل سے معاف نہ کرے(متی	۱۱۔ اسمحوا یسمع لکمہ (جص ۵۵) من لا یغفر لایغفر لہ (جص ۴۳۶)۔ ترجمہ: درگذر کرو تو درگز کئے جاؤ گے۔

۱۸: ۳۵)۔

۱۲۔ اے باپ انہیں معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں ۔(لوقا ۲۳: ۳۴)۔

۱۳۔ پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔(متی ۷: ۱۲، ولوقا ۶: ۳۱)۔

۱۴۔ ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ لوگوں کو

(حجص ۵۵) جو معاف نہیں کرتا ہے معاف نہیں کیا جائے گا۔(حجص ۴۳۶)۔

۱۲۔ اللھم اغفر مقوی فانھم لایعلمون (من ۲۵)۔

ترجمہ: الہیٰ میری قوم کو بخش دے ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتی ہے۔(من ۲۵)۔

۱۳۔ احبب للناس ماتحبہ نفسک (حجص ۱۶ الاغافی ۱۹: ۵۵) لا یومن احد کم حتی یحب لاخیہ مایحبہ نفسہ من (۱۸۶) ونظمہ الشاعر فقال:

واصنع الی الناس کمثل الذی تختاران یصنعہ الناس بد۔

ترجمہ: جو اپنے لئے پسند کرتاہ ے لوگوں کے لئے پسند کر۔(حجص ۱۶) الاغانی (۱۹: ۵۵) تم میں سے کوئی ایماندار نہیں بنتا۔ جب تک وہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے (من ۱۸۶) ایک شاعر کہتا ہے کہ:

تو لوگوں کے ساتھ وہی کر جو تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرے ساتھ کریں۔

۱۴۔ انما بعثت رحمۃ ولم ابعث عذاباً

ہلا کرے ۔ بلکہ اس لئے کہ لوگوں کو بچائے (لوقا ۹: ۵۲)۔

۱۵۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا ہے۔ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکیگا۔(متی ۷: ۳، ۵)۔

(حجص ۱۳۵)۔

ترجمہ: میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ عذاب(حجص ۱۳۵)۔

۱۵۔ اذا ردت ان تذکر عیوب غنیک فاذکر عیوب نفسک (حجص ۲۶)روی فی الاغانی لسکنیۃ بنت الحسین بن علی (۱۴: ۱۷)افی واللہ وایاک کالذی یری الشعرۃ فی عین صاحبہ والایری الخشبۃ فی عینہ۔ یبصرا احد کم القدی فی عین اخیہ وینسی الجذع فی عینہ (حجص ۴۶۷)۔

ترجمہ: جب تو دوسروں کی عیب جوئی کرنا چاہے تو بہتر ہے کہ تو اپنی عیب جوئی کوئے (حجص ۲۶)۔ آغانی (۱۴: ۱۷۰) میں بی بی سکینہ بنت حضرت امام حسین کے متعلق روایت ہے کہ:

قسم خدا کی میں اور تم اس شخص کی طرح ہیں جو اپنے بھائی کی آنکھ میں چھوٹا سا بال دیکھتا ہے ۔ لیکن اپنی آنکھ کی لکڑی نہیں دیکھتا ہے۔ تم میں سے اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے ۔ لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔(حجص ۴۶۷)۔

انجیل	حدیث
۱۶۔ تم سب بھائی ہو"(متی ۲۳: ۸)۔	۱۶۔ المسلمہ اخوالمسلمہ (جحص ۴۴۰) ترجمہ: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ۔(جحص ۴۴۰)۔
۱۷۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ (متی ۵: ۴۴، لوقا ۱۱: ۳۷)۔ کیونکہ تم اگر اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر ہے ۔ محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے۔"(متی ۵: ۴۶)۔	۱۷۔ صل من قطعک واحسن الی من اساء الیک (جحص ۲۵۶) الفضل فی ان تصل من قطعک وتعفو عمن ظلمک (جحص ۶۶، ۳۰۳)۔ ترجمہ: اس سے تعلق پیدا کرو جو تجھ سے قطع تعلق کرتا ہے۔ اس کے ساتھ نیکی کر جو تجھ سے بدی کرتا ہے (جحص ۲۵۶)۔ فضیلت اس میں ہے کہ تو اس سے تعلق پیدا کرے جو تجھ سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے۔ اور اس کو معاف کرے جو تجھ پر ظلم کرتا ہے۔(جحص ۶۶، ۳۰۳)۔
۱۸۔ آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہونگے۔(متی ۱۰: ۳۶)۔	۱۸۔ اعدی عدوک زوجتک وماملکت یمینک (جحص ۶۰)۔ ترجمہ: تیرا سب سے بڑا دشمن تیری بیوی اور دیگر متعلقین ہیں (جحص ۶۰)۔
۱۹۔ اس وقت پطرس نے پاس آکر اس سے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی گناہ کرے ۔ تو میں کتنی دفعہ اسے معاف کروں۔ ---۔ بلکہ سات دفعہ کے ستر گنے تک ۔" (متی ۱۸:۲۱، ۲۲)	۱۹۔ اعف عن الخادم کل یوم سبعین مرۃ (من ۱۹)۔ ترجمہ: اپنے خادم کو ہر روز ستر بار معاف کر۔ (من ۱۹)۔
۲۰۔ اور یوحنا بپتسمہ دینے دنوں سے اب تک آسمان کی بادشاہت پر زور ہوتا رہا ہے۔ اور زور آور اسے چھین لیتے ہیں۔(متی ۱۱: ۱۲)۔	۲۰۔حفت الجنۃ بالمکارہ الثعابی المحاضرۃ والتمثیل من نسخنا وفی الایجا بزوالا عجازلہ ص ۶: ۷ من ۶۹) ان ابواب الجنۃ تحت اظلال السیوف (خ۳: ۱۹ حص ۱۱۳)۔ ترجمہ: جنت تکلیفوں سے گھری ہوتی ہے۔ (من ۶۹) جنت کے دروازے شمشیروں کے سائے کے نیچے ہیں (خ۳: ۱۹۱ جحص ۱۱۳)۔
۲۱۔ جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے ۔ وہ میرے لائق نہیں۔"(متی ۱۰: ۳۷)۔	۲۱۔ لایومن احدکم حتی اکون حب الیہ من ولد وہ ولدہ والناس اجمعین۔(۱: ۹)۔ ترجمہ: تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ کو اپنے باپ اور بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیار نہ کرے ۔(خ ۱: ۹)۔
۲۲۔ یسوع نے اس سے کہا تو ، تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے۔(یوحنا ۲۰: ۲۹)۔	۲۲۔ طوبی لمن رآنی وآمن بی طوبی لمن آمن بی ولمہ یرنی (جحص ۱۷۱)۔ ترجمہ: مبارک ہے وہ شخص جس نے مجھے دیکھا اور ایمان لایا ۔ اورمبارک ہے وہ شخص

جس نے مجھے نہیں دیکھا اور ایمان لایا (حجص ۱۷۲)۔

۲۳۔ فقیہ اور فریسی ۔۔۔ جو کچھ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ (متی ۲۳: ۲، ۳)۔

۲۳۔ انظروا قریشا فخدوامن قولھم وذروا فعلھم (حجص ۱۴۳)۔
ترجمہ: قریش جو کہیں وہ کرو۔ لیکن ان کے افعال سے بچو (حجص ۱۴۳)۔

۲۴۔ جو قیصر کا ہے۔ وہ قیصر کو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو ادا کرو۔" (متی ۲۲: ۲۰)۔

۲۴۔ ادو الکامراء حقھم واسا لو اللہ حقکمہ (روایۃ احیاء علوم الدین للغزالی)
ترجمہ: امیروں کا حق ادا کرو۔ اور خدا سے اپنا حق طلب کرو۔ (احیاء امام غزالی)۔

۲۵۔ اس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہت میں آفتاب کی مانند چمکیں گے۔" (متی ۱۳: ۴۳)

۲۵۔ ان اھد علیین یشرف احد ھم علی اھل الجنۃ فیضئ وجہ لاھد الجنۃ کما یضئ القمر لیلۃ البدر لاھل الدنیا (حجص ۱۱۶)۔
ترجمہ: اہل علیین میں سے ایک اہل جنت پر ظاہر ہوگا۔ اس وقت اس کا چہرہ جنت والوں پر ایسا چمکیگا۔ جس طرح پورا چاند دنیا والوں پر چمکتا ہے۔ (حجص ۱۱۶)۔

۲۶۔ جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑئیے۔" (متی ۷: ۱۵)۔

۲۶۔ ان بین یدی الساعۃ کذا بین فاحذروھم (صحیح مسلمہ ۶: ۴)۔
ومثلہ للشاعر
وذا الذئاب استنجحت لک مرہ فحذار منھا ان تعود ذما بالذئب اخبت مایکون اذا بدا متبساً بین النعاج اھابا۔
ترجمہ: قیامت کے نزدیک بہت جھوٹے پیدا ہونگے۔ ان سے ڈرو۔ (م۔ ۶: ۴)۔
ایک شاعر کہتا ہے کہ:
جب بھیڑئیے بکری کے لباس میں ظاہر ہوں تو اس سے ڈرو۔ کیونکہ وہ پھر بھیڑیا ہی بنے گا۔ سب سے خبیث بھیڑیا وہی ہے جو بکریوں کی کھال میں ظاہر ہو۔

۲۷۔ مانگو تو تمہیں دیا جائیگا۔ ڈھونڈو تو پاؤگے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائیگا۔ (متی ۷: ۳)۔

۲۷۔ من طلب شیئاً وجد وجد من قرع الباب ولج ولج (من ۱۳۰) سل تعط (حجص ۸۵)۔
ترجمہ: جو مانگتا ہے اور کوشش کرتا ہے۔ جو کھٹکھٹاتا اور اصرار کرتا ہے داخل ہوتا ہے۔ (من ۱۳۰) مانگ کہ تجھ کو دیا جائیگا۔ (حجص ۸۵)۔

۲۸۔ ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے۔ نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا آسمانی باپ انہیں کھلاتا ہے (متی ۶: ۲۶)۔

۲۸۔ دوانکمہ تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرز قکمہ کما ترزق الطیر تغد وخما صاً وتروح بطانا (حجص ۳۶۸)۔
ترجمہ: اگر تم خدا پر کامل بھروسہ کرو تو تم کو ایسا ہی رزق پہنچائیگا۔ جس طرح پرندوں کو پہنچاتا ہے۔ کہ وہ صبح کے بھوکے اٹھتے ہیں۔

۲۹- جب دعا مانگو تو اس طرح مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے ۔ تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر ہوتی ہے ۔ زمین پر بھی ہو۔ (متی ۶: ۹، ۱۰)۔

۳۰- جب تو خیرات کرے تو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جائے ۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا۔ (متی ۶: ۴)۔

۳۱- اور جس کسی نے گھروں یا بھائیوں یا بہنوں یا باپ یا ماں یا بچوں یا کھیتوں کو

اور شام کو سیر ہوجاتے ہیں (حجص ۳۶۸) ۔

۲۹- اذا تالمہ احداو تالمہ خوہ فلیقل ربنا انت فی السماء لتیقدس اسمک لیکن ملکو تک فی السماء والا رض۔ (حدیث ابی داؤد ۱: ۱۰۱)۔

ترجمہ: جب کوئی شخص یا اس کا بھائی تکلیف میں ہو تو کہے" اے ہمارے رب تو جو آسمان پر ہے۔ تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آسمان اور زمین پر قائم ہوجائے۔"(ابوداؤد ۱: ۱۰۱)۔

۳۰- فی صحیح البخاری (۱: ۱۷) یمداللہ یوم الدین من عمل الصدقۃ سراً بحیث لا تعلمہ یدہ الشمال مافعلۃ یمینہ۔

ترجمہ: قیامت کے دن خدا اس شخص کو بڑھائیگا ۔ جس نے اس طرح پوشیدہ خیرات دی ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو اس کا علم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا کیا۔ (خ ۱: ۱۷)۔

۳۱- ان اللہ تعالیٰ لا یظلمہ المومن حسنۃ یعطی علیھا فی الدنیا ویثاب علیھا فی الاخرۃ (حجص ۹۶) ۔

میرے نام کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔ اس کو سو گنا ملیگا ۔ اور ہمیشہ کی زندگی کا وارث ہوگا۔ (متی ۱۹: ۲۹)۔

۳۲- اور جو کوئی شاگرد کے نام سے ان چھوٹوں میں سے کسی کو صرف ایک پیالہ ٹھنڈا پانی ہی پلائیگا ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر ہر گز نہ کھوئیگا۔ (متی ۱۰: ۴۲)۔

۳۳- کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائیگا وہ چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا۔ وہ بڑا کیا جائے گا۔ (لوقا ۱۴: ۱۱)۔

۳۴- جب کوئی تجھے بلائے تو صدر جگہ پر نہ بیٹھ بلکہ سب سے نیچی جگہ پر بیٹھ (لوقا ۱۴: ۷، ۱۱)۔

۳۵- جو تم میں بڑا ہونا چاہیے۔ وہ تمہارا خادم

ترجمہ: خدا مومن کی نیکی کو کم نہیں کریگا۔ دنیا میں اس کو اس کا بدلہ ملیگا۔ اور قیامت میں ثواب (حجص ۹۶)۔

۳۲- من سقی عطشاناً فارواہ فتح لہ باب الجنۃ (من ۱۰۴) ۔

ترجمہ: جو شخص کسی پیاسے کو شکم سیر پانی پلائیگا ۔ اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا۔ (من ۱۰۴)۔

۳۳- من تکبر وضعہ اللہ (من ۱۵۱) من تواضع اللہ رفعہ ومن تجبر قمعہ (حجص ۴۱۴)۔

ترجمہ: جو تکبر کرتا ہے خدا اس کو نیچا دکھائیگا (من ۱۵۱) جو تواضع کرتا ہے خدا اس کو سر بلند کرتا ہے ۔ جو ظلم کرتا ہے۔ خدا اس کو برباد کریگا۔ (حجص ۴۱۴)۔

۳۴- ان من التواضع الرضی بالدون من شرف المجالس (حجص ۴۱۰)۔

ترجمہ: تواضع یہ ہے کہ مجلس میں سب سے پائیں پر راضی ہوجائے۔ (حجص ۴۲)۔

۳۵- سید القوم خادمھم (حجص ۲۴۴ من

بنے۔ اور جو تم میں اول ہونا چاہے۔ وہ سب کا غلام بنے (مرقس ۱۰: ۴۳، ۴۴)۔	۸۶)۔ ترجمہ: قوم کا خادم ان کا سردار ہے۔ (جحص ۲۴۴، من ۸۶)۔
۳۶۔ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہوجانا۔ (متی ۱۹: ۲۴)۔	۳۶۔ فی اصحابی اثنا عشر منافقاً منھم ثمانية لایدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم لایرۃ (جحص ۱۰۳وسورہ اعراف ۳۸)۔ ترجمہ: میرے اصحاب میں ۱۲ منافق ہیں۔ ان میں آٹھ ایسے ہیں۔ کہ جنت میں داخل نہ ہونگے۔ جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو۔ (جحص ۱۰۳ سورہ اعراف ۳۸)۔
۳۷۔ پاک چیز کو کتوں کو نہ دو۔ اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو" (متی ۷: ۶)۔	۳۷۔ لا تظر حوالدر فی افواہ الکلاب (جحص ۴۶۱) لا نظر حوالدار تحت ارجد الخنازیر (من ۱۹۲) وتمثیل تعالبی۔ ترجمہ: موتی کو کتوں کے منہ میں مت پھینکو (جحص ۴۶۱)۔ موتی کو سوروں کے پاؤں کے نیچے مت پھینکو (من ۱۹۲) وتمثیل ثعالبی۔
۳۸۔ جو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے وہ اس کو کھودیتا ہے اور جو دنیا میں اپنی جان سے عداوت رکھتا ہے وہ اسے ہمیشہ کی زندگی	۳۸۔ من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ من احب آخرۃ اضر بار نیا فآ اثروا ما یقی علی مایفنی (جحص ۴۰۸)۔

کے لئے محفوظ رکھیگا۔ (یوحنا ۲: ۲۵)۔	ترجمہ: جو شخص دنیا کو پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کا نقصان کرتا ہے۔ پس تم فانی چیز کے بدلے باقی رہنے والی چیز کو اختیار کرو۔ (جحص ۴۰۸)۔
۳۹۔ اپنے لئے آسمان پر مال جمع کرو۔ (متی ۶: ۲۰)۔	۳۹۔ من یتنرو ودفی الدنیا نیفعہ فی آلاخرۃ (جحص ۴۳۶)۔ ترجمہ: جو شخص دنیا میں زاد آخرت تیار کرتا ہے۔ اس کو آخرت میں فائدہ دیگا۔ (جحص ۴۳۶)۔
۴۰۔ دیکھو لوقا کی انجیل (۱۵: ۴، ۱۰)۔ میں لکھا ہے کہ: اسی طرح ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت خدا کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوگی۔	۴۰۔ اللہ افرح تبوبۃ عبدہ من العقیم اوالدین ومن انصال الواجد ومن الظلمآن الوارد (جحص ۳۵۷)۔ ترجمہ: خدا اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ عقیم بچہ پیدا ہونے پر اور کھوئی ہوئی کے مل جانے پر اور پیاسے کو پانی مل جانے پر خوشی ہوتی ہے۔ (جحص ۳۵۷)۔
۴۱۔ افسوس تم پر جو ہنستے ہو۔ کیونکہ تم ماتم کروگے اور روؤگے۔ (لوقا ۶: ۲۵)۔	۴۱۔ من اذنب وھو یضحک دخل النارہ وھو یبکی۔ (جحص ۴۱۰)۔ ترجمہ: جو گناہ کرتا ہے اور ہنستا ہے آگ میں داخل ہوگا اور روئیگا۔ (جحص ۴۱۰)۔

۴۲۔ مگر جو آخر تک برداشت کرے گا وہی نجات پائے گا۔(متی ۱۰ : ۲۶)۔	۴۲۔ النصرح مع الصبر والفرج الکرب وان من العسر لیراً(جص ۴۴۴)۔ ترجمہ: فتح مندی صبر کے ساتھ راحت تکلیف کے ساتھ پیوست ہے۔ اور تنگدسی دولتمندی کے ساتھ(جص ۴۴۴)۔
۴۳۔ اچھا آدمی اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور برا آدمی برے خزانہ سے بری چیزیں نکالتا ہے۔(متی ۱۲ : ۳۵)۔	۴۳۔ الرجل اصالح یاتی بالخبر الصالح والرجل السویاقی۔ بالخبر السوء (جص ۲۳۲)۔ ترجمہ: نیک شخص نیک اور برابری خبر لاتا ہے۔(جص ۲۳۲)۔
۴۴۔ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کرچکا۔(متی ۵: ۲۸)۔	۴۴۔ زنا العینین النظر (جص ۲۳۴)۔ ترجمہ: آنکھوں کا زنا بری نگاہ ہے ۔(جص ۲۳۴)۔
۴۵۔ اے ریاکر فقہیوں اور فریسیو تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو۔(متی ۲۳۔ ۲۹)۔	۴۵۔ لعن اللہ لیھود ۔ اتخذ واقبور انبیاء ئھم مساجد(خ ۲: ۸۳)۔ ترجمہ: خدا یہود پر لعنت کرے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا۔(خ ۲: ۸۳)۔
۴۶۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ جو اوپر سے تو خوبصورت۔	۴۶۔ مثل الفاجر کمثل القبر المشرف المجصص یعجب من راہ وجونہ ممتلی نتنا (جص ۱۰۴)۔ ترجمہ: بدکار شخص اس قبر کی طرح ہے جو اوپر سے چونے سے پکی اور خوبصورت لیکن

	اس کے اندر بدبو سے بھری ہوئی ہو۔(جص ۴۰۱)۔
۴۷۔ اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہیے تو حکموں پر عمل کرو۔(متی ۱۹ : ۱۷)۔	۴۷۔ من اشتاق الی الجنۃ سابق الی الخیرات (جص ۱۴۸) ۔ ترجمہ: وہ نیکی میں سبقت کرے۔ (جص ۱۴۸)۔
۴۸۔ ان سب کو نکال دیا جو ہیکل (بیت اللہ) میں خریدوفروخت کررہے تھے(متی ۲۱ : ۱۲)۔	۴۸۔ نھی عن الشری والبیع فی المسجد (جص ۴۴۵)۔ ترجمہ: مسجد میں خریدوفروخت سے منع کیا گیاہے ۔(جص ۴۴۵)۔
۴۹۔ وہ وقت آتا ہے کہ جتنے گھروں میں ہیں۔ اس کی آواز سن کر نکلیں گے ۔ جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے۔ سزا کی قیامت کے واسطے (یوحنا ۵: ۲۸، ۲۹)۔	۴۹۔ ان الساعۃ آتیۃ لاریب فیھا وان اللہ یبعث من فی القبور الملک یومذ اللہ یحکم بینھم فالذین آمنوا وعملوا الصالحاف فی جنات النعیم والذین کفرو ---- فاولک لھم عذاب مھین (سورۃ الحج ۷، ۵۵)۔ ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت آنے والی اور خدا ان سب کو زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔ اس خدا کی بادشاہت ہوگی۔ اور خدا حکومت کرے گا۔ پس جس کے اچھے کام کئے وہ جنت میں اور جس نے برے کام کئے ہیں۔ وہ دوزخ میں جائینگے ۔

	(سورہ حج ۷: ۵۵)۔
۵۰- بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کردیا ہے۔(یوحنا ۵: ۲۲)۔	۵۰- لیھبطن ۔ عیسی بن مریم حکماً واماماً مقسطاً (حجص ۳۸۲)۔ ترجمہ: ضرور عیسیٰ ابن مریم حکم اور مام اور عدال ہو کر اتریںگے۔(حجص ۳۸۲)۔
۵۱- پھر اس نے ان سے کہا قوم پر قوم بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی۔ اور بڑے بڑے بھونچال آئینگے اور جا بجا کال اور مری پڑیگی اور آسمان پر بڑی بڑی دہشت ناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہونگی۔(لوقا ۲۰: ۱۰، ۱۱)۔	۵۱-فی صحیح البخاری (۲: ۲۱)۔ لا تقوم الساعة حتی یقبض العملہ وتکثر الذلازل ویتقارب الزمان وتظھر الفتن ویکثر الھرج۔ ترجمہ: قیامت نہ ہوگی جب تک علم نہ جائے۔ کثرت سے زلزلے آئیں گے اور شور شر پیدا ہونگے۔(خ ۲: ۲۱)۔
۵۲: آدمیوں کے حکم کی نسبت خدا کا حکم ماننا زیادہ فرض ہے۔(اعمال ۵: ۲۹)۔	۵۲: لا طاعة لمخلوق فی معیصة الخالق (من ۱۸۴)۔ ترجمہ: مخلوق کی فرمانبرداری خدا کی نافرمانی میں جائز نہیں۔(من ۱۸۴)۔
۵۳- کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہونگے ۔" (۱ کرنتھیوں ۶: ۹)۔	۵۳- ان الجنہ لا تحل لعاصٍ (من ۳۶)۔ ترجمہ: کسی گناہگار کے لئے جنت حلال نہیں (من ۳۶)۔
۵۴- راستبازوں کے لئے ایمان لانا دل سے ہوتا ہے۔ اور نجات کے لئے اقرار منہ سے کیا جاتا ہے۔"(رومیوں ۱۰: ۱۰)۔	۵۴- الایمان اقرار باللسان وتصدق بالقلب عمل بالارکان ۔(حجص ۱۶۳)۔ ترجمہ: ایمان زبان سے اقرار کرنا اوروں سے

	تصدیق کرنا اور اعضا سے عمل کرنا ہے۔ (حجص ۱۶۳)۔
۵۵- ہر ایک آدمی جھوٹا ہے۔(رومیوں ۳: ۴)۔	۵۵- کل ابن آدم خطاء (حجص ۱۱۴)۔ ترجمہ: ہر بنی آدم خاطی ہے۔ (حجص ۱۱۴)۔
۵۶- دینداری کے لئے ریاضت کر، دینداری سب باتوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ آئندہ زندگی کا بھی اسی کے لئے وعدہ ہے (۱ تمتاؤس ۴: ۷، ۸)۔	۵۶- علیک بتقوی اللہ فانھا جماع کل خیر (حجص ۲۸۰ من ۹۸)۔ ترجمہ: خدا سے ڈرنا ہر نیکی کا جامع ہے۔ (حجص ۲۸۰ من ۹۸)۔
۵۷- ہر شخص اعلیٰ حکمتوں کے تابعدار رہے کیونکہ کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو۔ پس جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہے وہ سزا پائیں گے (رومیوں ۳: ۱، ۲)۔	۵۷- السلطان ظل اللہ فی لارض فمن اکرمہ کرمہ اللہ ومن اھانہ اھانہ اللہ (حجص ۲۴۷)۔ ترجمہ: بادشاہ زمین پر خدا کا سایہ ہے جو اس کی تکریم کرتا ہے۔ خدا اس کی تکریم کرتا ہے اور جو اس کی توہین کرتا ہے خدا اس کی توہین کرتا ہے۔(حجص ۲۴۷)۔
۵۸- جو چیزیں نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سنیں۔	۵۸- ان فی الجنة ما لاعین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب احد (حجص ۱۲۰) ۔ ترجمہ: جنت میں وہ ہے جس کو نہ آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کان نے سنا ہے اور کسی کے دل میں گذرا ہے۔(حجص ۱۲۰)۔
۵۹- پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے	۵۹- یضل اللہ من یشباء ویھدی من یشاء

اور جسے چاہتا ہے ۔سخت کرتا ہے ۔ (رومیوں ۹: ۱۸)۔	(سورۃ ۳۴ المدثر)۔۔ ترجمہ: خدا جس کو چاہتا ہے ۔ گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتاہ ے ہے ہدایت دیتا ہے۔ (سورہ مدثر ۳۴)۔
۶۰ ۔ بدعتی شخص سے کنارہ کر (طیطس ۳: ۱۰)۔	۶۰ ۔ ایاکم ومحد ثات الامور فان کل محدثة بدعة وکلب بدعة ضالال، (ارشاد الطالبین ۸)۔ ترجمہ: نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی چیز بدعدت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ارشاد الطالبین صفحہ ۸)۔
۶۱ ۔ کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا۔ کیونکہ وہ دن نہیں آئیگا۔ جب تک کہ پہلے برگشتگی نہ ہو اور وہ گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا فرزند ظاہر نہ ہو جو مخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خدا یا معبود کہلاتا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے۔ ----۔ جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک کریگا۔(۲ تھسلنکیوں ۲: ۳، ۴)۔	۶۱ ۔ لم یسلط علی الدحال الاعیسی بن مریم (حجص ۳۶۵)۔ لیقتلین ابن مریم الدجال بباب لد (حجص ۳۸۱)۔ ترجمہ: بجز عیسیٰ ابن مریم کوئی دجال پر غالب نہیں آسکتا ہے۔ (حجص ۳۶۵) ابن دجال کو باب لد میں ضرور قتل کریں گے۔ (حجص ۳۸۱)۔
۶۲ ۔ ایمان بھی اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہو تو اپنی ذات سے مردہ ہے (یعقوب ۲: ۱۵، ۱۶)۔	۶۲ ۔ الایمان قول وعمل (حجص ۵۶)۔ ترجمہ: ایمان قول وعمل کا نام ہے (حجص ۵۶)۔

۶۳ ۔ یعقوب کا خط (۳۰: ۵، ۱۲)۔	۶۳ ۔ اکثر الناس ننزباً یوم القیامة اکثر خطایا ابن آدم فی لسانہ (حجص ۷۰)حب الاعمال الی اللہ حفظ للسان (حجص ۱۵ : من ۶)۔ ترجمہ: قیامت کے دن ہی زیادہ گنہگار ثابت ہوگا۔ جس نے زیادہ کلام کیا ہے۔ بنی آدم کی خطائیں اکثر ان کی زبان میں ہیں۔ (حجص ۷۰)خدا نزدیک سب سے پیارا کام زبان کی نگہداشت ہے (حجص ۱۵ من ۶)۔
۶۴ ۔ دنیا سے دوستی کرنا خدا سے دشمنی کرنا ہے۔"(یعقوب ۴: ۴)۔	۶۴ ۔ حب الدنیا راس کل خطیة (حجص ۱۹۶ ۔من ۶۸) ۔ ترجمہ: دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی چوٹی ہے۔" (حجص ۱۹۲ من ۶۸)۔
۶۵ ۔ جو دعا ایمان کے ساتھ ہوگی ۔ اس کے باعث بیمار بچ جائیگا۔ (یعقوب ۵: ۱۵)۔	قم فصل ان فی الصلاة شفاء (حجص ۱۱۰)۔ ترجمہ: اٹھ عبادت کر عبادت میں شفا ہے (حجص ۱۱۰)۔
۶۶ ۔ خداوند سے ڈرو بادشاہ کی عزت کرو۔(۱ پطرس ۲: ۱۷، ۱۸)۔	۶۶ ۔ یجلو المشائخ (من ۵۶) ۔ ترجمہ: بزرگوں کی عزت کرو۔ (من ۵۶)۔
۶۷ ۔ کیونکہ اس کو (خدا کو) ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔" (۱ یوحنا ۳: ۲)۔	۶۷ ۔ انکمہ ستروں ربکمہ یوم القیامة عماناً ۔ (من ۱۴۵) ۔ ترجمہ: تم خدا کو قیامت کے دن کھلے طور پر دیکھو گے (من ۴۵)۔

۶۸ - میں جن جن کو عزیز رکھتا ہوں ان سب کو ملامت اور تنبیہ کرتا ہوں(مکاشفات ۳: ۱۹)۔	۶۸ - اذا احب اللہ عبداً ابتلاہ (حجس ۲۳)۔ ترجمہ: جب خدا کسی کو پیار کرتا ہے تو اس کو ابتلاء میں ڈالتا ہے۔(حجس ۲۳)۔
۶۹ - اور اس میں(آسمان کی بادشاہت میں) کوئی ناپاک چیز کوئی شخص جو گھنونے کام کرتا ہے جھوٹی باتیں گھڑتا ہے۔ ہر گز داخل نہ ہوگا۔(مکاشفات ۲۲: ۲۷)۔	۶۹ - تنظفوا فانہ لایدخل الجنۃ الا نظیف (حجس ۱۰۲و۱۶۲)۔ ترجمہ: پاک ہوجاؤ۔ کیونکہ جنت میں پاک کے سوائے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ (حجس ۱۰۲، ۲۱۲)۔
۷۰ - میں الفہ اور اومگہ یعنی ابتدا اور انتہا ہوں (مکاشفات ۲۱: ۶)۔	۷۰ - انما بعثت فاتحاً وخاتماً (حجس ۱۳۴)۔ ترجمہ: میں ابتدا اور انتہا میں بھیجا گیا ہوں (حجس ۱۳۴)

فیض سوم

انبیاء

گذشتہ ابواب میں ہم نے یہ بتلایا کہ کس طرح اہل عرب نے اسلام سے قبل اہل کتاب سے علم الہیات کا اکتساب کیا۔ اس باب میں ہم ان تاریخی معارف کا ذکر کرینگے۔ جن کا تعلق قصص الانبیاء کے ساتھ ہے۔ اور یہ الہیات کی آخری بحث ہے۔ قصص الانبیاء کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن حضرت آدم کا قصہ اس وقت تک مکمل نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ جب تک تخلیق کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس لئے ہم اول کتاب پیدائش کے پہلے باب سے اس کے تیسرے باب کی ۲۱ویں آیت تک نقل کرینگے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح خدا نے اول آسمان پھر زمین اور پھر نباتات اور پھر حیوانات اور آخر میں انسان کو خلق کیا اور پھر ہم تبلائینگے کہ کس طرح یہ باتیں عربوں میں پھیل گئیں۔

تخلیقِ عالم از کتاب پیدائش

خدا نے ابتدا میں زمین وآسمان کو پیدا کیا اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا۔اور خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔

اور خدا نے کہا کہ روشنی ہوجا اور روشنی ہوگئی اور خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے۔ اور خدا نے روشنی کو تاریکی سے جدا کیا اور خدا نے روشنی کو تو دن کہا۔ اور تاریکی کو رات اور شام ہوئی اور صبح ہوئی سو پہلا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ نبیوں کے درمیان فضا ہو۔ تاکہ پانی پانی سے جدا ہوجائے۔ پس خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانی کو فضا کے اوپر کے پانی سے جدا کیا اور ایسا ہی ہوا اور خدا نے فضا کو آسمان کہا اور شام ہوئی اور صبح ہوئی سو دوسرا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہو کہ خشکی نظر آئے اور ایسا ہی ہوا اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہوگیا تھا۔ اس کو سمندر اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہوگیا تھا۔ اس کو سمندر اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بوٹیوں کو اور پھل دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلیں اور جو زمین پر اپنے آپ ہی میں بیج رکھیں اگائے اور ایسا ہی ہوا۔ تب زمین نے گھاس اور بوٹیوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق ان میں بیں اگایا اور خدا نے دیکھا ہے کہ اچھا ہے اور شام ہوئی اور صبح ہوئی سو تیسرا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ فلک پر نیر ہوں کہ دن کو رات سے الگ کریں اور وہ نشانوں اور زمانوں اوردنوں اور برسوں کے امتیاز کے لئے ہوں اور وہ فلک پرانور کے لئے ہوں کہ زمین پر روشنی ڈالیں اور ایسا ہی ہوا ۔ سو خدا نے دو بڑے نیر بنائے ۔ ایک نیر اکبر کہ دن پر حکم کرے اور ایک نیر اصغر کہ رات پر حکم کرے اور اس نے ستاروں کو بھی بنایا اور خدا نے ان کو فلک پر رکھا کہ زمین پرروشنی ڈالیں اور دن پر اور رات پر حکم کریں اور اجالے کو اندھیرے سے جدا کریں اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے اور شام ہوئی اور صبح ہوئی سو چوتھا دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ پانی جانداروں کو کثرت سے پیدا کرے اور پرندے زمین کے اوپر فضامیں اڑیں۔ اور خدا نے بڑے بڑے دریائی جانوروں کو اور ہر قسم کے جاندار کوجو پانی سے بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی جنس کے موافق اور ہر قسم کے پرندوں کو ان کی جنس کی موافق پیدا کیا۔اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے اور خدا نے ان کو یہ کہہ کر برکت دی کہ پھلو اور بڑھو اور ان سمندروں کے پانی کو بھردو اور پرندے زمین پر بہت بڑھ جائیں۔ اور شام ہوئی اور صبح ہوئی سو پانچواں دن ہوا۔

اور خدا نے کہا کہ زمین جانداروں کو ان کی جنس کے موافق چوپائے اور رینگنے والے جاندار اور جنگلی جانور ان کی جنس کے موافق پیدا کرے اور ایسا ہی ہوا ۔ اور خدا نے جنگلی جانوروں اور چوپایوں کو ان کے جنس کے موافق بنایا اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے۔ پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں اور وہ سمندر کی مچھلیوں اور آسمان کے پرندوں اور چوپایوں اور تمام زمین اور سب جانداروں پر جوزمین پر رینگتے ہیں اختیار رکھیں اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پرپیدا کیا۔خدا کی صورت پر اس کو پیدا کیا۔ نرو ناری ان کو پیدا کیا اور خدا نے ان کو برکت دی اور کہا کہ پھلو اور بڑھو اور زمین کو معمور و محکوم کرو۔ اور سمندر کی مچھلیوں اور ہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جوزمین پر چلتے ہیں اختیار رکھو اور خدا نے کہا کہ دیکھومیں تمام روئے زمین کی کل بیج دار سبزی اور ہر درخت جس میں اس کا بیج دار پھل ہو تم کو دیتا ہوں۔ یہ تمہارے کھانے کو ہوں۔ اور زمین کے کل جانوروں کے لئے اور ہوا کے کل پرندوں کے لئے اور ان سب کے لئے جوزمین پر رینگنے والے ہیں۔ جن میں زندگی کا دم ہے۔ کل ہری بوٹیاں کھانے کو دیتا ہوں اور ایسا ہی ہوا اور خدا نے سب پر جو اس نے بنایا تھا نظر کی اور دیکھا کہ بہت اچھا ہے۔ اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو چھٹا دن ہوا۔" (پیدائش ۱ : ۱ ، ۳۱)۔

سو آسمان اور زمین اور ان کے کل لشکر کا بنانا ختم ہوا۔اور خدا نے اپنے کام کو جسے وہ کرتا تھا ساتویں دن ختم کیا اور اپنے سارے کام سے جسے وہ کررہا تھا ۔ ساتویں دن فارغ ہوا اور خدا نے ساتویں دن کو برکت دی۔ اور اسے مقدس ٹھہرایا۔ کیونکہ اس میں خدا ساری کائنات سے جسے اس نے پیدا کیا اور بنایا فارغ ہوا۔

یہ ہے آسمان اور زمین کی پیدائش جب وہ خلق ہوئے۔ جس دن خداوند خدا نے زمین اور آسمان کو بنایا اور زمین پراب تک کھیت کا کوئی پودا نہ تھا اور نہ میدان کی کوئی سبزی اب تک اگی تھی۔ کیونکہ خداوند خدا نے زمین پر پانی نہیں برسایا تھا۔ اور نہ زمین جوتنے کو کوئی انسان تھا۔ بلکہ زمین سے کہر اٹھتی تھی اور تمام روئے زمین کو سیراب کرتی تھی اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔

اور خداوند نے مشرق کی طرف عدن میں ایک باغ لگایا اور انسان کو جسے اس نے بنایا تھا وہاں رکھا اور خداوند خدا نے ہر درخت کو جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے کے لئے اچھا تھا۔ زمین سے اگایا اور باغ کے بیچ میں حیات کا درخت اور نیک و بد کی پہچان کا درخت بھی لگایا اور عدن سے ایک دریا باغ کے سیراب کرنے کو نکلا۔ اور وہاں سے چار ندیوں میں تقسیم ہوا۔ پہلی کا نام فیسون ہے اور جوحویلہ کی ساری زمین کو جہاں سونا ہوتا ہے گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس زمین کا سونا چوکھا ہے۔ اور وہاں موتی اور سنگِ سلیمانی بھی ہیں۔ اور دوسری

ندی کا نام جیحون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور تیسری ندی کا نام دجلہ ہے اور جو اسور کے مشرق کو جاتی ہے اور چوتھی ندی کا نام فرات ہے۔

اور خداوند خدا نے آدم کو لے کر باغ عدن میں رکھا کہ اس کی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خداوند خدا نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھاسکتاہے۔ لیکن نیک وبد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا۔ کیونکہ جس روز تونے اس میں سے کھایا تومرا۔

اور خداوند خدا نے کہا کہ آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں میں اس کے لئے ایک مددگار اس کی مانند بناؤنگا۔ اور خداوند خدا نے کل دشتی جانور اور ہوا کے کل پرندے مٹی سے بنائے اور ان کو آدم کے پاس لایا کہ دیکھے کہ وہ ان کے کیا نام رکھتاہے۔ اور آدم نے جس جانور کو جو کہ وہی اس کا نام ٹھہرا۔ اور آدم نے کل چوپایوں اور ہوا کے پرندوں اور کل دشتی جانوروں کے نام رکھے پر آدم کے لئے کوئی مددگار اس کی مانند نہ ملا۔ اور خداوند خدا نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سوگیا اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا۔ اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ اور خداوند خدا اس کی پسلی میں سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر اسے آدم کے پاس لایا۔ اور آدم نے کہا یہ تو اب میری ہڈیوں میں سے ہڈی اور میرے گوشت میں سے گوشت ہے۔ اس لئے وہ ناری کہلائیگی۔ کیونکہ وہ نر سے نکالی گئی۔ اس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑیگا۔ او راپنی بیوی سے ملا رہیگا۔ اور وہ ایک تن ہونگے۔ اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے۔ اور شرماتے نہ تھے۔ پیدائش ۲: ۱، ۲۵۔

اور سانپ کل دشتی جانوروں سے جن کو خداوند خدا نے بنایا تھا چالاک تھا۔ اور اس نے عورت سے کہا کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل تم نہ کھانا؟ عورت نے سانپ سے کہا کہ باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں۔ پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے۔ اس کی بابت خدا نے کہا ہے۔ کہ تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مرجاؤ گے۔ تب سانپ نے عورت سے کہا کہ تم ہرگز نہ مروگے۔ بلکہ خدا جانتا ہے۔ کہ جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل جائینگی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔ عورت نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لئے اچھا ہے اور آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لئے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔ تب دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور ان کو معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ اور انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی کر اپنے لئے لنگیاں بنائیں۔ اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا سنی اور آدم او راس کی بیوی نے آپ کو خداوند خدا کے حضور سے باغ کے درختوں میں چھپایا۔ تب خداوند خدا نے آدم کو پکارا اور اس سے کہا کہ تو کہاں ہے۔ اس نے کہا میں نے باغ میں تیری آواز سنی اور میں ڈرا کیونکہ میں ننگا تھا۔ اور میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اس نے کہا تجھے کس نے بتایا کو تو ننگا ہے؟ کیا تونے اس درخت کا پھل کھایا۔ جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟ آدم نے کہا کہ جس عورت کو تونے میرے ساتھ کیا ہے۔اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا۔ اور میں نے کھایا۔ تب خداوند نے عورت سے کہا کہ تونے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھ کو بہکایا تو میں نے کھایا۔

اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا۔ اس لئے کہ تونے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ تو اپنے پیٹ کے بل چلیگا۔ اور اپنی عمر بھر خاک چاٹیگا۔ اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلیگا۔ اور تو اس کی ایڑی پر کاٹیگا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں دردِ حمل کو بہت بڑھاؤنگا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی۔ اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا۔ اور آدم سے اس نے کہا کہ چونکہ تونے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا۔ اس لئے

زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائیگا۔ اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگائیگی۔اور تو کھیت کی سبزی کھائیگا۔ تو اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائیگا۔ جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے۔ اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے۔ کیونکہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائیگا۔ اور آدم نے اپنی بیوی کا نام حوا رکھا۔ اس لئے کہ وہ زندوں کی ماں ہے ۔ اور خداوند خدا نے آدم اور اس کی بیوی کے واسطے چمڑے کے کرتے بنا کر ان کو پہنائے۔پیدائش ۳: ۱، ۲۱۔

بائبل مقدس کے ابواب بالا کومد نظر رکھ کر ذیل کے اشعار ملاحظہ کریں اور ان لوگوں کی فہم وفراست کی داد دیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ بائبل مقدس کا عربی زبان میں اس وقت ترجمہ نہیں ہوا تھا۔

المقدسی کتاب البدر ۱: ۱۵- ۱۵ میں اشعار ذیل کو نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

وقد ذكرت حكماء العرب ومن كان يدين الله منهم بدين الانبياء فى اشعار ها وضبها كيف كان مبدا لخلق فمنه قول عدى بن زيد وكان نصرانياً يقراالكتب۔ یعنی "عرب کے حکما اور وہ لوگ جو خدا کی پرستش انبیاء کے مذہب پر کرتے تھے۔ اپنے اشعار اور خطبوں میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح خلقت کی ابتداء ہوئی۔ ان میں سے ایک عدی بن زید ہے۔ جو عیسائی تھا اور کتب مقدسہ کو پڑھا ہوا تھا۔ اس کے اشعار از قرار ذیل ہیں:

اسمع حديثاً لكى يوماً تجاربه
عن ظهر غيب اذا ما سائل سالا
ان كيف ابدى اله الخلق نعمة
فينا وعرفنا آياته الاولا
كانت رياحاً وماءً ذا عرانية
وظلمة لم يدع فتقاً والا خللا
فآمرا لظلمة السوادء فانكشفت
وعزل الماء عما كان قد شغلا
وبسطا لارض بسطا ثم قدرها
تحت السماء سواءً مثل فعلا
وجعل المشس مصراً لا خفاء بہ
بين النهار وبين الليل قد فصلا
قفى لستة ايام خلائقه
وكان آخر شى صور الرجلا

ترجمہ: یہ بات سن لے تا اگر کوئی تجھ سے غیب کی باتوں کے متعلق سوال کرے تو، تو اس کا جواب دے سکے کہ کس طرح خدا نے خلق کیا اور اپنی نعمتوں سے ہمیں سرفراز کیا اور اپنی نشانیوں سے ہمیں آگاہ کیا۔ خدا نے دنیا کو جب پیدا کیا تو اس وقت شدت کی ہوا تھی اور سراسر پانی تھا۔ اور روئے زمین پر سراسر اندھیرا تھا۔

خدا نے اندھیرے کو حکم دیا اور وہ دور ہوگیا اور پانی نے اپنا شغل چھوڑ دیا۔ یعنی سمٹ گیا اور زمین آسمان کے نیچے پھیلائی گئی ۔ اور آفتاب کو دن رات کے درمیان حد فاصل ٹھہرایا۔ خدا نے خلقت کا کام چھ دنوں میں پورا کیا اور سب سے آخر انسان کو پیدا کیا۔

آدم

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معبوث ہونے اور قرآن شریف کے نازل ہونے سے مدتوں پہلے اہل کتاب اور بالخصوص مسیحی شعرا کی وساطت سے خوب پھیل چکا تھا۔ مسیحی شعراء نے اس قصہ کو پیدائش کی کتاب سے لیا اور اپنے خیالات کا جامہ پہنا کر عرب کے طول وعرض میں پہنچایا۔ ان شعراء میں امیہ بن ابی صلت اور عدی بن زید بہت ہی مشہور

ہیں۔ہم حضرت آدم کا قصہ عدی بن زید کے کلام میں سے پیش کرتے ہیں۔ جن کے متعلق جاحظ کہتے ہیں کہ : سانشد ک لعدی بن زیدو . کان نصرانیاً دیاناً وترجماناً وصاحب کتاب ومن دهاة ذالک الدهر" یعنی میں عدی بن زید کے اشعار تجھے سناتا ہوں جو ایک مسیحی دین پرور۔ مترجم اور صاحب کتاب اور اس زمانہ کے ہوشیار لوگوں میں سے تھا۔ (کتاب الحیوان مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۶۵)۔

عدی بن زید کہتا ہے کہ:

قضی لستته ایام خلائقه

وکان آخر ها ان صور الرجلاً

دعاه آدم صوتاً فاستجاب له

بنفخته الروح فی الجسم الذی حیلا

ترجمہ: خدا نے چھ دنوں میں اپنی مخلوقات کو پیدا کیا۔ جس کے آخر میں انسان کو صورت بخشی۔ خدا نے اس کو آدم کے نام سے پکارا۔ جس کا جواب ہم اس روح کے طفیل سے دیا جو اس میں پھونکی گئی تھی۔

اس کے بعد وہ حضرت آدم کی پسلی سے بی بی حوا کے پیدا ہوجانے اور دونوں کو جنت میں داخل ہونے اور شیطان سے آزمائے جانے اور پھر جنت سے نکالے جانے کا بیان کرتا ہے کہ:

ثمت اورثه الفردوس یعمرها

وزوجةً صنعةً من ضلعه جعلا

لم ینهه ربه عن غیر واحدة

من شجرٍ طیبٍ ان شم اوا کلا

نعمدً اللتی من اکلهاً نهیا

باهر حواء لمه تا خذ له الدغلا

کلا هما خاط اذبر لبو سهما

من ورق التین ثوباً لم یکن غزلا

فکانت الحیة الرقشاء اذ خلقت

کماتریٰ ناقةً فی الخلق اوجملا

فلا طهما الله اذا غوت خلیفة

طول اللیائی لم یجعل لها اجلا

تمشی علی بطنها فی الدهر ماعمرت

لا لترب تاکله حزناً وان سهلا

فا تعبا ابوانا فی حیا تهما دوجدا الجوع ولا وصاب والعلا

ترجمہ: پھر خدا نے آدم کو جنت میں داخل کیا۔ تاکہ اس کو آباد کرے۔ اور اس کی پسلی سے اس کی بیوی بنائی۔ خدا نے آدم کو جنت کے کسی اچھے درخت کے کھانے اور سونگھنے سے منع نہیں کیا سوائے ایک درخت کے۔ دونوں نے اسی شجر ممنوعہ کا قصداً ارادہ کیا۔ یہ حوا کے سبب سے ہوا جو شیطان کے فریب کو نہ تاڑ سکی۔ دونوں خاطی ہوئے اور خدا نے انجیر کے پتوں سے ان کے لئے بغیر بنے لباس بنایا۔

نقش دار سانپ جب پیدا کیا گیا تھا اونٹ کی طرح چار پاؤں والا تھا۔ جب اس نے بغاوت کی اور اس کے خلیفہ کو فریب دیا تو ہمیشہ کے لئے خدا نے اس کے پاؤں کو نیست کیا تاکہ اپنے پیٹ پر چل کر زمین کی مٹی کھاتا رہے۔

خدا نے ہمارے والدین کو یہ سزا دی کہ اپنی زندگی میں تکالیف بھوک اور مصائب جھیلتے رہیں۔" (حیاۃ الحیوان جاحظ صفحہ ۶۶ جلد ۴ مطبوعہ مصر)

عصامی نے اپنی کتاب بسطا النجوم العوالی فی ابناء الاوائل والتوالیؒ۔ نسخہ مکتبہ شرقیہ کے صفحہ ۱۹ میں عدی کے اور اشعار نقل کئے ہیں کہ کس طرح شیطان نے بی بی حوا کو بہکایا اور کس طرح خدا نے سانپ اور طاؤس کو سزا دی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

سعی الرجیم الی حوا بوسوسہ
غوت بہا وغدی معہا ابوالبشر
خلقان من مارج انشاء خلیفتہ
وآخر من تراب الارض المدلہ
انشا ہما لیطیعا فخا لفہ
ابلیس من امرہ للحین والقدر
فابلس اللہ ابلیساً واسکنہ
داراً من الخلد بین الروض والشجر
فاغتا ابلیس من بغی ومن حسد
فاختال للحیۃ الرقطاء والطیر
فاد خلاہ بایمان موکدۃ
اعطما ہما بیمین کاذب غدر
مناک سار الی حوا بوسوسۃ
العت بغراتہا معہا ابا البشر
فاہبطو من معا صیہم وکلہم
نائی المحل فقید العین والا ثر
واہبط اللہ ابلیسا وا وعدہ
ناراً تلہب با لسمار والشر ر
وانزل اللہ منفادوس رختمہ
من صوتہ وبرھی رجلیہ بالنکر
واعقب الحیۃ الحسناء حین عفت
مسخ القوائم بحد المسعی کا لبقر
واعقب اللہ حوا بالذی فعلت
بالطمث والطلق والا حران والفکر

ترجمہ: شیطان رجیم (راندہ شدہ) نے حوا کے دل میں وسوسہ ڈالا جس کی وجہ سے اس کو اور ابوالبشر (حضرت آدم) کو گمراہ کیا۔

خدا نے اپنی مخلوقات کو دو قسم پر بنایا۔ ایک کو بھڑکتی ہوئی آگ سے اور دوسری کو مٹی اور ڈھیلے سے۔ خدا نے ان دونوں کو اس لئے پیدا کیا کہ اس کی اطاعت کریں۔ لیکن ابلیس نے ہلاک ہونے کے لئے اس کی مخالفت کی۔

پس خدا نے ابلیس کو ناامید کیا اور حضرت آدم کو جنت کے گنجان درختوں میں رکھا۔ اس لئے شیطان گمراہی اور حسد کے مارے غصہ ہوا اور سانپ اور طاؤس کے پاس حیلہ ڈھونڈنے لگا۔

ان دونوں نے شیطان کے اصرار اور جھوٹی قسموں میں آکر اس کو جنت میں پہنچایا۔ وہاں اس نے حوا کو وسوسہ دیا اور اس کو اور آدم کو فریب دیا۔

پس وہ عصیاں کی وجہ سے جنت سے نکال دئے گئے۔ ایسی حالت میں کہ اپنے محل سے دور تھے اور کس مپرسی کی حالت میں مارے مارے پھرتے تھے۔ اور طاؤس کی آواز کو کمزور اور اس کے پاؤں کو بدشکل کردیا اور شیطان کے پاؤں کو مسخ کردیا۔ حالانکہ وہ گائے کی طرح پاؤں پر چلتا تھا۔ اور حوا کو اس کی خطا کی وجہ سے یہ سزا دی گئی کہ وہ طمث اور دکھ کا اور طلاق اور فکروں میں مبتلا رہے۔

نوح علیہ السلام اور طوفان

حضرت انبیاء آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد صحف مطہرہ میں کسی اور واقعہ کا بیان اس اہتمام کے ساتھ نہیں ہوا ہے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے زمانے کے طوفان کا ہوا ہے۔ عرب جاہلیت نے اس واقعہ فاجعہ کو اہل کتاب سے لیا اور ان کے شاعروں نے اقصائے عرب تک پہنچایا۔ چنانچہ ابن ابی صلت اس واقعہ کو یوں نظم میں بیان کرتا ہے کہ:

الحان يفوت المرء رحمة ربنر
وان كان تحت الارض سبعون واديا
كرحمة نوح يوم حل سفينه
مشيعة كانوا جميعاً ثمانياً
فلما استنار الله تنور ارضه
ففار وكان الماء فى الارض ساحيا
ترفع فى جرى كان اطيطه
مريف مجال يستعيد الدواليا
على ظهر جون لم يعد لراكب
سراه وغيم البس الماء واجيا
فصارت بها ايا مها ثتم سبعة
وست ليال دائبات عواطيا
تشق بهمه تهوى باحسن امرة
كان عليها هادياً وفواتياً
وكان لها الجودى نهيا دغاية
واصبح عنها موجة متواخيا

ترجمہ: یہاں تک کہ خدا کی رحمت انسان پر سبقت کرتی ہے۔ اگرچہ زمین کے انتہائی طبقوں کے اندر ہو۔

جس طرح کہ نوح کو اس کی رحمت نے گھیر لیا جبکہ وہ کشتی میں اپنے آٹھ متعلیقین کے ساتھ داخل ہوا۔

جب خدا نے چاہا تو زمین کے تنور کو حکم دیا اور تو وہ کھل گیا اور اس سے زمین پر پانی امڈ آیا۔

پانی زمین پر بڑھتا گیا اور اس سے زور شور کی آواز نکلتی تھی۔ اور چاروں طرف بادلوں کی وجہس ے اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

اسی حالت میں نوح علیہ السلام کی کشتی کو سات دن اور چھ رات تک اٹھائے ہوئے چلتی رہی۔

کشتی پانی کو چیرتے ہوئے فرمانبرداری کے ساتھ جارہی تھی۔ گویا کہ اس کو ایک رہبر اور ملاح لے جارہا ہے۔

اس کشتی کا انتہائے گردش جودی پہاڑ پر ختم ہوا۔ اور وہیں جا کر موجوں نے اسے چھوڑ دیا۔

(کتاب الحیوان للجاحظ ۲: ۱۱۸ وکتاب البدء للمقدسی ۳: ۲۴)۔

پھر کہتا ہے کہ:

فار تنوره وجاش بماً
طم فوق الجبال حتى علاها
قيل للعبد سرفسار وبا الله
على الهول سيرها وسرا ها
قيل فا هبط تناهت بل الفلسك

راس شاهق مرسا ها

ترجمہ: زمین کا تنور جوش مارنے لگا۔ اور اس کثرت سے پانی بہنے لگا کہ بڑے بڑے پہاڑوں کے اوپر گیا۔ خدا کے بندے نوح علیہ السلام سے کہا گیا کہ کشتی لے کر چل۔ چنانچہ وہ اس خوفناک حالت میں خدا کے بھروسہ پر چل نکلا۔ پھر اس سے (نوح سے) کہا گیا کہ کشتی سے نکل آ۔ ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر تیری کشتی ٹھہری ہوئی ہے۔ (کتاب البدء ۳: ۲۴)۔

پھر کہتا ہے کہ:

عرفت ان لن یفوت الله ذوقدم

وانہ من امیر السو ینقم

المسیح الخشب فوق الماء سخرھا

خلال جریتھا کانما عوم

تجری سفینة نوح فی جوانیہ

بکل موج مع ا لاروح تقتم

مشحونة ودخان الموج یرفعھا

ملای وقد صرعت من حولھا الاصم

حتی تسوت علی الجودی راسیة

بکل ما استو دعت کا انھا اطم

ترجمہ: میں نے جان لیا ہے کہ کوئی قدیم چیز خدا کی رحمت سے محروم نہیں رہی ہے اور نہ خدا امر اسوء کو انتقام لئے بغیر چھوڑ دیتا ہے۔

ہمارا خدا وہ خدا ہے جو لکڑی (کشتی) کو پانی پر چلاتا ہے اور وہ پانی پر ایسی کلولیں مارتی ہوئی چلتی ہے کہ گویا پانی اس کے قبضہ میں ہے۔

نوح کی کشتی کو اس وقت پانی پر چلایا جبکہ اس کی چاروں طرف پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا جاری تھا۔ پانی کا تموج اس کو اوپر اٹھائے لئے جارہا تھا۔ اور وہ بھری ہوئی تھی اور اس کی چاروں طرف بے دین اقوام کی لاشیں تیر رہی تھیں۔

یہاں تک کہ کشتی اپنی امانتوں سمیت جودی پہاڑ پر ایک قلعہ کی طرح آکر ٹھہر گئی۔

(خزانتہ الادب والب لباب لسان العرب ۴۰۴)۔

پھر یہی باخدا شاعر یہ بتلاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں حیوانوں میں سے کیا کیا تھے۔

تصریح الطیر والبریة فیھا

مع قوی السباع والا فیال

مرفیھا من کل ما عاش زوج

بین ظھری غوارب کا لجیال

ترجمہ: از قسم پرندہ وچرندہ ودرندہ وہاتھی در پردہ دار نہ کوہان والا وغیرہ ذالک ایک ایک جوڑا اس میں موجود تھا۔

پھر یہی شاعر اس کبوتر کے متعلق بیان کرتا ہے۔ جس کو نوح علیہ السلام نے کشتی سے خشکی دریافت کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

دارسلت الحمامة بعد سبع

تدل علی الحالک لا تھاب

تلمس ھل تری فی لا رض عیناً

وعائنة بھا الماء العباب

فجاء بعد ما رکضت بقطفٍ

علیہ الثاط والطین الکیاب

ترجمہ: پھر سات دنوں کے بعد کبوتر کو بھیجا گیا تا کہ پانی کا تموج اوراس کے مہالک دریافت کرآئے۔ وہ کبوتر ایک ڈالی منہ لے کرآیا۔ جس پر چکنی مٹی لگی ہوئی تھی۔

ابراہیم ، اسحاق ، لوط علیہ السلام

ابراہیم کا نام عرب جاہلیت میں ابراہیم بھی آیا ہے اور ابراہم اور ابرہیم بھی۔ اور آپ کا لقب " خلیل اللہ بھی مذکور ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب آنحضرت کے جدِ امجد کعبہ کی بناء کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

عذت لماء عاذبہ ابرهم　　مستقبل القبلة وهوقائم

انی للک اللهم عان راغم

ترجمہ: میں اس خدا کی پناہ میں آیا ہوں۔ جس کی پناہ میں ابراہم ، ابراہیم ، قبلہ رخ ہو کر کہتا تھا۔ کہ اے خدا میں نہایت عجز وانکساری کے ساتھ تیرے حضور کھڑا ہوں ۔ (المعرب للجوالیقی صفحہ ۹، لسان عرب ۱۴ : ۳۱۴)۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

نحن آل الله فی کعبة لم یزل ذالک علی عهد ابراهم

ترجمہ: ہم خدا کی اولاد ہیں جو اس کے کعبہ میں رہتے ہیں اور ابراہم (ابراہیم) کے زمانہ سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

فاصحبت فی دار کریم مقامها

تعللک فیها بالکرامته لاهیا

تلاقی خلیل الله فیها ولمه تکن

من الناس جباراً الی النار هاویا

ترجمہ: تو ایک ایسی متبرک جگہ میں مقیم ہو گیا ہے۔ جس کی قربت ڈھونڈھنے والا ہمیشہ عزت کے ساتھ رہتا ہے۔ تو اس میں خلیل سے ملاقات کرے گا۔ پس تو لوگوں میں سرکش اور لوگوں کو آگ میں ڈالنے والا مت بن۔" (شعراء النصرانیہ صفحہ ۶۱۸)۔

امیہ بن ابی صلت حضرت ابراہم کے اس ذبح عظیم (یعنی حضرت اسحاق کی قربانی گردانے) کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا مفصل بیان تورات مقدس میں موجود ہے کہ:

سبحو! للملیک کل صباح

طلعت شمسہ وکل هلال

ولا براهیمہ الموفی بالنذر

احتساباً وحامل الا جذال

بکره لمہ لیکن لیصبروعنہ لو

راه فی معشرٍ اقتال

ولہ مدیہ تخایل فی للحم

حذام حیتة کا اهلال

ابنی انی نذرتک الله

شحیطاً فاصبر فدیً للک حالی

فاجاب الغلام ان قال فیہ

کل شی الله غیر انتحال

ابتی اننی جزیتک باالله

تقیاً بہ علی کل حالب

فاقض ماقدندرت الله واکفف

عن دمی ان یمسہ سربالی

واشدد الصفد لا حيد سكمن
حيد الا سير ذی الا غلال
اننی آلمہ المحز وانی
لا امس الا ذقان ذات التبال
جعد الله حیدہ من نحاسٍ
اذرآہ زولاً من الازوال
بینما یخلع السرابیل عنہ
فکہ ربہ بکبش جلال
قال خذہ وار رسل ابندافی
الذی فد فعلمتا غیر قال
والد یتقی وآخر مولود
قطار اعنہ بسمع معال
ربما تجزع النفوس من الامر
لہ فرجة کحل العقال

ترجمہ: خدا کی تسبیح کرو ہر صبح کو آفتاب کے نکلتے وقت اور ہر چاند کے طلوع ہونے کے وقت یعنی صبح وشام۔

اور ابراہیم کی تعریف کرو جس نے اپنی نذر پوری ادا کی اور جو لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والا تھا۔ تا کہ اپنے لڑکے کو جس سے وہ غیروں سے لڑتے وقت ایک لمحہ بھی صبر نہیں کر سکتا تھا۔ بطور سوختنی قربانی گذرانے۔

ابراہیم کے ہاتھ میں ایک تیز اور خمیدہ (ہلالی شکل) چھرا تھا۔ جو کاٹنے کی نمایاں صفت رکھتا تھا۔ اس وقت آپ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ:

اے پیارے بیٹے میں نے منت مانی ہے کہ تجھ کو آلودہ خون خدا کی نذر گزرانوں اس لئے تو صبر کر۔

تب بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جان میری کیا حقیقت ہے۔ سب کچھ خدا کا ہی ہے۔ میں خدا کے نام پر ہر ایک حالت میں آپ کی فرمانبرداری کرونگا۔ جو نذر آپ نے مانی ہے۔ اس کے ادا کرنے میں تاخیر نہ کیجئے۔صرف یہ کیجئے کہ میرے خون سے میرے کپڑے کو بچائیے۔

مجھ کو خوب مضبوط باندھ دیجئے تا کہ میں نہ ادھر ادھر ہل سکوں اور نہ ہی آپ کو روک سکوں۔

جب خدا نے اس لڑکے کی بہادری دیکھی تو اسکی گردن کو تانبے جیسا سخت کر دیا اور جب اس کے والد نے اس کے کپڑے اتارے تو خدا نے اس کے عوض میں ایک مینڈھا بھیج دیا اور کہا اس کو لے کر ذبح کرو۔ اور جو کچھ تم دونوں نے کیا۔ میں اس سے راضی ہوں۔

باپ اور بیٹے کی اس خدا ترسی کی وجہ سے ان کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی۔اکثر انسان ایسے کام سے گھبراتا ہے۔ جس کا انجام نیک ہوتاہ ے۔ (خزانتہ الادب ۲: ۵۴۳ وتاریخ طبری ۱: ۳۰۸ وکتاب البدء ۳: ۶۵)۔

پھر یہی شاعر حضرت لوط اور سدوم کی بربادی اور تباہی کے متعلق کہتا ہے کہ:

ثم لوط اخوسدوم اتاها
اذاتا ها برشدهاً وهداها
راودوہ عن صیفہ ثم قالوا
فد نهیناک ان تقیم قراها
عرض الشیخ عندذالک بناتٍ
کظباء باجرح ترعا ها.

غضب القوم عند ذالک وقالوا

ایھا الشیخ خطبۃ نا باھا

اجمع القوم امرھمہ وعجور

خیب اللہ سعیھا ولحا ھا

ارسل اللہ عندذالک عذاباً

جعل الارض سفلھا اعلاھا

ورما ھا بحا صب ثم طینٍ

ذی جروف مسومٍ اذرما ھا

ترجمہ: اب لوط کا قصہ سنو جو اہل سدوم کی ہدایت اور رہبری کے لئے آیا تھا۔ سدوم والوں نے لوط کے مہمانوں کے ساتھ نامناسب حرکت کرنی چاہی اور کہا کہ ہم ان کو تمہارے یہاں ٹھہرنے نہیں دینگے۔ تب لوط نے خوبصورت لڑکیاں ان کے آگے کردیں۔ لوط کی قوم یہ دیکھ کر بہت ناراض ہوئی اور ایک بڑھیا عورت کی وساطت سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہا۔ لیکن خدا نے ان کی سعی اور کوشش کو خاک میں ملادیا اور ان پر ایسا عذاب نازل کیا جس کی وجہ سے زمین تہ وبالا ہوگئی اور ان پر آتش آمیز خاک اور سنگریزے برسائے۔ جن سے وہ سراسر تباہ ہوگئے۔(معجم البلدان یاقوت ۳: ۵۹ و کتاب البدء ۳: ۵۸ وآثار البلاد۔

حضرت یعقوب اور یوسف علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام عرب جاہلیت میں اسرائین (لسان) العرب ۱۷: ۳۵ والقلب والا بدال لابن سکیت صفحہ ۲۹) اسرال بھی آیا ہے۔ چنانچہ امیہ بن ابی الصلت کہتا ہے کہ:

ماارِی من یغیثنی فی حیاتی

غیر نفسی الا نبی اسرال

ترجمہ: زندگی بھر میں کسی کو اپنا فریادرس نہیں دیکھتا۔ بجز اپنی ذات کے اور بنی اسرائیل کے۔

جاحظ نے البیان وتبیاں ۱: ۱۹ میں عیسایئوں کے ایک فرقہ بنی ایاد کے ایک شاعر کا ایک شعر نقل کیا ہے جو حضرت یعقوب کی اس رویا کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا بیان کتاب پیدائش ۲۸: ۱۲ میں ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ:

ونحن ایاک عبید الالہ

ورھط مناجیہ فی السلمہ

ترجمہ: ہم ایاد خدا کے بندے ہیں اور اس کی قوم ہیں جس نے اس کے ساتھ سیڑھی میں بات چیت کی۔

سیموئیل جو ایک یہودی اور وفاداری میں مشہور شاعر تھا کہتا ہے کہ:

وبقایا الاسباط اسباط یعقو

ب دراس التوراۃ والتابوت

ترجمہ: اسباط کے بقایا یعقوب کی اولاد ہیں جو تورات کے پڑھنے والے اور تابوت کے اٹھانے والے ہیں۔(دیوان سیموئیل صفحہ ۱۲)۔

پھر یہی شاعر حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کے متعلق کہتا ہے کہ:

وھذا رئیس مجبتی ثم صفوہ

وسماہ اسرائیل بکرا لا وائل

ومن نسلہ السامی ابوالفضل یوسف

الذی اشبع لا سباط قمع السنا بل

وصار بمصرٍ بعد فرعون امرہ

بتبیر احلامٍ لحل المشاکل

ومن بعد احقابٍ نسواماتی لهم

من الخير والنصر العظيم الفواصل

ترجمہ: یہ خدا کا وہ برگزیدہ سردار ہے۔ جس کو اس نے اسرائیل کہا اور اس کی نسل بلند مرتبہ سے یوسف ہے جو صاحب فضیلت اور بنی اسرائیل کو اناج سے سیر کرنے والا ہے۔ فرعون کے بعد مصر میں اسی کا حکم نافذ تھا۔ اس مشکل خواب کی تعبیر کی وجہ سے بہت سالوں کے گذر جانے کی وجہ سے اس خیر و فتح عظیم اور فضائل کو بھول گئے جو ان پر نازل ہوئی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر عرب قبل از اسلام میں کثرت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ منجملہ زید بن عمرو ابن نفیل کا ایک مشہور قصیدہ ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے متعلق مشہور واقعات کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ:

رضيت بك اللهم رباً فلن ارى

ادين الها غيرك الله ثانياً

وانت الذى من فضل من ورحمة

بعثت الى موسى رسولا مناديا

وقلت له فاذهب وهارون فادعوا

الى الله فرعون الذى كان طاغيا

وقولاله ا انت سويت هذا

بلا وتد حتى اطمانت كماهيا

وقولا له انت رفعت هذه

بلا عمدٍ ارفق اذابك بانيا

وقولا له انت سويت وسطها

منيرا انا جا جنه الليل ساريا

وقولا له من يرسل الشمس غدوة

فيصبح مامست من الارض صاحيا

وقولا له من انبتا الحب فى الثرى

فاصبح منه البقل يهتزر ابيا

ويخرج منه حبة فى روسه

وفى ذاك آيات لمن كان واعيا .

ترجمہ: تیرے ساتھ اے میرے اللہ میں راضی ہوں۔ پس میں نہیں دیکھتا ہوں سوا تیرے کوئی اور دوسرا معبود جس کا دین اختیار کروں۔

اور تو وہ ذات پاک ہے کہ تونے اپنے فضل ورحمت سے موسیٰ کی طرف اپنا پیغامبر جبرائیل کو بھیجا جس نے موسیٰ کے ساتھ بات چیت کی۔

پھر تونے موسیٰ کو حکم کیا کہ تو اور ہارون دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور خدا کی طرف سے اس کو بلاؤ۔ کیونکہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔

اور تم اس سے کہو کہ کیا تونے زمین کو بغیر کسی میخ کے بچھادیا ہے۔ کہ اس طرح ثابت ہے کہ ہلتی تک نہیں۔

اور اس سے کہو کہ کیا تونے ان آسمانوں کو اس طرح بغیر ستون کے بلند کردیا ہے تو تو بڑا بنانے والا ہے اگر تونے ایسی ایسی چیزیں بنائی ہیں۔

اور کہو کہ کیا تونے ہی آسمان کے بیچ میں چاند بنایا ہے۔ جب اندھیری رات ہوتی ہے تو ہو لوگوں کو رستہ دکھاتا ہے۔

اور اس سے کہو کہ کون ہے جو صبح کے وقت سورج کو بھیجتا ہے۔ زمین پر جہاں تک اس کی روشنی پہنچتی ہے۔ روشن ہوجاتی ہے۔

اور اس سے کہو کہ کون ہے جو دانہ کو زمین میں اگاتا ہے کہ پھر اس سے ساگ وغیرہ ہرا بھرا لہلہانے لگتا ہے۔

اور پھر اس میں سے اس کے سروں میں دانے نکلتے ہیں اور ان چیزوں کی اس شخص کے واسطے نشانیاں ہیں جو ان کو دل سے سمجھ کر یاد رکھے۔

(کتاب البدء ۱: ۷۵ ابن ہشام صفحہ ۴۵ - خزانتہ الادب ۱: ۱۱۹ و ۴: ۲۴۳ فی الہاش)۔

سیموئیل مشہور یہودی شاعر جو کہ وفاداری میں ضرب المثل ہے۔

کہتا ہے کہ:

واخر جہ الباری الی الشعب کی یری

اعاجیبہ مع جودہ المتواصل

وکیما یفوزو ابا لغنیمۃ اھلھا

ومن الذھب الا بریز فوق الحمائل

السنا بنی القدس الذی نصب لھم

غمام یقیھم فی جمیع المراحل

من الشمس والا مطار کانت صیانۃ

تجیر نواد یھمہ نزول الغوائل

السنا بنی السلوی مع المن والذی

لھمہ فجر الصوان عذب المناھل

علی عدد الاسباط تجری عیونھا

فراتاز لا لا طعمہ غیر حائل

وقد مکشوافی البرعمرا محددا

یغذ یھمہ العالی بخیر ا لمآ کل

فلمہ یبل ثوب من لباس علیھم

ولمہ یحرجوا المنعل کل المنازل

وارسل نوراً کالعمود امامھمہ

ینیرا الذی کالصبح غیر مزابل

السنا بنی الطور المقدس والذی

تدخدخ للجبار یوم الزلازل

ومن ھیبۃ الرحمان دک تذلا

فشر فہ الباری علی کل طائل

ونا جی علیہ عبدہ وکلیمہ فقد سنا للرب یوم التباھل

ترجمہ: خدا نے بنی اسرائیل کو بیابان میں اس لئے نکالا تاکہ اپنے عجائبات اور مسلسل بخششیں ان کو دکھائے اور تاکہ خالص سونے کے زیورات مال غنیمت کی طرح لے کر روانہ ہوں۔ کیا ہم اس مقدس کے بیٹے نہیں ہیں جن پر تمام منزلوں میں بادل سایہ افگن رہا۔ تاکہ آفتاب کی تمازت اور دیگر مصائب کے نزول سے ان کی حفاظت ہو۔ کیا ہم من اور سلویٰ کے کھانے والوں کے بیٹے نہیں۔ جن کے لئے سخت چٹان سے آب شیریں کے بارہ چشمے جو کبھی بدمزہ نہ ہوتے پھوٹ نکلے۔ ایک مدت تک وہ بیابان میں پھرتے رہے۔ اور خدا ان کو بہترین خوراک سے سیر کرتا رہا۔ ان کا نہ تو لباس پرانا ہوا۔ اور نہ ہی ان کو پاپوشوں کی ضرورت ہوئی۔ نور کا ستون ان کے آگے آگے جاتا تھا۔ تاکہ اندھیری رات ان کے لئے دن کی طرح روشن ہوجائے۔

کیا ہم مقدس طور سینا کے بیٹے نہیں ہیں۔ جو خدا کے آگے پاش پاش ہو گیا تھا۔ چونکہ وہ خدا کی ہیبت اور جبروت کی وجہ سے متزلزل ہو گیا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو دیگر پہاڑوں پر بزرگی بخشی۔

اسی پہاڑ پر خدا نے اپنے کلیم کے ساتھ گفتگو کی۔ اور اسی روز ہمیں خدا کے حضور تقدس حاصل ہوا۔ (دیوان سیموئیل صفحہ ۱۳)۔

حضرت داؤد، سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کا عرب قبل از اسلام میں زیادہ تر ذکر یا تو ان کی کتاب زبور کے ساتھ ہوتا یا کامل الصنا زرہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ امر اول کے مفصل شواہد ہم الھامی کتب کے تحت میں بیان کرچکے ہیں۔ امر دوم کے متعلق دو ایک شواہد پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اگر ہم ان تمام شاہد کا جن کا تعلق امر دوم کے ساتھ ہے۔ یکاں یکاں ذکر کریں تو یہ مختصر کتاب اسکی گراں باری کی متمل نہ ہوسکیگی۔

حصین بن الحام المری اس فوج کی توصیف میں کہتا ہے کہ جس کا قائد حیرہ کے بادشاہ عمرو بن الھند الملقب بہ محرق تھا کہ:

علیھن فتیان کساھم محرق

وکان اف ایسکوا جادواکرما

صفائح بصریٰ اخلصتھا قیونھا

ومطردامن نسج داؤد مبھاً

ترجمہ: ان گھوڑوں پر وہ شہسوجوان سوار ہیں۔ جن کو محرک نے بصری کی خالص اور آبدار شمشیریں اور حضرت داؤد کی بنائی ہوئی زریں جن کے حلقے پیوست اور جھوٹے ہیں۔ پہنائی تھیں اور محرق کی یہ عادت تھی کہ جب وہ پہناتا تھا تو مکمل طور پر پہناتا تھا (دیوان حماسہ ابی تمام باب حماسہ)

حسیل بن سجیع الضبی اپنی زرہ کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

وبیضاء من نسج ابن داؤد نشرہ

تخیر تھا یوم اللقاء ملا بساً

ترجمہ: میں حضرت داؤد کی بنائی ہوئی اور چمکتی ہوئی زرہ لڑائی دن پہنتا ہوں۔

اعیشی زمانہ کے حوادث کے متعلق کہتا ہے کہ:

ومرا للیائی کل وقتٍ وساعة

یزھزعن للکا اوبیا عدن دانیا

وردن علی داود حتی ابدنہ

وکان یغادی العیش احضر صافیا

ترجمہ: زمانہ کے حادثے جو ہر وقت نازل ہوتے رہتے ہیں۔ بادشاہ کو تخت سے گرادیتے ہیں اور قریب ترین مطلوب کو دور کردیتے ہیں۔

جب حضرت داؤد پر جن کی زندگی عیش و عشرت کے ساتھ گزرتی تھی۔ یہ مصائب نازل ہوئے تو ان کو برباد کرگئے۔ (دیوان حماسہ حبتری)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی کثرت کے ساتھ ذکر آیا ہے۔ علی الخصوص ان کی دانائی۔ حکمرانی اور عجیب وغریب عمارات سازی اور جنات کی تابعداری کا خوب بیان ہوا ہے۔ چنانچہ نابعہ اپنے ایک مشہور قصیدہ میں جو لعمات کی تعریف میں ہے۔ نعمان کو حضرت سلیمان کی پیروی کی ترغیب دے کر کہتا ہے کہ کس طرح جنات کو حضرت سلیمان نے مسخر کیا اور ان سے شہر تدمر کو بنوایا۔

ولا اری فاعلاً فی الناس یشبھہ

ولا احاشی من الا قوام من احد

الا سلیمان اذقال الالہ لہ

قمر فی البریة فاحدد ھان عن الفند

وخیس الجن انی قداذنت لھم

یبنون تد مریا الصفاح والعمد

فمن اطا عک فانفعہ بطاعتہ

کما اطا عک واد اللہ علی الرشد

ومن عصا ک فعاقبہ معاقبہ

تنھی الظلوم ولا تعقد علی ضمد

ترجمہ: میں ممدوح کی مانند کسی قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھتا جو ممدوح کی ہمسری کا دعویدار ہو۔ بجز سلیمان کے جس کو خدا نے یہ حکم دیا کہ اٹھ اور بریہ میں جا اور لوگوں کو ان کی خطا پر قوبیخ کر اور جنات کو اپنے تابع بنا۔ کیونکہ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تدمر کو بڑے بڑے پتھر اور ستونوں کے ساتھ بنائیں۔ جو تیری فرمانبرداری کرے۔ اس کو اس کی تابعداری کا فائدہ پہنچا اور جو سر کشی کرے۔ اس کو سر کشی کی سزا دے۔ ظالموں کو ظلم کرنے سے روک اور تو خود ظلم سے دور رہ۔ (دیوان نابغہ وعقد ثمین میں صفحہ ۷)۔

اعیشیٰ کہتاہے کہ ابلق فرد کو بھی سلیمان علیہ السلام نے بنوایا تھا۔ چنانچہ قدیم بادشاہوں کی ہلاک وتباہی کے بعد کہتاہے کہ:

ولا عادیا لمہ یمنع الموت مالہ

ودیتما الیھودی ابلق

نباہ سلمان بن داؤد د حقبہ

لہ ازج عال وطی موثق

یوازی کبیداء السماء ودونہ

بلاط ودارت وکاس وخندق

ترجمہ: نہ تو حاد کو اس کی مال ودولت نے موت سے بچاسکا اور نہ تیماء کے قصر ابلق نے جس کو سلیمان ابن داؤد نے کئی سال میں بنوایا تھا۔ جو بہت بلند اور مضبوط تھا۔ جس کی بلندی آسمان تک پہنچتی تھی اور جس میں شاہی محل تھا۔ اور جس کے کنگرے تھے اور جس کی چاروں طرف خندق تھے۔

(معجم البلدان ۱ : ۹۳ وشعراء النصرانیہ صفحہ ۳۷۵)۔

حضرت یونس علیہ السلام

اشعار عرب قبل از اسلام میں مجھے انبیاء اصغر میں سے بجز حضرت یونس علیہ السلام کے اور کسی کا کوئی مشہور واقعہ نہ مل سکا۔ اس لئے حضرت یونس علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ عہد عتیق کے واقعات ختم ہوجاتےہیں۔ اور آئندہ ہم عہد جدید کے واقعات کا ذکر کریں گے۔ امیہ بن ابی صلت حضرت یونس علیہ السلام کے اس مشہور واقعہ کے متعلق کہتا ہے کہ کس طرح مچھلی نے حضرت یونس کو نگل لیا۔ اور پھر وہ کس طرح صحیح وسلامت باہر نکل آئے۔ چنانچہ وہ کہتاہے کہ:

واتت بفضل منک نجیت یونسا

وقد بات فی اضعاف حوت لیا لیا

ترجمہ: اے خدا تونے اپنے فضل سے یونس کو نجات دی۔ جبکہ اس نے مچھلی کے پیٹ میں چند راتیں بسر کیں"۔ (سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۴۶)۔

حضرت یونس کا یہ واقعہ مولویوں میں بطور ضرب المثل کے مشہور ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ کسی زیادہ کھانے والے اور پیٹو کے متعلق کہتے تھے کہ آکل من ، حوت یونس یعنی یونس کی مچھلی سے زیادہ کھانے والا اور انھم من حوت یونس یعنی یونس علیہ السلام کی مچھلی سے زیادہ پیٹو۔

پیرس کے کتب خانہ میں عربی کتب کے قلمی نسخے میں ایک کتاب ہے جس کا نام" کتاب ، تاریخ، لحیوان، والنبات واجماد ہے ( ) اس میں امیہ کا ایک شعر ہے۔ اس میں اس

کدو کے بیل کا ذکر ہے۔ جس کو خدا نے اگایا تھا کہ حضرت یونس پر سایہ کرے چنانچہ وہ کہتاہے کہ:

فانبت يقطينا عليه برحمة

من الله لولا الله مابقى صاحبا

ترجمہ: خدا نے اپنی رحمت سے یونس پر کدو کا بیل اگایا۔ اگر خدا ایسا نہ کرتا تو وہ سلامت نہ بچتا۔"

حضور مسیح اور ان کی والدہ مطہرہ

حضور مسیح کو اہل عرب " عیسیٰ" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس کا اشتقاق ایک معمہ سا بن گیاہے۔ تاج العروس جوایک مشہور لغت کی کتاب ہے (۴: ۲۰) جوہری سے یہ روایت کرتاہے کہ عیسیٰ عبرانی اور سریانی یعنی لفظ عیسیٰ عبرانی ہے۔ یا سریانی ہے۔ لیث کہتاہے کہ هومعدول عن اليشوع كذ ايقول اهل السر بانيه ۔" یعنی عیسیٰ ایشوع سے برخلاف قوانین صرف بن گیاہے۔ اور سریانی لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔"

مسیحی علماء یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ عیسو سے بن گیاہے۔ جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام تھا۔ چونکہ یہودیوں کو حضرت عیسو سے نفرت تھی۔ اس لئے انہوں نے مسیحیوں کے ساتھ بغض وعداوت رکھنے کی وجہ سے یشوع کو عیسوکہنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ عیسو سے عیسیٰ بن گیا۔

مگر میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ یشوع کا تلفظ عربوں کے لئے بے حد مشکل تھا۔ کیونکہ عبرانی زبان میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جس کے شروع میں یائے مکسور ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان مورخین ومفسرین حضور کا صحیح نام لکھتے ہیں تو یشوع کے شروع میں الف زیادہ کرکے ایشوع لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ تلفظ کی دشواری دور ہو۔ لہذا اہل زبان نے اشتقاق مقلوب کے طریق پر یشوع کو عیشو کردیا اور چونکہ صرف قانون کے روسے واؤ تیسری جگہ سے چوتھی جگہ میں آگیا۔ لہذا اس کو یا سے تبدیل کردیا اور یا کوالف سے عیشیٰ بنادیا اور کثرت استعمال کی وجہ سے شین سین سے بدل عیسیٰ بن گیا۔ واللہ علم مالصبواب۔

حضور مسیح کا ایک اور نام بھی اہل عرب میں بے حد مشہور ہے۔ اور وہ مسیح ہے جو موشیح سے بن گیاہے۔ جس کے معنی کہانت اور بادشاہت کے تیل سے مسح کیا گیاہے۔ جیساکہ بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ وہ اپنے احبار وبادشاہوں کے سر تیل سے مسح کیا کرتے تھے۔ تاج العروس میں شمر سے منقول ہے کہ ان المسيح دعي بذاک لبرکته ای لانه مسح بابرکته مسیح کواس لئے مسیح کہتے ہیں کہ وہ خدا کی برکت سے مسح کیا گیا۔

راغب اپنے مفروات میں لکھتے ہیں کہ سمی عیسیٰ بالمسيح لانه مسحت عنه القوة الذميمة من الجهل والشره الحرص وسائر الاخلاق الذميمة۔" یعنی حضرت عیسیٰ کواس لئے مسیح کہتے ہیں کہ ان سے تمام قوائے ذمیمہ مثلاً جہالت ، شہوت، حرص اور دیگر اخلاق رزدیلہ دور کردئے گئے تھے۔" یہ تمام قیاس آرائیاں ہیں۔ حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کیاہے کہ یہ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی کہانت وبادشاہت کے تیل سے مسح کیاہواہیں۔

اہل عرب حضور مسیح کو ابیل الابیلین بھی کہتے ہیں۔ ابیل کے معنی ہیں۔ زاہد اور ابیل الابیلن کے معنی ہیں زاہدوں کا سردار۔ چنانچہ ایک شاعر کہتاہے کہ:

وما قدس[1] الرهبان فی کل هيكل

ابيل الا بيلين المسيح بن مريما

اہل عرب میں اس رات کو بڑی عزت کی جاتی تھی۔ جس میں حضور پیدا ہوئے تھے۔ اور اس رات کو "لیل التمام " کہتے تھے۔ چنانچہ لسان العرب (۱۴ : ۳۳۴) مادہ تم میں مذکور

[1] اس شعر میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اعشی کاہے اور بعض کہتے ہیں کہ اخطل کاہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ابن عبدالجن کا ہے اور بعض کہتے کہ عمرو بن عبدالحق کاہے۔

ہے کہ قال عمرو بن شمیل لیل التمام حتی تطلع فیہ النجوم کلها وهی لیلة میلاد عیسیٰ.... والنصاری تعظمها وتقوم فیها یعنی عمر بن شحیل کہتا ہے کہ لیل التمام تمام راتوں سے زیادہ لمبی رات ہوتی ہے۔ جس میں سب تارے طلوع کرتے ہیں۔ اور یہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی رات ہے۔ نصاریٰ اس کو تعظیم کرتے اور جاگتے رہتے ہیں۔

عرب قبل از اسلام میں صرف حضور مسیح کی شہرت نہ تھی بلکہ آپ کی والدہ مطہرہ کی بھی بہت شہرت تھی۔ چنانچہ امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

وفی دینکمہ من رب مریم آیة
منبئة بالعبد عیسی بن مریم
انا بت لوجہ اللہ ثم تبتلت
فسج عنها لومة المتلوم
فلا بهی ہمت بالنکاح ولانت
الی بشر منها بفرج ولافم
والطت حجاب البیت من دون اهلها
تغیب عنهم فی صحاری رمرم
یحاربها الساری اذا لیلہ
ولیس وان کان النهار بعملہ
تدلی علیها بعد ما نام اعلها
رسول فلمہ یحصر ولم یترمرم
فقال الا تجزعی وتکذبی
ملائکة من رب عاد وجرهم

اینبی واعطی ماسئلت فاننی
رسول من الرحمان یاتیک بانہم
فقالت لہ انی یکون ولمہ اکن
بغیاولا حبلی ولاذات قیم
ااحرج بالرحمان ان کنت مومنا
کلامی فاقعد ماید الک اوقم
فسج ثم اعترها فا لقتت بہ
غلاما سوی الخلق لیس بتوام
نفختہ فی الصدرامن جیب درعها
وما یصرم الرحمنٰ مل امریصرم
فلما اتمتمہ وجاءت لوضعہ
فادی لهم من لومهم والتندم
وقال لها من حولها جئت منکرا
فحق بان تلحی علیہ وترجمی
فادرکها من ربها ثم رحمة
بصدق حدیث من بنی مکلم
فقال لها انی اللہ آیة
وعلمنی وا للہ خیر معلمہ
وارسلت لم ارسل غویا ولم اکن
شقیاً ولمہ ابعث بفحش وما ثم

ترجمہ: تمہارے دین میں مریم کے رب کی طرف سے ایک نشانی ہے جو عیسیٰ بن مریم کی خبر دے رہی ہے۔

مریم نے خدا کے لئے تضرع و گوشہ نشینی اختیار کی ۔ اس لئے خدا نے ان سے ملامت کرنے والوں کی ملامت کو دور کردیا۔

نہ تو اس نے نکاح کا ارادہ کیا اور نہ کوئی بشر ان کے نزدیک ہوا۔

مریم دروازہ بند کرکے صحرائے زمزم کی طرف روانہ ہوئیں۔ جہاں رات کو خدا کے فرشتے نے ان کو نہایت وضاحت کے ساتھ کہا کہ :

عاد اور جرہم کے خدا کے فرشتے کی بات سچ مان کہ میں خدا کی طرف سے تجھے ایک بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔ اور خدا کی مرضی پر خوش رہ۔ مریم نے کہا کہ کس طرح میرے بیٹا ہوگا۔ جبکہ میں زانیہ نہیں نہ حاملہ ہوں۔ اور نہ شوہر والی ہوں۔ فرشتے نے کہا کیا میں خدا کے حضور جھوٹ بول سکتا ہوں۔ اگر میری بات کی تصدیق کرتی ہے تو خیر ورنہ جو جی چاہے وہی کر۔ پھر فرشتے نے اس کے گریبان میں پھونک دیا اور ایک خوبصورت لڑکے کو جو توام نہ تھا القا کیا۔

جب وقت پورا ہوگیا تو لوگ ان کو ملامت کرنے لگے ۔ ان کے آس پاس کے لوگوں نے ان سے کہا کہ اے مریم تونے بہت برا کیا اور سنگسار ہونے کے قابل ہے۔

تب خدا نے اپنی رحمت سے انکی بریت اس طرح کرائی کہ خود مسیح نے لوگوں کے ساتھ کلام کیا اور کہا کہ میں خدا کی طرف سے ایک نشان ہو کر آیا ہوں اور سب کچھ خدا نے مجھے تعلیم دی ہے۔ میں رسول ہو کر آیا ہوں نہ بدکردار اور گنہگار اور فحش کو۔

اشعار بالامیں اس امر کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس میں چند ایسی باتیں ہیں جو غیر قانونی (غیر مستند) کتابوں سے ماخوذ ہیں جو بذریعہ تقلید (قصے کہانی) عرب میں رائج ہوچکی تھیں۔ مثلاً مریم مقدسہ کا صحرا میں نکلنا ۔ یہودیوں کا برا بھلا کہنا۔ حضور کا بچپن میں کلام کرنا یہ ایسی باتیں ہیں جن کی تصدیق اناجیل مقدسہ سے نہیں ہوتی۔

حضرت یوحنا (یحییٰ) اور حضور مسیح کے حواریئن

حضرت یوحنا بپتسمہ دینے والے کو عرب قبل از اسلام میں جو شہرت حاصل تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ حوران میں ایک مشہور عبادت گاہ آپ کے نام پر بنائی گئی تھی۔ جس کا مفصل بیان ہم جلد اول میں کرچکے ہیں۔

اہل عرب حضرت یوحنا کو یحییٰ کے نام سے پکارتے تھے۔ لغت دانوں کے نزدیک اس نام کی تبدیلی بھی کچھ کم دقتین نہیں ہیں۔ یوحنا ایک عبرانی لفظ ہے جو دو کلموں سے مرکب ہے۔ (یہوحنن) جس کے معنی خدا کا ترحم ہیں۔ علامہ شیخو کے نزدیک رسم الخط کی وجہ سے اس میں تبدیلی ہوئی۔ یعنی دراصل یہ لفظ یحنا لکھا جاتا تھا۔ لیکن بعض وقت مشہور اسماء میں نقاط وحرکات نہیں لگائی جاتی تھیں۔ اس لئے یحنا لکھا جاتا تھا ۔ عربوں نے اس کو یحیا پڑھا اور یہی صورت ان میں مشہور ہوئی۔

اہل عرب حضور مسیح کے رسولوں کو حواری کہتے ہیں۔ اور اس کے مختلف معنے کرتے۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی کی کچھ اصلیت نہیں ۔ کیونکہ حضور کے شاگردوں میں سے کوئی دھوبی نہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حور سے بنا ہے جس کے معنی آنکھ کا شدت کے ساتھ سفید اور سیاہ ہونے کے ہیں۔ اور اس سے مراد ان کی صفائی باطن ہے یا اس لئے کہ وہ برگزیدہ انبیاء تھے(لسان العرب مادہ حوا) اس معنی کے لحاظ یہ لفظ سریانی ہے۔ کیونکہ سریانی زبان میں سے ذا کے معنی صاف شفاف اور سفید کے ہیں۔ لیکن دراصل یہ لفظ حبشی (حواری) ہے۔ جس کے معنی رسول کے ہیں۔ یہ لفظ بھی اسلام سے پہلے رائج ہوچکا تھا اور اصمعیات میں حنابی بن حارث بن ارکاۃ البرجمی کے ایک قصیدہ میں یہ لفظ موجود ہے۔ چنانچہ یہ شاعر حوارئین کے شوق شہادت کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ :

وکر کما کر الحواری ینبغی

الی اللہ زلفی ا ن یکر فیقتلد

یعنی جس طرح حوارئین علیہ السلام شوق شہادت اور تقرب الی اللہ کی وجہ سے لوگوں کے سامنے بار بار وعظ کرتے تھے اور نصیحت فرماتے تھے اسی طرح ممدوح بار بار حملہ کرتا ہے۔

سموئیل مشہور شاعر کہتاہے کہ:

وسلیمان الحواری یحیٰ

ومتی یوسف کائی ولیت

اس شعر میں حضرت یوحنا خداوند کے پیارے شاگرد اور حضرت متی اور ان کے والد کا ذکر ہے۔

جاحظ نے امیہ بن ابی صلت کا ایک شعر (کتاب الحیوان ۷: ۱۷) میں نقل کیاہے۔ جس میں حضرت حزقیال نبی کی اس مشہور ومعروف رویا کو جس کا تعلق حضور مسیح کے چار انجیل نویس رسولوں کے ساتھ ہے۔ بیان کیاہے۔ چنانچہ وہ کہتاہے کہ:

رجل وثور تحت رجل یمینہ

والنسر لا خری ولیث موصد

اس شعر میں انسان (رجل) سے مراد حضرت متی وبیل اور (ثور) سے مراد حضرت لوقا، عقاب (نسر) سے مراد حضرت یوحنا اور شیر (لیث) سے مراد حضرت مرقس ہے۔

خدا کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں ہم قصص الانبیاء سے فارغ ہوئے۔

فیض چہارم

وظائف دینیہ

عرب جاہلیت اور اوئلِ اسلام میں ایسے مذہبی مراسم جاری جس کی توجیہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ یہ مذہبی مراسم مسیحیوں کووساطت سے عربستان میں رائج ہوچکے تھے۔

ان مراسم میں سے بعض خالص مذہبی ہیں اور بعض قانونی ہیں اور بعض مدنی واجتماعی ہیں۔ جن میں سے ہم بالفعل مذہبی امور پر بحث کریں گے۔

نماز

نماز مذہبی ارکان میں سب سے زیادہ ضروری اور لابدی رکن سمجھی جاتی ہے۔ نماز وہ چیز ہے جس کے ادا کرنے میں انسان عالم ہیولانی (مادی) کے اسفل طبقات سے عالم لاہوتی (عالم بالا) کے اعلیٰ طبقات کی طرف ترقی کرسکتاہے۔ اپنے اظہارِ عبودیت وعجز انکساری کی وجہ سے مقربانِ الہیٰ میں شامل ہوسکتا ہے۔ لیکن بااین ہمہ جزیرہ نمائے عرب کے باشندے اس عظیم الشان اور قابلِ اعتنا فرض سے اس وقت تک واقف نہ ہوسکے۔ جب تک مسیحیت نے ان کواس کی اصلیت سے آگاہ نہ کیا۔ جب مسیحیت عربستان میں داخل ہوئی اور اہل عرب مسیحی ہونے لگے۔ تو انہوں نے عربستان کے طول وعرض میں بے حساب صوامع وکنائس بنائے (دیکھو جلد اول) شبانہ روز عبادت الہیٰ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ان کے عبادات کے خاص خاص اوقات مقرر تھے۔ انہی مقررہ اوقات میں سے پانچ وقت کی نماز بھی تھی۔ جس کا وہ خاص طور پر لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ فرزوق جو مشہور شاعر اور مسلمان تھا۔ ایک مسیحی عوت کے متعلق جواس کے باپ غالب کاوسیلہ دے رہی تھی کہتا ہے کہ:

عجوز تصلی الخمس عانت بغالب

فلادا الذی عادت بہ الا اضیرما

ترجمہ: ایک بڑھیا جو پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہے ۔ غالب کی پناہ لئے ہے۔ جس نے غالب کی پناہ لی ہے۔ اس کو نقصان نہیں پہنچ سکتا (نقائص جریروفرزوق صفحہ ۵۲۵)۔

قرآن شریف میں ان پنجگانہ نمازمیں سے صبح وشام کی نمازوں پر خاص طور پر تاکید ہے۔ (سورہ ہودع ۱۱۲ وسورہ روم ۱۱۷)۔ جو مسیحی رہبانوں کی خاص تقلید ہے۔ کیونکہ

مسیحی رہبان بھی انہی دو وقتوں کی نماز پر بہت تاکید کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مجنونِ لیلےٰ کہتا ہے کہ:

كانه راهب فی راس صومعة

يتلو الزبورونجم الصبح ماطلعا

ترجمہ: گویا کہ وہ راہب ہے جو صومعہ کی چوٹی پر زبور پڑھ رہا ہے حالانکہ صبح کا تارہ طلوع نہیں ہوا ہے۔(دیوان مجنون)

ایک اور کہتا ہے کہ:

عن راهب متبتل متقهل

صادی النهار للملہ متهجد

ترجمہ: پرہیزگار اور ضعیف رہب جو صبح وشام کو عبادت میں صرف کرتا ہے۔

وضو

اسلام میں نماز کے لئے وضو کرنا بے حد ضروری ہے۔ چنانچہ مشرقی مسیحیوں کا بھی یہی دستور تھا کہ وہ نماز سے پہلے وضو کرلیا کرتے تھے۔

چنانچہ کتاب الایثیقون (یعنی الآداب لالی الفرج ابن عبری) میں وضو کے لئے ایک خاص باب ہے۔ جس میں بالتفصیل ان کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت خوری ابراہیم حرفوش نے رسالہ المشرق (٦: ١١٦، ١٢٣) بابت (١٩٠٣ء) میں ویرمار شلیطا کے پرانے مکتوبات میں سے ایک مکتوب کا ذکر کیا ہے۔ جس میں نماز اور اس کی شرائط پر بحث ہے۔ جس کی عبادت یہ ہے کہ:

فاما حدودها (ای الصلاة) وشر وطها فانها تحتاج فی اول شئی الی الطهارة وهوا لا عنتال بالماء فی اثر الحدث فان لم يجد الماء فليجمر بثلاثة حجار ومازا د عليها حتى ينفسى اثرا النجوى . ثمر غسل اليدين بالتسمية وغسل الوجه برسمه الصليب المحى ويسحب ايضاً غسل الرجلين فى كل غداة فاما من لمه يحدث فلا يحتاج الى الا ستنجاء بل يستحب منه غسل اليدين والوجه وعاية الغسل ان يعمه الماء الضوا الذى يغسله وعوماً كلا ملاً الخ"

ترجمہ: نماز کی حدود اور شرائط یہ ہیں کہ نماز کے لئے طہارت بے حد ضروری ہے۔ طہارت کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے زائل کرنے کے لئے پانی سے غسل کیا جائے۔ اگر پانی نہ مل سکے تو تین یا اس سے زیادہ کلوخ (ڈھیلا) سے مس کیا جائے۔ تاکہ نجاست کا اثر بالکل زائل ہو۔ پھر دونوں ہاتھوں کا دھونا تسمیہ (باپ بیٹے روح القدس کے نام سے) کے ساتھ اور پھر چہرے کا دھونا صلیبی نشان کے ساتھ۔ نیز ہر صبح کو دونوں پاؤں کا دھونا مستحب ہے۔ دھونے کے معنی یہ ہیں کہ جس عضو کو دھویا جائے۔ اس پر اچھی طرح سے پانی بہایا جائے۔

قبلہ

اسلام میں نماز کے شرائط میں سے ایک شرط قبلہ رخ ہونا ہے۔ یہ بھی عربستان کے قدیم مسیحیوں سے مستعار ہے۔ یہ لوگ نماز کے وقت مشرق کی طرف رخ کرتے تھے۔ اور آفتاب کو حضور مسیح کا جو عدل وانصاف کے حقیقی آفتاب تھے نمونہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن انس جو اسلام سے قبل کا شاعر ہے۔ مسیحیوں کا مشرق کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا یوں ذکر کرتا ہے کہ:

ولہ شمس النصارى وقا موا

كل عيد لهمر وكل احتفال

ترجمہ: مسیح ہر عید اور ہر محلہ میں کھڑے ہو کر مسیح کو آفتاب صداقت سمجھ کر اپنی نماز پڑھتے ہیں (کتاب البداء ۱: ۷۶)۔ اسلام نے بھی ان کی تقلید میں اول بیت المقدس کو اور پھر خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ ٹھہرایا۔

قیام، سجود، رکوع

اسلام میں نماز کے ارکان میں قیام، سجدہ، رکوع داخل ہیں۔ اور یہ وہ باتیں ہیں جو مسیحیوں کی نماز سے ماخوذ ہیں۔ چنانچہ بعیث مسیحی راہبوں کے قیام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ:

رجال يتلون الصلواة قيام

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

ایک اور شاعر ایک مسیحی راہب کی تعریف میں کہتا ہے کہ:

داشعث عنوان بہ من سجودہ

كركبة عنر من عنوز يهى صخر

ترجمہ: وہ ژولیدہ مو راہب ہے۔ جس کی پیشانی پر کثرت سجدہ کی وجہ سے ایسا نشان پڑا ہوا ہے جس طرح بنی صخر کے بکروں کے گھٹنوں پر نشان ہوتا ہے۔ (المفضلیات)

نابعہ ذبیانی ایک راہب کے متعلق کہتا ہے کہ:

سبيغ عذراً اونجلحا من امرى

الى ربہ رب البرية راكع

ترجمہ: عنقریب ایک رکوع کرنے والے راہب کی طرف سے خدا کے حضور صبرو معذرت پہنچادی جائیگی۔

اکثر مسلمان نماز کے بعد تسبیح کا استعمال کرتے ہیں۔ جو مسیحیوں کی نمایاں تقلید ہے۔ چنانچہ محمد رشید رضا جو مصر کا ایک بلند پایہ عالم اور المنار کا جو بے حد مشہور ومعروف اخبار ہے ایڈیٹر ہے لکھتا ہے کہ:

كناترى هذه السبح فى ايدى القسسين من النصارى والرهبان والرهبات ونسمع انها ماخوذ ة عن البرا همه والظا هران السملين اخذوها اولاً عن النصارى فكانو فى مهد الا سلام عند ظهور ہ فى جزو برة العرب ونى البلاد المجاورة لها لاشام ومصر فلابد ان يكونو اقدا اخز وا المسحة عنهم فيما اخذ ومن اللباس والعادات ، والا مر فى السجة ينبعى ان يكون اشد من اخد غيرها عنهم لانها تد خد فى العبادة وتعد شعاراً فالسجة من البلاع الداخلة فى العبادة (كذا)

ترجمہ: ہم مسیحی پادریوں اور رہبانوں اور زاہدہ عورتوں کے ہاتھوں میں اپنی آنکھوں سے تسبیح دیکھتے ہیں۔ جسکے متعلق ہم یہ سنتے تھے کہ یہ برہموں سے ماخوذ ہے۔--- حقیقت یہ ہے کہ تسبیح کو مسلمانوں نے اول عیسائیوں سے لیا۔ کیونکہ مسیحی مذہب اسلام کی ابتدا اور اس کے ظہور کے وقت جزیرہ عرب اور اس کے متصلہ علاقوں مثلاً شام اور مصر میں پھیلا ہوا تھا۔ جس طرح مسلمانوں نے مسیحیوں کے لباس اور عادات کو جذب کر لیا۔ اسی طرح تسبیح کو بھی مستعار لیا۔ چونکہ تسبیح کا تعلق عبادت کے ساتھ ہے۔ لہذا اس کو نہایت اہتمام کے ساتھ لیا گیا۔--- پس تسبیح ایک نئی چیز ہے جو عبادت میں داخل ہوئی ہے (۱۵: ۸۲۲)۔

مذہبی رسوم

روزہ

روزہ بھی ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ زمانہ جاہلیت کے مشرکوں اور بت پرستوں کو اس کا علم مطلق نہ تھا۔ البتہ جب مسیحی عربستان میں داخل ہوئے اور ان کا نفوذ بڑھتا گیا تو اہل عرب کو روزہ اور اس کے فوائد وفرائض کا علم ہوا۔ چنانچہ امیہ بن ابی صلت مسیحی روزہ داروں کے جنت میں داخل ہونے اور اجر حاصل کرنے کے متعلق کہتا ہے کہ:

اذا بلخه التی اجرو الیها

قصبلهم وهلد من یصوم

مسیحی یوم الفصح کے روزے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ چنانچہ غیر بن تولب کہتا ہے کہ:

درت کماصد حما لا یحل له

ساقی نصاریٰ قبیل الفصح سوام

یعنی جس طرح کہ ایک مسیحی روزہ داران چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ جو فضح ہے روزہ میں حلال نہیں ہیں۔ اسی طرح میری محبوبہ نے مجھ سے پرہیز (روگردانی) کیا۔ عرب کے مسیحی رجب کے مہینے کو روزہ کے لئے مخصوص سمجھتے۔ اور یہ تیس دن کے روزے ہوتے تھے۔ لیکن بعض کلیسیاؤں میں تیس دن سے زیادہ روزے رکھتے تھے۔

مسیحی بھی مسلمانوں کی طرح شام کے وقت غروب آفتاب کے روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے افطار اور مسیحیوں کے افطار میں یہ فرق ہے کہ مسلمان رات بھر جتنی مرتبہ چاہیں کھاسکتے ہیں۔ لیکن مسیحی بجز افطاری کے وقت اور کسی وقت نہیں کھاسکتے تھے۔ مسیحی روزوں کے ایام میں بجز سبزی او رپھل کے گوشت اور چربی نہیں کھاسکتے تھے۔ لیکن مسلمان کے لئے گوشت کا کھانا بھی جائز رکھا گیا۔ علامہ توماس پیٹرک ہیوس

Patrikognes ڈکشنری آف اسلام صفحہ ۵۳۴ میں لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قول راجح یہ ہے کہ آنحضرت نے تیس دن کے روزوں کا اصول مسیحیوں سے لیا ہے۔ مسیحیوں کا روزہ رات دن کا تھا۔ لیکن آنحضرت نے اس تخفیف کرکے صرف دن کے روزہ کو برقرار رکھا۔ چنانچہ سورہ بقرہ رکوع ۱۷۱ میں ہے کہ یرید اللہ بکمہ الیسرولا یرید بکم العسر

اسی طرح خط الابیض وخط الاسود بھی جس کا ذکر اسی سورہ کے رکوع ۱۸۳ میں ہے۔ مسیحیوں سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ امیہ بن ابی صلت کہتا ہے کہ:

الخط الابیض ضوء الصبح منفلق

والخط الاسودلون اللیل مرکرم

یعنی خط ابیض (سفید خط صبح کی روشنی کے ظاہر ہونے کو اور خط اسود (خط سیاہ) رات کے اندھیرے کے ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔

(تاج العروس ۵: ۱۳۷)۔

زکواۃ

زکواۃ بھی مسلمانی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ جس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ چالیس حصوں میں سے ایک حصہ خدا کے لئے اور غربارومساکین کے لئے علیحدہ کرنا۔ شارع عام نے اس کو بھی یہودی اور مسیحیوں کی الہامی کتابوں سے لیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اہل کتاب کے نزدیک دیکی (عشر) فرض ہے اور مسلمانوں کے لئے چہل یکی فرض ہے۔

حج

حج بھی ایک رکن مسلمانی ہے۔ درحقیقت یہ بھی عربستان کے مسیحیوں کی عادات ورسم ورواج سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ اسلام سے قبل مسیحی مختلف مقامات میں بطور حج کے جایا کرتے تھے۔ خاص کر بیت المقدس کا تو ہر سال حج کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مقدس ایرونیموس نے ۴۰۰ء کی آخر ۵۰۰ء کے شروع) اپنے ایک رسالہ میں ان مسیحی عربوں کا ذکر کیا ہے۔ جو بیت المقدس حج کرنے کی غرض سے گئے تھے Mignep.Lxx11489870

اسی طرح عربستان کے مسیحی اس گرجا کے حج کو جایا کرتے تھے۔ جس کا نام قیس تھا اور جس کو ابرہ نے فتح یمن کے بعد صنعاء میں بنوایا تھا (دیکھو اس مقدمہ کی جلد اول)۔

اسی طرح مسیحیوں کے بہت سے گرجے تھے۔ جن کا نام کعبہ تھا۔ جن کا ذکر ہم مفصل طور پر جلد اول میں کرچکے ہیں۔

مسیحی بعض گرجوں کی چاروں طرف اسی طرح طواف کرتے تھے۔ جس طرح کے مسلمان خانہ کعبہ کے چاروں طرف طواف کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے کہ:

یطوف العفاۃ بابوابہ

کطوف النصاری بیت الوشن

یعنی سائلین اس کے دروازے کا ایسا ہی طواف کرتے ہیں۔ جس طرح نصاری اپنے صلیب خانے کے چاروں طرف طواف کرتے ہیں۔ (لسان العرب ۱۷: ۳۳۴)۔

ایک اور شاعر جس کا نام عنترہ (اور بقول بعض عبد قیس برحمی ہے) کہتا ہے کہ:

تمشی النعام بہ خلاءً حولہ

مشی النصاری حول بیت الھیکل

یعنی جس طرح نصاری ہیکل کے چاروں طرف پھرتے ہیں۔ اسی طرح شتر مرغ بافراغت اس کے (محبوبہ کے گھر کے) چاروں طرف پھر رہے ہیں۔ (آغانی ۷: ۱۴۸)۔

مزید تائید کے لئے سرسید مرحوم کی ایک کتاب سے ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔

اس پہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ۔ مذہب اسلام کیا ہے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ مذہب اسلام صائبی مذہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی تکمیل اور ابراہیمی مذہب اور عرب کے دیگر الہامی مذہبوں کے اصول اور احکام اور مسائل کی تکمیل اور ترتیب او ریہودی مذہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی قرار واقعی تکمیل اور اللہ جل شانہ کی وحدانیت کی ایسے اعلیٰ درجہ پر توضیح جو کسی اور مذہب میں اس تکمیل سے نہیں تھی۔ اور جس کو ہم وحدت فی الذات اور وحدت فی الصفات اور وحدت فی العباد سے تعبیر کرتے ہیں اور اخلاق کے ان اصولوں کی جن کی حضرت عیسیٰ نے دراصل تلقین کی تھی تکمیل ہے۔ اور ان تمام مذاہب کے الہامی اصول اور احکام اور مسائل کی تکمیل اور اجتماع کا نام اسلام ہے۔ ہم اپنے اس جواب کو بعض مثالوں کے حوالہ سے مشرح کرتے ہیں۔

مذہب اسلام میں دوسرے معبود کی پرستش کا امتناع اور بت پرستی کا استیصال یہودیوں کے مذہب کے اصول کے بالکل مماثل ہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ " درحضور من تراز خدایان غیر باشند" (سفر خروج باب ۲۰ درس ۳)۔ بہرچہ شمارا ماموردا شتم رعایت نماید واسم خدایان بجہت خود صورت تراشیدہ وہیچ شکل از چیزہائیکہ درآسمان است دربالاویا اورزمین است درپائیں ویااور آب ہائے کہ درزیرزمیں است مساز۔ آنہارا سجدہ نہ نمودہ ایشاں راعبادت منما یرا کہ من خداوند خدائے توام (سفر خروج باب ۲۰ درس ۴، ۵) بہ بتہا توجہ منمائد وخدایان ریختہ شارہ از رائے خود مسازید خداوند خدائے شما منم" (سفر لویان باب ۱۹ درس ۴)۔از برائے خودتاں برتاں واصنام تراشیدہ شدہ مسازید نصب شدہا از برائے خودتاں برپائے منمائید ودرزمین خود تاں تصویرہائے سنگے جہت سجدہ نمودتش مگذارید۔ زیرا کہ خداوند خدائے شما منم "(سفر لویاں باب ۲۶ درس ۱)۔ خدایان ایشاں راسجدہ نہ نمود بآنہا عبادت مکن موافق اعمال ایشاں عمل بلکہ ایشاں رابالکل منہدم ساختہ وبت ہائے ایشاں بالتمام بشکن۔" (سفر خروج باب ۲۲ درس ۲۴)۔

سب سے بہتر اور اعلیٰ احکام یہودی مذہب میں یہ ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔ اسلام میں یہی احکام بجنسہ موجود ہیں۔

پدرومادر خود احترام نما، قتل، مکن، زنا، منما، درزی مکن، برہمسایہ ات شہادت دروغ مدہ۔ بخانہ ہمسایہ ات طور مورز" (سفر خروج باب ۲۰ درس ۱۲، ۱۷)۔

اوقات نماز جو اسلام میں مقرر ہیں اور جن کی تعداد سات یا پانچ یا تین ہیں مذہب صائبی اور مذہب یہود کی اوقات نماز سے بہت مشابہ ہیں۔

اسلام میں نماز پڑھنے کا جو طریقہ ہے وہ صائبی مذہب او ریہود کے مذہب کے طریقہ سے نہایت مماثل ہے۔ نمازدل کی صفائی کے لئے تھی۔ او ریہی اصل منشا نماز کے مقرر کرنے کا تھا اور جسم اور پوشاک وغیرہ کی صفائی جس کے واسطے شرع اسلام میں حکم ہے۔ صائبیوں اور

یہودیوں کی اس قسم کی رسومات سے بہت کچھ مشابہت رکھتےہیں۔ توریت میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے کہا کہ نزد قوم روانہ شدہ ایشاں راامروز فرد تقدیس نمائے تاکہ جامہ ہائے خودرا شست وشونمایند۔"(سفر خروج باب ۱۹ درس ۱۰)۔

پس موسیٰ ہارون وپسرانش را نزدیک آوردہ ایشاں را بہ آب شست وشوداد"(سفر لویان باب ۸، ۶)۔

مذہبی امور میں صرف ایک ہی بات اسلام میں نئی ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ یعنی نماز کے بلانے کے لئے یہودیوں کی قرنائے بجانے اور عیسایئوں کے گھنٹے بجانے کے بدلے اذان مقرر کی گئی ہے۔ اس نرالے پن کی نسبت ایک عیسائی مصنف اس طرح پر لکھتاہے۔ کہ مختلف اوقات نماز کی اطلاع موذن مسجدوں کی میناروں یاماذنوں پر کھڑے ہو کر اذان دینے سے کرتےہیں۔ ان کالحن جو ایک بہت سادہ مگر سنجیدہ لہجہ میں بلند ہوتا ہے۔ شہروں کی دوسرکی دوندپکاریں مسجد کی بلندی سے دلچسپ اور خوش آواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن سنسان رات میں اس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتاہے۔ یہاں تک کہ اکثر فرنگیوں کی زبان سے بھی پیغمبر صاحب کی تعریف نکل گئی ہے کہ یہودیوں کے معبد کی قرنائے اور کلیسیائے نصاریٰ کے گھنٹوں کی آواز کے مقابلہ میں انسانی آواز کو پسند کیا۔"

تمام قربانیاں جومذہب اسلام میں جائزہیں مذہب یہود کی قربانیوں کے مشابہ ہیں۔ گویا یہ قربانیاں شارع اسلام نے مذہب یہود کی بے شمار قربانیوں سے منتخب کرلی ہیں اور جو تاکید حکم مذہب یہود میں ان قربانیوں کے کرنے کی نسبت تھا۔ اس کو نہایت خفیف بلکہ اختیاری کردیاہے۔

مذہب اسلام میں جوروزے مقرر ہیں وہ بھی مذہب یہود اور مذہب صائبی کے روزوں سے مشابہ ہیں بلکہ صائبی مذہب کے روزوں سے بہ نسبت یہودی مذہب کے روزوں کے زیادہ مشابہت رکھتےہیں۔

ہفتہ کے ایک معینہ دن میں نماز اور دیگر رسوم مذہبی کے مقررہ وقت پر لوگوں کو کارہائے دینوی سے منع کرنایہودیوں کی اسی قسم کی رسم سے مطابقت رکھتاہے۔ لیکن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے اہل عرب جمعہ کو متبرک دن سمجھتے آئےہیں۔

ختنہ بھی وہی جس کا یہود اور پیروانِ حضرت ابراہیم کے ہاں۔ دستور تھا نکاح اور طلاق بھی قریب قریب ویسا ہی قاعدہ ہے جیسا کہ اور مذاہب الہامی میں تھا۔ توریت میں لکھا ہے کہ " اگر کسے زنے اگرفتہ بہ نکاح خود درآور دوواقع شود کہ بہ سبب چیز کینے کہ دریافت شددر نظرش التفات نہ یابد آنگاہ طلاق نامہ نوشتہ بدستش بدہد اور ازخانہ اش رخصت وہد" (سفر توریہ مثنی باب ۲۴ درس ۱)۔

بعض عورتوں سے نکاح کرنے کے جواز میں جو احکام مذہب اسلام میں ہیں۔ وہ اکثر باتوں میں یہودیوں کے مذہب کے احکام سے مشابہ ہیں۔

جب مرد اور عورت کو مسجد میں جانے یا قرآن مجید چھونے کا امتناع انہیں دستوروں سے مشابہت رکھتا ہے جو مذہب یہود میں جاری ہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ مذہب اسلام میں بہ نسبت مذہب یہود کے یہ امتناع کم سختی سے ہے۔

سور کے گوشت کھانے کی ممانعت مذہب اسلام میں ویسی ہی ہے جیسی کہ بنی اسرائیل کے مذہب میں تھی۔ توریت میں لکھا ہے۔ دخوک باوجودیکہ ذی سم چاک وتمام شگاف است اما نوش خوار نمی کنداں برائے شما ناپاک است(سفر لویان باب ۱۱ درس ۷)۔

جانوروں کے حلال یا حرام ہونے اور مرے ہوئے جانور کا گوشت نہ کھانے کی نسبت جواحکام مذہب اسلام میں ہیں وہ موسوی شریعت کے نہایت ہی مشابہ ہیں۔ بلکہ علمائے اسلام نےوہ تمام مسائل موسوی شریعت سے مستنبط کئےہیں۔

شراب خوری اور دیگر مسکرات کا امتناع بھی موسوی شریعت کے مشابہ ہے۔ توریت میں ہے کہ "ہنگام درآمدن شما بہ خیمہ شراب ومسکرات رامخورید" سفر لویان باب

۱۰ درس ۹) مگر مذہب اسلام نے اس خرابی کی جو شراب سے ہوتی ہے پوری بندش کردی ہے۔یعنی شراب کو بالکل حرام کردیا ہے اور کسی وقت پینے کی اجازت نہیں ہے۔

مذہب اسلام میں مختلف جرائم اور تقصیرات کی نسبت جو سزائیں مقرر ہیں وہ بھی ان سزاؤں سے جو موسوی شریعت میں ہیں نہایت درجہ مشابہت رکھتی۔ زنا کی سزا سو کوڑے مارنا مذہب اسلام میں ہے۔ یہ سزا یہودیوں کے قانون سے مختلف ہے۔ لیکن جو علمائے اسلام یہ سمجھتے ہیں کہ مذہب اسلام میں بھی زنا کی سزا سنگسار کرنا ہے تو یہ سزا یہودیوں کے مذہب سے بالکل مماثلت رکھتی ہیں۔" (الخطبات الاحمد یہ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۷)۔

استلام الحجر الاسود

حجر اسود کا چومنا

مسلمان جب حج کرنے جاتے ہیں ۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اور حجر اسود دیتے ہیں۔ جو ایک لازمی امر ہے۔ حضرت عمر جب حجر اسود کے پاس آئے تو آپ نے اس کو بوسہ دے کر کہا کہ انی اعنمه انک حجره تفرولا تنفع ولولا انی رائت رسول الله صلعمه يقبلك ما قبلك یعنی میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو کسی کو نقصان اور نفع نہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے ہر گز بوسہ نہ دیتا ۔(بخاری ۲: ۱۴۷) کچھ بعید نہیں کہ یہ رسم بھی عربستان کے ان مسیحیوں کی تقلید ہو جو کتب مقدسہ کے اصول سے ناواقف تھے۔ کیونکہ یہ لوگ جب بیت المقدس کی زیارت کو جاتے تھے تو اس قبر کو جس میں حضور کی لاش صلیب کے بعد رکھی گئی تھی۔اور جس سے حضور زندہ ہو کر نکلے تھے بوسہ دیتے اور اس روایتی پتھر کو جس کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اسی پتھر پر سے آسمان کی طرف چلے گئے اور جس پر آپ کا نقش قدم پر چسپاں ہے بوسہ دیا کرتے تھے۔

نذرو نیاز

ابوولید ازرقی اپنی کتاب اخبار مکہ (صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹) میں لکھتے ہیں۔ کہ اخزم بن عاص جرہمی کی بیوی بانجھ تھی۔ اس نہ یہ منت مانی کہ اگر خدا مجھے لڑکا عنایت کرے تو اس کو میں خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے وقت کردونگی ۔ چنانچہ اخزم کی صلب سے غوث پیدا ہوا ۔ جس کو اس نے خانہ کعبہ کی خدمت گذاری کے لئے مخصوص کیا۔

جس نے کتب مقدسہ کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اس قسم کی نذر اہل کتاب کے ساتھ مخصوص تھی اور انہی میں جاری تھی۔ چنانچہ حنہ نے بحالت عقر یہی نذر مانی تھی۔ اور جب حضرت سموئیل پیدا ہوئے تو ان کو ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کیا۔ نیز خود قرآن شریف میں مریم صدیقہ کی نذر کا مفصل بیان ہے۔

مساجد کی شکل دینا

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب مسلمانوں نے مساجد کے بنانے کا ارادہ کیا تو ابتدا انہوں نے مسیحیوں کے معابد کی نقل اتارنے پر اکتفا کیا۔ اور بعض بڑے بڑے معابد میں برائے نام ردو بدل کر کے ان کو مسجد میں تحویل کیا۔ چنانچہ جامع اموی دمشق ہیں۔ جامع اقصیٰ بیت المقدس میں حماۃ وحلب کے جوامع اور قسطنطنیہ کے ابوصوفیہ اس پر شاہد ہیں۔

مرحوم وان برکم (Vanbrchom Vonbirchom) بہت سے جوامع کے صحن، رواق ، عمود ، سقف ، محراب ، منبر ، مقصودہ منارہ کو مسیحیوں کے مختلف معابد کی انہی اشیاء سے مقابلہ کر کے کہتا ہے کہ ان جوامع کی شکل اور ہئیت مسیحیوں کے معابد سے کامل طور پر مشابہ ہیں۔

(انسائیکلوپیڈ آف اسلام صفحہ ۴۲۸)۔

نیز ذیل کی کتب ملاحظہ ہوں۔

۱ ۔ کتاب سلادین فی الفنون اسلامیہ (۱۰۰۷۰۱)۔

۲۔ کتاب تواریخ الاسلام از برنس کا تینائیؔ
۳۔ مجلہ الاسلام بیکر (۱۱۱۔۹۹۳)
۴۔ کتاب الصناعتہ العربیہ از گیت (صفحہ ۲۷، ۵۸)۔

BIBLIOGRPHIE

ABBE LOOS: Greg. Barhebraei Ecclesiasticum –Acta S.Maris.
ARNOLD (J.M): Islam, Its History and Relationss Acta Santorum.
ASSEMANI: Bibliotheca Orientalis.
BEDJAN (P).Acta Martyrum et Santorum.
BELL (Miss G.): Amurath to Amurath.
BERGER (Ph.): L'Arabie avant I 'Islam d'apres Les Inscriptions
BERGMENN: De Religione Arabum anteislamica.
BLOCHET: Le Culte d'Aphorodit Anahita chez les Arabes du Paganisme.
BRUNNOW (R.E.) at DOMASZEWSKI: De Provincia Arabiae.
BUDGE (E.A.W): Book of Bee.
CANTANI (Prine. L.): Annali dell 'Islam.
CARPENTIER (E.sj.): DeSS. Aretha et Ruma Commentarius.
CAUSSIN DE PERCEVAL: Essai sur I 'Historie des Arabes avant I 'Islam.
CHABOT (Abbe'J.B.): Synodes Nestoriens.
CHAUVIN (V.) Le jet de Pierres au Pelerinage de la Mecque.
CHEIKHO (L.s.j): Les Eveues du Sinai.
Corpus Inscriptionum Semitcarum.
DALMANN (D.G): Perta u. seine Felsheiligtumer.
Dictionnair D'Archeologie et de Liturgie.
DOZY(R): Essai sur l'Histoire de l'Islamsime Die Israeliten Zu Mekk.
DUSSAUD (R): Les Arabes avant I 'Islam Mission danes les regions dessertiques de la Syrie moyenne.
EUSEBIUS CAESARIENSIS: Historis Ecclesiastica.
EVAGRIUS: Historia Ecclesiastica.
FRAENKEL :(S): Aram. Fremdwoerter in Arabischen.
GAMURRINI (J.Fr): S. Silviae Peregrinatio.
GAYET:(A.I.) L'Art arabe.
GLASER (E.): Geschichte u. Geographie Arabien.
GLASER (E) Die Abissinier in Arabien u. Afrika.
GOEJE (M.J.de): Me'mories d'Histoire et de Ge'ographie.
GOLDZIHER (Ig): Muhammedanische Studien.
GUIDI (L): L'Arabie anteislamique.

JOSEPHUS (Fl). Antiuitates Hebraicae.
LAGARDE (P.): Anlecta Syriaca.
LAMMENS (H.s.j.): Le Berceau de l' Islam.
LAMMENS Etudes sur Moawiah.
LAMMENS FATIMA.
LAND (J.P): Anecdota Syriaca.
LANGLOIS (V.): Numismatique des Arabes avant l'Islamisme.
LEQUIEN (M): Oriens Christianus.
MANSI :(A): Spicilegium.
MELANGES de la Faculte Orientale.
MEMOIRES des Inscriptions et Belles Letteres.
MICHEL LE GRAND: Histoire (ed. Chabot).
MIGNE: Patrologie Grecque.
MIGNE: Patrologie Latine.
MINGANA: Sources Syriaques.
MORTMANN: Himjar. Insschriften.
MUSIL (Al): Arabia Petraea.
NOELDEKE (Th): Die ghassaniden Fursten.
NOELDEKE Neue Beitraege z. semit. Sprachwissenchaften.
PROCOPIUS:de bello Persico.
RENDICONTI D. Reali Accademia Dei Lincei.
REVUE DES ETUDES JUVES.
REVUE DES L'Histoire Des Religions.
ROTHSTEIN (G.): Die Dynastie d. Lahmiten in Arabia.
SACY (S.de.): Memoire sur l'Hist. des Arabes avant Mahomet.
SOCRATES et SOZOMENUS.Hist. Ecclesiastica (Migne).
Syria: Expedition of the Princeton University.
THEODORETUS: Historia religiosa (Migne).
THEOPHANES: Hist. ecclesiatica (ib).
VOGUE (M.de): Syrie Centrale.
WADDINGTON: Inscriptions de l'Arabie romaine.
WELLHAUSEN (J): Reste d'arab.Heidentum.
WETZER (W.H.J.): Macrizii Historia Coptorum.
WRIGHT: Early Christianity in Arabia.
ZEITCHRIFT d. morgen.Gesellschaft (ZDMG).